امہات المؤمنینؓ

علامہ مفتی محمد وسیم اکرم القادری

اُمہات المومنین

مرتبہ و مولفہ

علامہ مفتی محمد وسیم اکرم قادری

مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ اُردو بازار لاہور

ناشر: مشتاق احمد
اہتمام: سلمان منیر

ہماری کتابیں معیاری کتابیں
خوبصورت اور کم قیمت کتابیں

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب — اُمہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما
مرتبہ و مؤلفہ — علامہ مفتی محمد وسیم اکرم قادری
کمپوزنگ — گُل گرافکس
اشاعت — 2012ء
ٹائٹل — عاطف بٹ
پرنٹرز — آر۔ آر پرنٹرز، بندروڈ لاہور
قیمت — روپے

ISBN No. 978-969-598-081-2

مُشتاق بُک کارنر
الکریم مارکیٹ۔ اُردو بازار، لاہور

کتاب ہذا میں اگر کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرما کر شکریہ ادا کرنے کا موقع فراہم کریں تاکہ اگلے ایڈیشن میں درستگی کی جا سکے۔ شکریہ

انتساب

والدِ محترم

”مولانا محمد بشیر احمد نقشبندی“

کے نام

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
نسبت نبی ﷺ	13	غیر عربی زوجہ محترمہ	45
اہل بیت	15	بوقت انتقال نبی ﷺ	46
نبی کریم ﷺ کے اہل بیت اور قرآن مجید	16	وہ خواتین جو حرم نبوی کی زینت نہ بن سکیں	47
اہل بیت اور احادیث	21	سیدہ فاطمہ بنت شریح رضی اللہ عنہا	47
نتیجہ کلام	28	سیدہ اسماء بنت نعمان رضی اللہ عنہا	48
شان ازواج مطہرات	29	سیدہ لیلیٰ بنت الخطیم رضی اللہ عنہا	48
بحکم رب	29	سیدہ نشاۃ بنت رفاعہ رضی اللہ عنہا	49
اہل جنت	29	قتیلہ بنت قیس	49
حرمت قطعی	30	شنباء بنت عمر الغفاریہ	50
اُمت کی مائیں	31	ترتیب نکاح	51
مائیں مردوں کی یا عورتوں کی......؟	32	نفقہ وحق مہر	54
بھائی یا والد......؟	33	نفقۂ ازواج مطہرات	56
تمام جہاں کی عورتوں سے افضل	34	کثرت ازواج کی حکمتیں	57
مراکز رحمت وبرکت	34	اہتمام تعلیم وتربیت	57
اختیار ازواج	36	جاہلیت کی ناپسندیدہ رسوم کا قلع قمع	60
شان نزول	40	پیاروں کی دلجوئی	62
اہم نکات	42	امن عامہ کے لئے	63
تعداد ازواج مطہرات	44	بیوگان سے نکاح	66
قریشی ازواج مطہرات	44	بوجہ خدمت اسلام	67
غیر قریشی ازواج مطہرات	45	اہل وعیال کو سہارا دینا	67

1) اُمّ المومنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا 68

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
پہلی عظیم خاتون	68	سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ	80
ولادت	68	سیدہ زینب رضی اللہ عنہا	80
نام ولقب	68	سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا	81
سلسلۂ نسب	68	سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا	82
والد	69	سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا	83
ابتدائی زندگی	70	فضائل	86
شادی	70	وحی اوّل اور سیدہ خدیجۃ الکبریٰ	90
اولاد	71	تصدیقات	92
تجارت اور رسول اللہ ﷺ	72	ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ	95
حضور ﷺ کے ساتھ نکاح	75	حیادار	96
حق مہر	77	پہلی مومنہ	96
بے مثال رفیقۂ حیات	78	مصائب وآلام میں ساتھ	100
اولاد	78	شعب ابی طالب اور سیدہ خدیجہ	102
سیدنا ہند رضی اللہ عنہ	79	سیدہ کا وصال	104
سیدنا قاسم رضی اللہ عنہ	79		

* * *

2) اُمّ المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا 106

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
نام وکنیت	106	قبول اسلام وہجرت	106
سلسلۂ نسب	106	نکاح	107

خواب	107	حج بیت اللہ	113
رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکاح	108	ایثار و رفاقت رسول ﷺ	114
زوجہ ثانیہ	109	اولاد اور روایت حدیث	115
فضائل و محاسن	109	وایت حدیث	116
حسن اخلاق	110	وفات	116
آیت حجاب	113		

* * *

3) اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا 117

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
نام اور لقب	117	واقعہ ایلا	146
کنیت	117	سیدہ عائشہ اور تیمم کا حکم	149
سلسلۂ نسب	118	سیدہ عائشہ اور حجۃ الوداع	150
ولادت	119	فضائل و مناقب	151
رضاعت	119	اُم المومنین کا علمی مقام	160
ابتدائی عمر	120	حلیہ اور لباس	165
نکاح	121	اولاد	165
ہجرت مدینہ اور سیدہ کی رخصتی	125	انتقال رسول اللہ ﷺ	166
خانہ داری	129	خلفائے راشدین، عہد صدیقؓ	169
نبی کریم ﷺ کے ساتھ محبت	130	عہد فاروقی	170
غزوۂ احد	132	عہد عثمانی	171
واقعۂ اُفک	132	عہد علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ	171
آیت کے حے	144	وفات	173
واقعۂ تحریم	144		

4) اُمّ المومنین سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا 175

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
تعارف	175	صلح حدیبیہ	196
نام وکنیت	175	خندق، حجۃ الوداع اور کربلا، غزوۂ	198
سلسلۂ نسب	175	خندق	198
والد کی فیاضی	176	حجۃ الوداع	198
ولادت اور ابتدائی حالات	176	واقعۂ کربلا	198
ہجرت	177	آیت تطہیر اور پردہ، اہل بیت	199
شوہر کی وفات اور حرم نبوی میں داخلہ	180	پردہ	199
ابوسلمہ کی وفات	180	سیدہ ام سلمہ کا علمی مقام	201
حرم نبوی میں	183	اولاد	204
نبی کریم ﷺ سے محبت	187	سلمہ رضی اللہ عنہ	204
واقعہ ایلاء	188	عمر رضی اللہ عنہ	204
فضائل ومناقب	189	درہ رضی اللہ عنہا	205
صحابہ کرام کی سفارش	193	زینب رضی اللہ عنہا	205
		وصال	206

* * *

5) اُمّ المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا 207

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
تعارف	207	شادی	208
نام اور سلسلۂ نسب	207	واقعہ تحریم	211
اسلام	208	حصول علم کا شوق	215

فضائل اور عادات کریمانہ، فضائل و محاسن	216	اخلاق و عادات	218
		وصال	220

* * *

6) ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا 221

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
مختصر تعارف	221	ولیمہ	230
نام و کنیت	221	فضائل و مناقب	233
سلسلہ نسب	222	زہد و تقویٰ اور سخاوت	234
ابتدائی حالات	222	روایات	238
نکاح اول	222	وصال	238
حرم نبوی میں	226		

* * *

7) ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا 241

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
تعارف	241	نکاح	242
نام و نسب	241	حرم نبوی	243
سلسلہ نسب	241	فضائل و محاسن	244
ولادت	242	وصال	245

* * *

8) اُمّ المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا 246

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
نام و نسب	246	خواب و تعبیر	251
ولادت	246	باعث رحمت	251
خاندانی وقار	246	اولاد	252
غزوۂ بنی مصطلق	247	اخلاق و عادات	253
حرم نبوی میں داخلہ	249	وصال	256

☼ ☼ ☼

9) اُمّ المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا 257

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
مختصر تعارف	257	خانہ داری	266
نام و کنیت	257	محبت	266
سلسلۂ نسب	257	صفات جمیلہ، علم و فضل	272
نکاحِ اول	258	روایت حدیث	272
غزوۂ خیبر	258	صبر و تحمل	273
خواب	264	نرم دل	274
ولیمہ	264	فضائل و مناقب	275
خصوصیات، حسن و جمال	265	وصال	276

☼ ☼ ☼

10) اُمّ المومنین سیدہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا 278

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
تعارف	278	اولاد	288
نام ونسب	278	فیضانِ عشق ومحبت، روایات	288
ولادت	278	نبی ﷺ سے محبت	288
ابتدائی حالات اور عقد اول	279	وصال	290
حرم نبوی میں داخلہ	280	قبر انور	290
فضائل ومناقب	285		

* * *

11) اُمّ المومنین سیدہ ریحانہ بنت شمعون رضی اللہ عنہا 292

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
نام ونسب	292	حق مہر	296
بنو قریظہ	292	رہائش	296
شرف ایمان	294	پاکیزہ اخلاق	296
نکاح	295	وصال	296

* * *

12) اُمّ المومنین سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا 297

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
سیدہ ماریہ	300	ام ولد	305
فضائل ومناقب	302	رشک	305
اولاد	304	عقیقہ وحلق	305
ابا ابراہیم	304	بیٹے سے محبت	306

سیدنا ابراہیم کا وصال	307	نماز جنازہ	310
سورج گرہن	308	سیدہ ماریہ کا وصال	312
بوقت وفات عمر مبارک	310		

* * *

13) اُمّ المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا 313

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ولادت	313	حق مہر	318
نام	313	رسول اللہ ﷺ سے محبت	321
خاندانی امتیاز	313	فضائل و مناقب	322
خوش قسمت	315	ایثار، علم اور تقویٰ، فیاضی	323
سلسلہ نسب	316	مسائل کا ادراک	324
نکاح	316	تقویٰ	326
حرمِ نبوی میں	317	وصال	327

* * *

نسبتِ نبی ﷺ

ازواجِ رسول ﷺ یہ نام ہے ایک عظیم الشان نسبت کا، جس نسبت کو کسبی اعتبار سے نہیں بلکہ نسبی اعتبار سے ایک عظیم مقام حاصل ہے۔ یہ وہ نسبت ہے جو تمام نسبتوں سے افضل و اعلیٰ ہے کیونکہ اس کا مرکز و محور وہ عظیم الشان ہستی ہے جس کی وجہ سے اللہ رب العزت نے ہر چیز کو تخلیق فرمایا اور جس چیز کو بھی وجہ تخلیق کائنات سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ نسبت ہو گئی وہ ہر چیز سے ممتاز اور اعلیٰ ہو گئی۔ عرب کی سرزمین کو اگر تمام دنیا کی سرزمینوں پر فوقیت حاصل ہے تو وہ اس لیے کہ وہ سرزمین پیارے مصطفیٰ کریم ﷺ کا وطن ہونے کا اعزاز رکھتی ہے اور اگر مکہ معظمہ کو اُم القریٰ ہونے کا شرف حاصل ہے تو وہ اس لیے کہ یہاں پر بیت اللہ ہے اور یہ کہ یہاں پر آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کے دُرِ یتیم کی ولادت ہوئی۔

اگر مدینہ منورہ کو عظمت ملی تو سرورِ دو عالم ﷺ کی وجہ سے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے شہر کی قسم ارشاد فرمائی۔

لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۝

(القرآن المجید، پارہ 30، سورۃ البلد، آیت 2-1)

"اے محبوب! میں اس شہر کی قسم کسی دوسری عظمت کی وجہ سے ارشاد نہیں فرماتا بلکہ اس لیے قسم ارشاد فرماتا ہوں کہ یہ تیرا شہر ہے۔"

محبت کا یہ اصول ہے کہ محبوب کی ہر چیز پیاری ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ مجنوں اپنی محبوبہ لیلیٰ کے شہر میں داخل ہوا تو کبھی اس شہر کے در و دیوار کو چومتا ہے تو کبھی گلی و بازار کو۔ کسی نے پوچھا!

"اے مجنوں! یہ تو کیا کرتا ہے؟"

مجنوں نے کہا!

”بے شک یہ عام سے در و دیوار ہیں مگر ان کو نسبت میرے محبوب سے ہے اس لیے مجھے ان سے بھی پیار ہے۔“

المختصر! اگر یعفور گدھے کو اپنے تمام ہم جنسوں پر شرف ملا تو مصطفیٰ کریم ﷺ کی سواری ہونے کی وجہ سے۔ اگر مکہ و مدینہ کو عظمت ملی تو آپ ﷺ کے شہر ہونے کی وجہ سے۔ اگر حبشی غلام حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو تمام سرخ و سفید فاموں پر فضیلت ملی تو عاشقِ مصطفیٰ ﷺ ہونے کی وجہ سے۔ اسی طرح جس جس چیز کو بھی مصطفیٰ کریم ﷺ سے ذرہ برابر بھی نسبت ہے وہ اہل محبت کے لئے سروں کا تاج ہے۔

کتاب ہذا انہی ازواجِ مطہرات کی نذر ہے جن کو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اقدس میں آپ کے گھر میں رہنا نصیب ہوا۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اسے میرے لیے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین

فقط!
محمد وسیم اکرم القادری

* * *

اہلِ بیت

لفظ "آل" اصل میں "اہل" تھا۔ "ھا" کو ہمزہ میں تبدیل کیا تو بنا "اءل" علم صرف کا یہ قاعدہ وقانون ہے کہ جب دو ہمزے اکٹھے ہوں تو ایک ہمزہ کو الف میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ اس لیے جب دو ہمزے اکٹھے ہوئے تو دوسرے ہمزہ کو الف میں تبدیل کر دیا گیا اس طرح یہ بن گیا "آل"

اہل لغت کہتے ہیں!

"اٰلُ الرَّجُلِ اَهْلُهٗ"

"آدمی کی آل سے مراد اس کے اہل ہیں۔"

اور "اہل" کے متعلق صاحب لسان العرب علامہ ابن منظور رقمطراز ہیں!

"اَهْلُ الرَّجُلِ عَشِيْرَتُهٗ وَذَوُوْ قُرْبَاهُ"

"آدمی کی اہل سے مراد اس کے کنبہ والے افراد اور اس کے نسبی اقرباء ہیں۔"

"وَاَهْلُ الْبَيْتِ سُكَّانُهٗ"

"اور اہل بیت سے مراد گھر میں رہنے والے ہیں۔"

"وَاَهْلُ بَيْتِ النَّبِيِّ ﷺ اَزْوَاجُهٗ وَبَنَاتُهٗ وَصِهْرُهٗ"

(لسان العرب، جلد نمبر 11)

"حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیعت سے مراد آپ کی ازواج مطہرات، آپ کی صاحبزادیاں اور آپ کے داماد ہیں۔"

اسی طرح موجودہ دور کی سب سے مستند ڈکشنری "المنجد" میں بھی اسی طرح لکھا ہے!

"اٰلُ الرَّجُلِ اَهْلُهٗ وَلَا يُسْتَعْمَلُ اِلَّا فِيْ مَافِيْهِ شَرْفٌ"

"آدمی کی آل سے مراد اس کے اہل ہیں اور لفظِ آل صرف اصحابِ شرف کیلئے استعمال ہوتا ہے۔"

نبی کریم ﷺ کے اہل بیت اور قرآن مجید:

اب ہم قرآن مجید سے چند آیات بیان کرتے ہیں جن سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اہل بیت میں شامل ہیں۔

سورتِ نمل میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی حضرت صفورہ رضی اللہ عنہا کو آپ کی اہل فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے!

"اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 19، سورۃ النمل، آیت نمبر 7)

"جب موسیٰ نے اپنی گھر والی سے فرمایا مجھے ایک آگ نظر آتی ہے۔"

اس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل بیت فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے!

"وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 4 سورۃ آل عمران، آیت نمبر 121)

"اور یاد کیجئے یا رسول اللہ! جب آپ صبح کو اپنے دولت خانہ (حضرت عائشہ کے گھر) سے برآمد ہوئے مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر قائم کرتے۔"

اور اسی طرح قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو بھی اہلِ بیت فرمایا ہے!

"قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 12، سورۃ ہود، آیت نمبر 73)

"فرشتے بولے کیا اللہ تعالیٰ کے کام کا تعجب کرتی ہو اللہ کی رحمت اور اس
کی برکتیں تم پر ہوں اے نبی کے گھر والو۔"

ان آیات سے یہ اظہر من الشمس ہوگیا کہ ازواج مطہرات سلام اللہ علیہن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں شامل ہیں۔

اب ان لوگوں کے رد میں چند آیات پیش ہیں جو آلِ رسول یعنی اولادِ رسول اور داماد رسول کو اہل بیت میں داخل نہیں جانتے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

"اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 22، سورۃ احزاب، آیت نمبر 33)

"اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے دور کر دے
ہر قسم کی ناپاکی کو اور تمہیں پوری طرح پاک وصاف کر دے۔"

"رجس" کے معنی گندی چیز کے ہیں۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر ناپسندیدہ چیز کو "رجس" کہتے ہیں، خواہ وہ عمل ہو یا غیر عمل اور اکثر علماء کرام نے اس سے گناہ مراد لیا ہے اسی لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

"اَنَا وَاَھْلُ بَیْتِیْ مُطَھَّرُوْنَ مِنَ الذُّنُوْبِ"

(روح المعانی، جلد نمبر 22، صفحہ نمبر 12)

"میں اور میرے اہل بیت گناہوں سے پاک ہیں۔"

اس آیت تطہیر کے شانِ نزول کے بارے میں اُم المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں اپنے گھر کے دروازے کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے عرض کیا!

"یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اَلَسْتُ مِنْ اَھْلِ الْبَیْتِ"

"اے اللہ کے نبی! کیا میں آپ کے اہل بیت سے نہیں؟"

تو آپ علیہ السلام نے فرمایا!

"اِنَّکِ اِلٰی خَیْرٍ اَنْتِ مِنْ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ

"یقیناً آپ بھلائی پر اور نبی کی ازواج میں سے ہیں۔"

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

"میرے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ حضرت علی، حضرت فاطمۃ الزہرا ور حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہم موجود تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اپنی کالی ھاری دار چادر ڈال دی اور عرض کیا!

"اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُ بَیْتِیْ فَاذْھَبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا"

(تفسیر خازن، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 449)

"اے اللہ! یہ میرے اھل بیت ہیں تو ان سے رجس کو دور فرمادے اور انہیں خوب پاک فرمادے۔"

حضرت ابوسعید حذری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد چالیس دن صبح فجر کے وقت حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے دروازے پر تشریف لاکر فرماتے!

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکٰتُہٗ اَلصَّلٰوۃُ رَحِمَکُمُ اللّٰہُ"

(اشرف المؤبد لآل محمد، صفحہ نمبر 8، مطبوعہ مصر)

"اے اہل بیت! تم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی، رحمت اور برکت ہو۔ نماز پڑھو خدا تم پر رحم فرمائے۔"

اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد چھ ماہ تک اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بقول سات ماہ تک جب بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کیلئے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر کے دوازے کے پاس سے گزرتے تو آپ بلند آواز سے فرماتے!

"یَا اَھْلَ الْبَیْتِ اَلصَّلٰوۃُ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ

اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیْرًا"

(تفسیر در منشور، از امام جلال الدین سیوطی، جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 189)

"اے اہل بیت! نماز کا وقت ہے، نماز پڑھو، اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو تم سے دور کر دے ہر قسم کی ناپاکی اور اچھی طرح تمہیں پاک صاف کر دے۔"

اسی طرح امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الصواعق المحرقہ، صفحہ نمبر 144 میں اس آیت تطہیر کے ضمن میں فرماتے ہیں!

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کے بعد دعا فرمائی اور پھر فرمایا!

"اَنَا حَرْبٌ لِّمَنْ حَارَبَہُمْ وَسَلْمٌ لِّمَنْ سَالَمَہُمْ وَعَدُوٌّ لِّمَنْ عَادَاہُمْ"

"جو ان (اہل بیت) سے جنگ کریں گے میں ان سے جنگ کروں گا اور جو ان سے صلح کریں گے میں ان سے صلح کروں گا اور جو ان سے دشمنی کریں گے میں ان سے دشمنی کروں گا۔"

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نفوس قدسیہ پہ اپنی چادر ڈال کر عرض کیا!

"اَللّٰہُمَّ ہٰؤُلَاءِ اٰلُ مُحَمَّدٍ فَاجْعَلْ صَلٰوتَکَ وَبَرَکَاتِکَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ"

(صواعق محرقہ، صفحہ نمبر 144)

"اے اللہ! یہ آل محمد ہیں پس تو اپنی صلوٰۃ و برکات آل محمد پر نازل فرما بے شک تو ہی تعریف کیا گیا اور بزرگی والا ہے۔"

اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے!

"قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی"

"اے نبی! فرما دیجئے میں (اس دعوت حق پر) کوئی معاوضہ نہیں مانگتا سوائے اپنے قرابت داروں کی محبت کے۔"

اس آیت کریمہ کے شان نزول کے بارے میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما

فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو انصارِ مدینہ نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام پر مصارف بہت زیادہ ہیں اور مال وغیرہ کچھ بھی نہیں تو انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق واحسانات یاد کر کے بہت سا مال واسباب جمع کیا، سب کا سب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر دیا اور عرض کیا!

"یارسول اللہ! ہم آپ کی وجہ سے گمراہی سے ہدایت کی طرف آئے۔ آپ کی وجہ سے ہی ہمیں خداشناسی ملی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے اخراجات بہت زیادہ ہیں اور آمدن کچھ بھی نہیں اس لیے یہ مال ودولت آپ کی بارگاہ میں ہدیہ کرتے ہیں قبول فرمائیں۔"

اس وقت مندرجہ بالا آیت کریمہ نازل ہوئی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مال واسباب واپس کر دیا۔

(تفسیر خزائن العرفان، صفحہ نمبر 703)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا!

"یارسول اللہ! آپ کے قرابت داروں سے کون مراد ہے؟"

تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا!

"**عَلِیٌّ وَّفَاطِمَۃُ وَابْنَاھُمَا**"

"علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے۔"

(تفسیر مظہری، از قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 318)

علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اس آیت کے ضمن میں تحریر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا!

"**یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ قَرَابَتُکَ ھٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ وَجَبَتْ عَلَیْنَا مُوَدَّتُھُمْ**"

"یارسول اللہ! آپ کے وہ قریبی کون ہیں جن کی محبت ہم مسلمانوں پر واجب ہے؟"

آپ علیہ السلام نے فرمایا!

"عَلِیٌّ وَّفَاطِمَۃُ وَابْنَاھُمَا"

"وہ علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے حسن وحسین ہیں۔"

(تفسیر روح المعانی، جلد نمبر 25 صفحہ نمبر 31) (تفسیر روح البیان، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 311)

اسی آیت کی تفسیر میں حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جب آیت مودت نازل ہوئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا!

"اے اللہ کے رسول وہ کون سے قریبی ہیں جن کی محبت قرآن کے حکم سے ہم پر واجب ہے؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین اور ان دونوں کی اولاد۔"

حضرت ابن عربی مزید لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

"اس شخص پر جنت حرام کر دی گئی جس نے میرے اہل بیت پر ظلم کیا اور مجھے میری عزت کے بارے میں تکلیف دی۔ جس نے عبدالمطلب کے کسی بیٹے کے ساتھ احسان کیا اور وہ اس کا بدلہ نہ دے سکا تو اس کے احسان کا بدلہ کل قیامت کے دن میں دوں گا جب وہ مجھے ملے گا۔"

(تفسیر ابن عربی، از امام محی الدین ابن عربی جلد ثانی، صفحہ نمبر 433 مطبوعہ بیروت)

(تفسیر روح البیان، از علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 311)

مذکورہ بالا آیات واحادیث سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت علی، حضرت فاطمۃ الزہرا، حضرت امام حسن وحسین، ان کی اولادیں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات وباندیاں بھی شامل ہیں۔

اہل بیت اور احادیث:

اہل بیت رسول سلام اللہ علیہم کی عظمت وشان میں بے شمار فرامین رسول علیہ السلام موجود ہیں جن میں سے چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

1- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں عرفہ کے دن اپنی اونٹنی قصواء پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے

فرمایا!

"یٰۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَنْ اَنْ اَخَذْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا کِتَابُ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ"

(سنن ترمذی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 219)

"اے لوگو! میں نے تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اسے پکڑے رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) اور دوسرے میرے گھر والے اور عترت۔

گویا کہ ارشاد فرمایا!

"جو لوگ قرآن مجید پر عمل کرتے رہیں گے اور میرے اہل بیت سے محبت کرتے رہیں گے وہ ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوں گے۔"

2- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد کیا خوب کہتے ہیں!

"یَآ اَھْلَ بَیْتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ حُبُّکُمْ فَرْضٌ مِّنَ اللّٰہِ فِی الْقُرْاٰنِ اَنْزَلَہٗ کَفَاکُمْ مِنْ عَظِیْمِ الْقَدْرِ اَنَّکُمْ مَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَیْکُمْ لَاصَلٰوۃَ لَہٗ"

"اے اہل بیت رسول! تمہاری محبت اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب قرآن مجید میں فرض قرار دی گئی ہے۔ تمہارے عظیم المرتبت ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ جو کوئی بھی نماز میں تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔"

3- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

"اَحِبُّوْا اللّٰہَ لِمَا یَغْذُوْکُمْ مِنْ نِّعَمِہٖ وَاَحِبُّوْنِیْ بِحُبِّ اللّٰہِ وَاَحِبُّوْا اَھْلَ بَیْتِیْ بِحُبِّیْ"

(جامع ترمذی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 219)

"اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کہ وہ تمہیں نعمتوں سے غذا عطا فرماتا ہے اور مجھ سے اللہ تعالیٰ کی خاطر محبت کرو اور میرے اہل بیت سے میرے سبب سے محبت کرو۔"

4- حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کعبہ شریف کا دروازہ پکڑ کر فرمایا کہ میں نے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا!

"اَلَا اِنَّ مِثْلَ اَھْلُ بَیْتِیْ فِیْکُمْ مِثْلَ سَفِیْنَۃُ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَھَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا ھَلَکَ"

(مشکوٰۃ المصابیح، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 595)

"خبردار کہ تم میں میرے اہل بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے، جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہو گیا۔"

اس حدیث شریف کی اہمیت کا اندازہ ایک تو اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس حدیث کو بیان کرنے والے صحابی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیت اللہ شریف کا دروازہ پکڑ کر اسے بیان کر رہے ہیں تا کہ کسی کو بھی اس کی صحت و اہمیت پر شک نہ رہے۔ وہ ابوذر غفاری جن کے تقویٰ کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زہد عیسیٰ علیہ السلام کا نام دیا۔

دوسرا یہ کہ حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء اس بات کا اعلان فرما رہے ہیں کہ جس کسی کے ہاتھ سے بھی میری اہل بیت کی محبت کا دامن چھوٹ گیا، وہ اس دنیا میں بھی اور قیامت کے دن بھی تباہ و برباد ہو گیا۔

-5 حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی شان ہے!

"اَھْلُ بَیْتِیْ اَمَانٌ لِّاَھْلِ الْاَرْضِ فَاِذَا ھَلَکَ اَھْلُ بَیْتِیْ جَاءَ اَھْلَ الْاَرْضِ مِنَ الْاٰیَاتِ مَا کَانُوْا یُوْعَدُوْنَ"

"میرے اہل بیت اہل زمین کیلئے امان ہیں۔ جب میرے اہل بیت ہلاک ہو جائیں گے تو اہل زمین کے پاس وہ نشانیاں آئیں گی جن سے انہیں ڈرایا گیا ہے۔"

-6 ایک اور اشاد مبارک ہے!

"میرے اہل بیت سارے اہل زمین کیلئے غرق ہونے سے امان ہیں اور میرے اہل بیت میرے امت کے اختلاف کی امان ہیں۔ پس جب عربوں میں سے کوئی قبیلہ ان کی مخالفت کرتا ہے تو وہ اختلاف کر کے شیطان کا ٹولہ بن جاتا ہے۔"

(الصواعق المحرقۃ، صفحہ نمبر 125)

ان احادیث سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی

جائے امان تھی جو کوئی بھی اس میں سوار ہو گیا وہ بچ گیا اور جو کوئی اس میں سوار نہ ہوا وہ تباہ و برباد ہو گیا۔ اسی طرح جو کوئی بھی اہل بیت کی محبت سے سرشار ہو گیا وہ کامیاب ہوا اور جو کوئی بغض و عنادِ اہل بیت کی آگ میں جل گیا وہ نامرد ہوا۔

باغ جنت کے ہیں ہر مدحِ خوانِ اہلِ بیت
تم کو مژدہ نار کا اے دشمنانِ اہلِ بیت

7- حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"اِجْعَلُوْا اَھْلَ بَیْتِیْ مِنْکُمْ مَکَانَ الرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ وَمَکَانَ الْعَیْنِ مِنَ الرَّأْسِ وَلَا تَھْتَدِی الرَّأْسُ اِلَّا بِالْعَیْنَیْنِ"

(اشرف المؤبد لآل محمد، صفحہ نمبر 28)

"میرے اہل بیت کو اپنے درمیان وہ مقام دو جو جسم میں سر کا اور سر میں آنکھوں کا ہے اور سر تو فقط آنکھوں کے ذریعے ہدایت پاتا ہے۔"

8- حضرت امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

"کوئی بندہ کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک مجھے اپنی جان سے اور میری اولاد کو اپنی اولاد سے اور میرے اہل کو اپنے اہل سے اور میری ذات کو اپنی ذات سے زیادہ محبوب نہ جانے۔"

(اشرف المؤید لآل محمد، صفحہ نمبر 85)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ علیہ السلام سے نسبت والی ہر چیز کو مومن اپنی جان، اولاد، مال، اپنے اعزاء و اقرباء، بلکہ ہر چیز سے زیادہ محبوب رکھتا ہے۔ یہ خوش بختی اہل سنت و جماعت کے حصے میں آئی ہے کہ وہ ہر اس چیز کو اپنے سر کا تاج بناتے ہیں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ادنیٰ سی بھی نسبت ہو۔

اس حدیث سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ حُبِّ اہلِ بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بغیر ایمان نامکمل ہے اور جس کا ایمان مکمل نہیں اسے عبادات کا ڈھیر بھی کیا فائدہ دے گا۔

9- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

"وَعَدَنِیْ رَبِّیْ فِیْ بَیْتِیْ مَنْ اَقَرَّ مِنْهُمْ بِالتَّوْحِیْدِ وَلِیْ بِالْبَلَاغِ اَنْ لَّا یُعَذِّبَهُمْ"

"میرے رب نے میرے گھرانے کے بارے میں مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ جو بھی ان میں سے توحید ورسالت کا اقرار کرے گا میں اسے عذاب نہیں دوں گا۔"

10- یہ تو اہل بیت کا معاملہ ہے، اب ذرا اس عاشق کے متعلق بھی فرمانِ مصطفیٰ کریم علیہ السلام سنئے جوان سے محبت کرتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا!

"اَرْبَعَةٌ اَنَا لَهُمْ مُشَفِّعٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَلْمُکْرِمُ لِذُرِّیَّتِیْ وَالْقَاضِیْ لَهُمْ حَوَائِجَهُمْ وَالسَّاعِیْ لَهُمْ فِیْ اُمُوْرِهِمْ عِنْدَمَا اضْطُرُّوْا اِلَیْهِ وَالْمُحِبُّ لَهُمْ بِقَلْبِهٖ وَلِسَانِهٖ"

"قیامت کے دن میں چار آدمیوں کی سفارش کروں گا۔ ایک وہ جو میری اولاد کی عزت کرنے والا ہوگا، دوسرا وہ جوان کی ضروریات کو پورا کرنے والا ہوگا، تیسرا وہ کہ جب اہل بیت مجبوری کی حالت میں اس کے پاس آئیں تو وہ ان کے معاملات نپٹانے میں کوشش کرنے والا ہوگا اور چوتھا وہ جو دل اور زبان سے ان سے محبت کرنے والا ہوگا۔"

11- مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ارشاد عالی شان ہے!

"مَنْ صَلّٰی صَلَاةً وَلَمْ یُصَلِّ فِیْهَا عَلَیَّ وَعَلٰی اَهْلِ بَیْتِیْ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ"

(الصواعق المحرقہ، صفحہ نمبر 233)

"جس کسی شخص نے بھی نماز پڑھی اور اس میں مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہ پڑھا تو اس کی نماز قبول نہ کی جائے گی۔"

12- حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

"کُلُّ دُعَاءٍ مَحْجُوْبٌ حَتّٰی یُصَلّٰی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ"

"ہر دعا کو روک دیا جاتا ہے یہاں تک کہ محمد ﷺ اور محمد ﷺ کی آل پر درود نہ پڑھ لیا جائے۔"

(فیض القدیر، جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 19)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"اللہ تعالیٰ دعا کو اس وقت تک قبول نہیں فرماتا جب تک محمد ﷺ اور محمد ﷺ کے اہل بیت اطہار پر درود نہ پڑھ لیا جائے۔"

ان احادیث سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ اگرچہ کوئی خدا تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا بھی اقرار کرتا ہے مگر اہل بیت اطہار کے ساتھ بغض وعناد رکھتا ہے اس کی کوئی بھی عبادت قبول نہیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا!

”یا اھلبیت رسول اللہ حبکم فرض من اللہ فی القرآن انزلہ
کفا کم من عظیم القدر انکم من لم یصلی علیکم لا صلاۃ لہ“

”اے رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت تمہاری محبت اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب قرآن مجید میں فرض قرار دی گئی ہے اور تمہارے عظیم المرتبت ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔“

13- حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

”مَنْ لَّمْ يَعْرِفْ عِتْرَتِیْ وَالْاَنْصَارَ فَهُوَ لَاحَدِ ثَلَاثٍ اِمَّا مُنَافِقٌ وَّاِمَّا لِزَانِيَةٍ وَاِمَّا
لِغَيْرِ طُهْرٍ يَعْنِیْ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ عَلٰی غَيْرِ طُهْرٍ“

(اشرف المؤید لآل محمد، صفحہ نمبر 92)

”جو شخص میری عترت اور انصار کو نہیں پہچانتا (ان کی تعظیم نہیں کرتا) تو اس میں تین میں سے ایک ضرور نقص ہوگا۔ یا تو وہ منافق ہوگا یا وہ حرامی بچہ یا جب اس کی ماہ اس سے حاملہ ہوئی ہوگی تو وہ پاک نہ ہوگی (یعنی حیض ونفاس والی ہوگی)۔“

اس حدیث پر وہ لوگ خاص طور پر غور کریں جن کے دل میں اہل بیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بغض ہے۔

14- حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مخبر صادق علیہ السلام نے فرمایا!

”اے لوگو! جو شخص اہل بیت کے ساتھ بغض رکھے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا حشر یہودیوں کے ساتھ کرے گا۔“

15- وہ خوش قسمت جن کے دل میں عشق اہل بیت موجزن ہے قیامت کے دن ان کی شان دیکھنے والی ہوگی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

”میرے اہل بیت اور میرے وہ امتی جوان سے محبت رکھتے ہیں قیامت کے دن حوض کوثر پر ان دو انگلیوں کی طرح (آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی جوڑ کر اشارہ کیا) وارد ہوں گے۔“

16- حضور رحمت عالم علیہ السلام کا ارشاد عالی شان ہے!

”میں اور میرے اہل بیت جنت کے درخت ہیں اور ان کی شاخیں دنیا میں ہیں تو جوان شاخوں کو محبت وعقیدت کے ساتھ تھامے وہ اپنے رب کی طرف سے راستہ پائے گا۔“

(ذخائر العقبیٰ، صفحہ نمبر 16، مطبوعہ مصر)

17- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

”لَایُحِبُّ نَاوَ اَهْلَ الْبَیْتِ اِلَّامُؤْمِنٌ تَقِیٌّ وَّلَا یُبْغِضُنَا اِلَّا مُنَافِقٌ شَقِیٌّ“

(الصواعق المحرقہ، صفحہ نمبر 232)

”مجھ سے اور اہل بیت سے مومن اور متقی محبت رکھتا ہے اور منافق اور شقی ہم سے بغض رکھتا ہے۔“

اس حدیث مبارکہ سے مومن اور متقی اور منافق و شقی کی پہچان ہو گئی کہ جس کا دل محبت و عظمت اہل بیت اطہار سے سرشار ہے وہ مومن بھی ہے اور متقی بھی اور جس کے ماتھے پر عظمت وشان رسول و اہل بیت سن کر بل پڑ جائیں اور جس کا سینہ بغض وعناد سے جل رہا ہو وہ منافق بھی ہے اور بد بخت بھی۔

18- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

”مَنْ اَبْغَضَ اَهْلَ الْبَیْتِ فَهُوَ مُنَافِقٌ“

”جو اہل بیت کے ساتھ بغض رکھتا ہے وہ منافق ہے۔“

19- علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”الشرف المؤبد لآل محمد“ میں امام حاکم اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہما کے حوالے سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

”اگر کوئی شخص بیت اللہ کے ایک کونے اور مقام ابراہیم کے درمیان چلا جائے اور نماز پڑھے اور روزے رکھے پھر وہ اہل بیت محمد ﷺ کی دشمنی پر مر جائے تو دوزخ میں جائے گا۔“

غور طلب مقام ہے کہ بیت اللہ شریف اس دنیا میں افضل ترین مقام ہے جہاں پر ایک نماز پڑھنے کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ملتا ہے اور پھر اس گھر میں بیت اللہ شریف کے بعد افضل ترین جگہ مقام ابراہیم ہے تو جس کے دل میں اہل بیت اطہار کی عداوت ہے اس کو ان مقدس ترین مقامات پر بھی عبادات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں اور اس کی تمام مشقت بے کار ہے۔

نتیجہ کلام:

گزشتہ بالا سطور کا حاصل یہ ہے کہ اہل بیت اطہار سلام اللہ علیہم اجمعین کے مقام کا اندازہ کرنے کی نہ کسی قلم میں سکت ہے اور نہ کسی زبان میں طاقت۔ اگر ایک صحابی کی عظمت تک ساری امت کے اولیاء، اغواث، اقطاب، ابدال واتاد نہیں پہنچ سکتے تو جو اہل بیت ہیں ان کی گردِ پا تک کون پہنچ سکتا ہے۔؟ اب گستاخوں اور بے ادبوں میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو اپنے مقاصد کیلئے کبھی اولاد علی رضی اللہ عنہ کو اہل بیت سے نکالنے کی کوشش کرتا ہے تو کبھی ازواج رسول سلام اللہ علیہن اجمعین کو۔ مذکورہ بالا تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات سلام اللہ علیہن اجمعین، تمام بیٹیاں، تمام داماد اور حضرت فاطمہ کی اولاد کی اولاد بھی اہل بیت رسول رضی اللہ عنہم میں شامل ہیں۔

* * *

شانِ ازواجِ مطہرات

بحکمِ ربّ:

مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے جن عورتوں کو اپنے عقد میں لیا ان کو اپنی مرضی سے نہیں لیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے لیا۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

"مَا تَزَوَّجْتُ شَيْئًا مِنْ نِسَائِيْ وَلَا زَوَّجْتُ شَيْئًا مِنْ بَنَاتِيْ اِلَّا
بِاِذْنٍ جَاءَنِيْ بِهٖ جِبْرِيْلُ عَنِ اللّٰهِ"

(حلیۃ اولیاء، لابی نعیم، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 251)

"میں نے اپنی ازواج میں سے کسی عورت سے نکاح نہیں کیا اور نہ اپنی کوئی بیٹی کسی کے نکاح میں دی مگر اس اجازت سے جو جبریل امین اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر میرے پاس آئے۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرضی سے کسی خاتون کے ساتھ بھی نکاح نہیں فرمایا بلکہ تمام نکاح اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرمائے۔

اہلِ جنت:

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

"سَأَلْتُ رَبِّيْ اَنْ لَّا اَتَزَوَّجَ اَحَدًا مِنْ اُمَّتِيْ وَلَا يَتَزَوَّجُ اِلَى اَحَدٍ
مِنْ اُمَّتِيْ اِلَّا كَانَ مَعَ الْجَنَّتِ فَاَعْطَانِيْ ذَالِكَ"

(الصواعق المحرقہ، صفحہ نمبر 186)

”میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میں اھل جنت کے سوا کسی سے نکاح نہ کروں، شادی صرف اھل جنت سے ہو تو اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو قبول فرمایا۔“

ایک اور حدیث اقدس میں ہے!

”بے شک اللہ تعالیٰ میرے لیے بس وہی عورتیں پسند فرماتا ہے اور میری بیٹیوں کے لیے وہی مرد پسند فرماتا ہے جو اہل جنت سے ہو۔“

(جمرۃ النساب، صفحہ نمبر 710)

ان احادیث سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ تمام کی تمام ازواج مطہرات سلام اللہ علیہن اجمعین جنتی ہیں اور ان تمام ازواج میں سے کسی ایک کے متعلق غلط سوچ رکھنے والا صراط مستقیم پر نہیں۔

حرمتِ قطعی:

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

”وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْآ اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ٥“

(القرآن المجید، پارہ نمبر 22، سورۃ احزاب، آیت نمبر 53)

”(اے ایمان والو!) تم کو یہ زیب نہیں دیتا کہ تم اذیت پہنچاؤ اللہ کے رسول کو اور تمہیں اس کی بھی اجازت نہیں کہ تم نکاح کرو ان کی ازواج سے ان کے بعد کبھی بھی بیشک ایسا کرنا اللہ کے نزدیک گناہ عظیم ہے۔“

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جو پہلا حکم دے رہا ہے وہ یہ ہے کہ تم کو اس بات کی ہرگز اجازت نہیں کہ تم ایسا کام کرو جس سے میرے پیارے محبوب علیہ السلام کو ذرا برابر بھی تکلیف پہنچے۔ یہاں تک فرمایا! ”لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ“ یعنی اپنی آواز بھی میرے محبوب علیہ السلام سے اونچی مت کرو اور اگر ایسا ہو گیا تو ”اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ“ تمہارے تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے گا۔ تو جب

ایک ادنیٰ سی بے ادبی کی وجہ سے تمام اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے تو ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو اہل بیت رسول سلام اللہ علیہم اجمعین کی شان میں بے باکیاں کرتے ہیں اور پھر بھی اپنے آپ کو مومن کہتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کی رفعت وشان ظاہر کرنے کیلئے ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ تم ان کو عام عورتیں خیال مت کرو بلکہ یہ تم پر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے حرام ہیں۔ تمہیں ان کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت نہیں یہ امہات المومنین ہیں اور تم اس چیز کو معمولی خیال نہ کرو بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا جرم ہے۔

اس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا در حقیقت اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے اور ایذائے رسول علیہ السلام کی جس قدر بھی اقسام ہو سکتی ہیں ان میں سب سے زیادہ سخت وہ صورت ہو گی جس میں اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف کوئی بات یا عمل کیا جائے۔

اُمت کی مائیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

"اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّہٰتُہُمْ"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 21، سورۃ احزاب، آیت نمبر 6)

"نبی ﷺ مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ ان کے قریب ہیں اور آپ ﷺ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔"

علمائے لغات نے اولیٰ کا معنی "زیادہ قریب، زیادہ حقدار اور زیادہ مالک" کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ تینوں معنی درست ہیں۔"

1: ازواج مطہرات کو امت کی مائیں فرمانے سے مراد تعظیم وتکریم کے اعتبار سے مائیں ہونا ہے۔ ماں اور اولاد کے دوسرے احکام حرمت نکاح اور محرم ہونے کی وجہ سے باہم پردہ نہ ہونا اور میراث میں حصہ دار ہونا وغیرہ احکام اس سے متعلق نہیں۔ جیسا کہ آخر آیت میں اسے کھول دیا گیا ہے اور ازواج مطہرات سے کسی امتی کا نکاح حرام ہونا ایک علیحدہ آیت

میں مستقل بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے ضروری نہیں کہ حرمت نکاح بھی مائیں ہونے کی وجہ سے ہو۔

اسی آیت کی تشریح کرتے ہوئے مولانا محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں اور پیغمبر علیہ السلام کی بیویاں مسلمانوں کی روحانی مائیں ہیں۔ ماؤں سے بڑھ کر ان کی تعظیم فرض ہے اور یہ حکم باعتبارِ ادب واحترام کے ہے، پردہ، میراث کے اعتبار سے ہے، باقی اور امور میں وہ بالکل اجنبی عورتوں کی مانند ہیں۔

(معارفُ القرآن، از مفتی شفیع دیوبندی، جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 422)

2: امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ تعظیم وحرمت اور ہمیشہ کیلئے ان سے نکاح نہ ہونے کے لحاظ سے وہ امہات المومنین ہیں نہ کہ ان کو دیکھنا اور ان کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا جیسا کہ حقیقی ماں کے ساتھ آدمی خلوت میں بیٹھ سکتا ہے۔ یہ سب ان کے حق میں حرام ہے اور اس لحاظ سے وہ اجنبیوں کی طرح ہیں۔ دوسری بات یہ کہ ان کی بیٹیوں کی اخوت المومنین اور نہ ہی ان کی بہنوں اور بھائیوں کو خالات المومنین اور اخوال المومنین کہا جاتا ہے۔

(معالم التنزیل، للبغوی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 507)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں!

''سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بہن سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ اسی طرح حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے سیدہ ام الفضل رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا جو کہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ تھی اس لیے ان دونوں کو ام المومنین کی ہمشیرگان ہونے کے ناطے مومنوں کی خالہ اور ان کے خاوندوں کو مومنوں کے خالو نہیں کہا جاسکتا۔''

(دلائل النبوۃ، از امام بیہقی رضی اللہ عنہ، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 459)

مائیں مردوں کی یا عورتوں کی......؟:

اب یہاں پر یہ سوال بھی ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ امہات المومنین صرف مردوں کی

مائیں ہیں یا خواتین کی بھی۔؟ اس بارے میں علماء کی دو رائے ہیں۔ ایک رائے کے مطابق تو ازواج مطہرات تمام ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کی مائیں ہیں اور یہی صحیح ہے۔ دوسرے فریق کی رائے کے مطابق ازواج مطہرات صرف مومن مردوں کی مائیں ہیں۔ اس کی دلیل میں یہ حدیث ہے۔

"حضرت مسروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک عورت نے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا!

"اے ماں!"

تو حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

"میں تیری ماں نہیں ہوں بلکہ تمہارے مردوں کی ماں ہوں۔"

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 64) (سنن بیہقی، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 70)

ان حضرات کی رائے میں امہات المومنین صرف مومن مردوں کی مائیں ہیں کیونکہ حقیقی ماؤں کی طرح ان سے نکاح ہمیشہ ہمیشہ کیلئے حرام ہے۔ مزید تفصیل کے لیے امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "خصائص کبریٰ" جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 250 دیکھیں۔

اس آیت کی رو سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کی عزت و تکریم اپنی حقیقی ماں سے بھی زیادہ کرنی چاہیے کیونکہ وہ حقیقی ماؤں سے زیادہ مرتبہ و شان کی مالک ہیں اور ان کی شان میں ادنیٰ سی بے ادبی یا گستاخی کے الفاظ تک استعمال کرنا بھی حرام ہے۔ کیونکہ ان کو تکلیف دینے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچی ہے جو کہ اشد درجہ حرام ہے اور اگر حقیقی ماں کو تنگ اور ناراض کرنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جاتا ہے تو کتنے بد نصیب ہیں وہ جو اپنی روحانی ماؤں کی گستاخیاں کرتے ہیں اور ان کے متعلق بے ہودہ زبان استعمال کرتے ہیں۔

بھائی یا والد......؟:

اس آیت مبارکہ سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے روحانی باپ ہیں نہ کہ بھائی۔ جیسا کہ سنن ابی داؤد کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا!

"اِنَّمَا اَنَا لَکُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ"

(سنن ابی داؤد، تفسیر عثمانی صفحہ ۷۱۷)

"بے شک میں تمہارے لیے بمنزلہ باپ کے ہوں۔"

دوسری بات یہ کہ بھائی کی بیوی بھاوج ہوتی ہے نہ کہ ماں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات مومنوں کی مائیں ہیں۔ جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے بھائی کا درجہ دیا ہوا ہے وہ اس مذکورہ حدیث کے خلاف خود ساختہ باتوں پر یقین کرنے والے پرلے درجے کے ظالم ہیں۔

تمام جہاں کی عورتوں سے افضل:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ازواجِ مطہرات کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے!

"یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 22، سورۃ احزاب، آیت نمبر 32)

"اے نبی کی ازواج! تم نہیں ہو دوسری عورتوں میں سے کسی عورت کی طرح (بلکہ تم تمام جہاں کی عورتوں سے افضل ہو)۔"

اس آیت مبارکہ میں ازواجِ مطہرات کو جو تمام خواتین سے افضل و ممتاز فرمایا جا رہا ہے وہ اس افضل ترین نسبت کی وجہ ہے جو کہ ان کو ازواجِ رسول علیہ السلام ہونے پر ملی اور یہ ایسی عظیم الشان نسبت ہے کہ اس جیسی کوئی اور نسبت ہو نہیں سکتی۔

اس آیت مبارکہ سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ جب ازواج مطہرات سلام اللہ علیھن اجمعین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبت ہو جانے سے تمام عالمین کی خواتین سے افضل و اعلیٰ ہونے کا اعزاز عطا فرما دیا تو جس کی وجہ سے انہیں یہ اعزاز عطا ہوا وہ خود کس شان کا حامل ہو گا؟

مراکزِ رحمت و برکت:

ارشاد ربانی ہے!

"وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ
كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۝"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 22، سورۃ احزاب، آیت نمبر 34)

"(اے ازواج رسول) یاد رکھو کہ اللہ کی آیتوں اور حکمت کی باتوں کو جو
پڑھی جاتی ہیں تمہارے گھروں میں بے شک اللہ تعالیٰ بڑا لطف فرمانے
والا اور ہر بات سے باخبر ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے ازواج مطہرات کے گھروں کو وحی الٰہی اور حکمت ربانی کا گہوارہ قرار دیا ہے۔ یعنی یہی وہ مراکز ہیں جہاں سے تمام عالمین کی ہدایات کیلئے احکامات الٰہی بزبانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نافذ ہوئے۔

اس آیت مبارکہ میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو یہ بھی حکم ہو رہا ہے کہ تم میرے محبوب علیہ السلام سے میری آیتوں اور حکمت کی باتوں کو یاد کرو تا کہ خواتین کی تربیت کا اہتمام ہو سکے۔ حقیقت میں یہ امہات المؤمنین ہی ہیں جن کی وجہ سے نا صرف خواتین نے فرامینِ رسول علیہ السلام کو یاد کیا بلکہ مردوں کی بھی ایک بہت بڑی تعداد ان کی فیض یافتہ ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دُنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد اُمہات المؤمنین ہی کے گھر عوام الناس کے لئے درسگاہیں اور منبع فیوض برکات تھے۔

* * *

اختیارِ ازواج

"یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا
وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًاo"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 21، سورۃ احزاب، آیت نمبر 28)

"اے نبی! اپنی بیویوں سے فرما دیجئے کہ اگر تم دُنیاوی زندگی اور اس کی آرائش کی خواہاں ہو تو آؤ تمہیں مال و متاع دے دوں اور پھر تمہیں رخصت کر دوں بڑی خوبصورتی کے ساتھ۔"

صحیح بخاری میں "باب وان کنتن تردن .... "حدیث نمبر 4786 اور صحیح مسلم میں نے "باب ان تخیر امراته لایکون طلاقا الا بالنیته" حدیث نمبر 1478 میں حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حسب معمول ایک روز میرا پڑوسی انصاری گھبرایا ہوا آیا اور اس نے زور سے دروازہ کھٹکھٹا کر پوچھا!

"کیا عمر ابن الخطاب ہیں؟"

چنانچہ میں بھی گھبرا کر باہر نکل آیا اور پوچھا!

"کیا غسانی آگئے ہیں؟"

اس نے کہا!

"نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑا واقعہ پیش آیا ہے۔ وہ یہ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے۔"

پس مجھے سخت رنج ہوا اور میں نے کہا!

"اگر ایسا ہوا ہے تو میری بیٹی حفصہ بڑی کم نصیب ہے۔"

پھر میں صبح کو عوالی سے روانہ ہوا۔ کاشانہ نبوت پر پہنچ کر میں نے دیکھا کہ وہ بیٹھی رو رہی ہے۔ میں نے اس سے پوچھا!

"کیا تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دے دی ہے؟

اس نے جواب دیا!

"میں نہیں جانتی۔"

میں نے پوچھا!

"سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟"

میری بیٹی نے جواب دیا!

"وہ اس بالا خانے میں تشریف فرما ہیں۔"

پھر میں نے کہا!

"تجھے یہ حسد نہ ہو کہ تیری سہیلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منظور نظر ہے یعنی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا۔"

پھر میں نکل کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور کہا کہ تم لوگ اس نعمت کی قدر نہیں کرتی ہو کہ تم اللہ کے رسول کی بیبیاں ہو اور بخدا! اگر وہ تم کو طلاق دے دیں تو بے شک اللہ تعالیٰ ان کے واسطے تم سے بہتر ازواج ان کے حبالہ عقد میں دے دے گا۔"

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اس بات سے تھوڑی سی برافروختہ ہو گئیں اور فرمانے لگیں!

"اے عمر! تم ہر بات میں مداخلت کرتے ہو اور اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے درمیان بھی دخل دیتے ہو؟"

میں یہ سن کر خاموش ہو گیا اور وہاں سے نکل کر مسجد میں آ گیا اور وہاں منبر کے پاس میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اسی بات کا تذکرہ کر رہے ہیں اور بہت سے رو بھی رہے ہیں۔ میں نے ان سے کہا!

"میں یہ معاملہ تمہارے لیے حل کیے دیتا ہوں۔"

چنانچہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے در دولت پر حاضر ہوا۔ بالا خانے کے نیچے میں نے ایک آدمی کو دیکھا۔ میں نے اس سے کہا!

''میرے لیے بارگاہ رسالت میں جانے کی اجازت طلب کرو۔''

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور واپس آ کر کہا!

اے عمر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا۔''

پھر اتنے میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ ان کیلئے بھی بارگاہ رسالت سے اجازت نہیں ملی۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

''میں پھر مسجد میں جا بیٹھا لیکن رنج وغم کی وجہ سے میری حالت غیر تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے پھر جا کر بارگاہ رسالت میں جانے کی اجازت طلب کی اس بار اجازت مل گئی۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی اجازت مل گئی۔''

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اوپر جب بارگاہ رسالت میں پہنچے تو دیکھا کہ ازواج مطہرات آپ علیہ السلام کے گرد بیٹھی ہیں مگر سر جھکائے خاموش ہیں۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

''میں نے چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسی بات کہوں جس سے آپ علیہ السلام خوش ہو کر ہنس دیں۔ پس میں نے کھڑے ہو کر کہا!

''یا رسول اللہ! آپ نے اس واقعہ کو ملاحظہ نہیں فرمایا کہ دختر فلاں (میری بیوی) نے بھی مجھ سے نفقہ مانگا تھا تو میں نے اس کی گردن مروڑ دی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دندان مبارک ظاہر ہو گئے اور فرمایا!

''یہ عورتیں بھی میرے پاس بیٹھی نفقہ مانگ رہی ہیں۔''

یہ سننا تھا کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا اپنی بیٹی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہا اپنی بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی جانب مارنے کو اٹھے کہ تم دونوں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی چیز کی تکلیف دیتی ہو جو موجود نہیں ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو منع فرما دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے عرض کیا!

''بخدا! ہم عورتیں ہیں، ہم کو یہ بات معلوم نہ تھی اور واللہ! ہم آئندہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی ایسی چیز کی درخواست نہیں کریں گے۔''

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

''میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے بعد موقع پا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے۔؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''نہیں!''

پس میں نے خوشی ومسرت سے اللہ تعالیٰ کی تکبیر کہی اور بارگاہ رسالت میں عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں جب مسجد میں آیا تو مسلمان یہ باتیں کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے۔ پس کیا میں بالاخانے سے اتر کر ان لوگوں کو آگاہ کر دوں کہ ایسا نہیں ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''اگر تمہارا جی چاہتا ہے تو جاؤ۔''

پس میں نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر بلند آواز میں پکارا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو طلاق نہیں دی۔ پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم انتیس (29) روز تک اس بالاخانے میں علیحدہ رہے اور تیس کی صبح کو اتر کر سب سے پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا!

''میں تجھ پر ایک امر پیش کرتا ہوں لیکن اس کے جواب میں تم جلدی نہ کرنا یہاں تک کہ تو اپنے والدین سے مشورہ کر لے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

''وہ کیا بات ہے؟''

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت تخییر کی تلاوت فرمائی۔ میں نے عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے آپ کے بارے میں اپنے والدین سے مشورہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ میں تو اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دار آخرت کو

اختیار کرتی ہوں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی ازواج میں سے کسی کو یہ جواب نہ بتلایئے گا جو میں نے دیا ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"اللہ تعالی نے مجھے سخت گیر بنا کر نہیں بھیجا بلکہ تعلیم اور آسانی دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔ لہٰذا جو کوئی مجھ سے پوچھے گی میں اسے بتا دوں گا۔"

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کل ازواج نے وہی کچھ اختیار کیا جو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اختیار کیا تھا یعنی اللہ، اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دار آخرت کو۔"

(الصحیح البخاری، باب وان کنتن تردن حدیث نمبر 786)

(الصحیح المسلم، باب ان تخییر امراتہ لا یکون طلاقا الا بالنیۃ، حدیث نمبر 1478)

شانِ نزول:

اس آیت کا شانِ نزول چند ایک واقعات ہے جو ازواج مطہرات کی طرف سے پیش آئے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء کے خلاف تھے جن سے بلا مقصد و اختیار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچی۔ ان واقعات میں سے ایک واقعہ وہ ہے جو صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور ہے کہ ازواج مطہرات نے جمع ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا مطالبہ کیا کہ ان کا نان ونفقہ بڑھایا جائے۔ تفسیر بحر محیط میں ابوحیان نے اس کی تشریح یہ بیان کی ہے کہ غزوہ احزاب کے بعد بنو نضیر پھر بنو قریظہ کی فتوحات اور اموال غنیمت کی تقسیم نے عام مسلمانوں میں ایک گونہ خوشحالی پیدا کر دی تھی۔ ازواج مطہرات کو اس وقت یہ خیال ہوا کہ ان اموال غنیمت میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ بھی ہوگا۔ اس لیے انہوں نے جمع ہو کر عرض کیا!

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قیصر و کسریٰ کی بیبیاں طرح طرح کے زیورات اور قیمتی لباسوں میں ملبوس ہیں اور ان کی خدمت کیلئے کنیزیں ہیں اور ہمارا فقر و فاقہ کا حال آپ دیکھتے ہیں اس لیے اب کچھ توسیع سے کام لیا جائے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے یہ مطالبہ سنا کہ ان

کے ساتھ وہ معاملہ کیا جائے جو بادشاہوں اور دنیاداروں میں ہوتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بہت رنج ہوا۔ ازواج مطہرات کو خیال تک نہ تھا کہ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچے گی۔ عام مسلمانوں میں مالی وسعت دیکھ کر اپنے لیے بھی وسعت کا خیال دل میں آ گیا تھا۔"

اس آیت نے سب ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن اجمعین کو اختیار دے دیا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودہ حالات یعنی معاشی عسرت و تنگی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں رہنا قبول کریں یا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے طلاق لے لیں۔

پہلی صورت میں ان کو عام عورتوں کی نسبت سے بہت زیادہ اجر عظیم اور آخرت کے خاص درجات عالیہ عطا ہوں گے اور دوسری صورت یعنی طلاق لینے میں بھی ان کو دنیا کے لوگوں کی طرح کسی تلخی و تکلیف کی نوبت نہیں آئے گی بلکہ سنت کی عزت کے ساتھ رخصت کیا جائے گا۔"

سنن ترمذی میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اظہار و اعلان کی ابتداء مجھ سے فرمائی اور آیت سنانے سے پہلے فرمایا!

"میں تم سے ایک بات کہنے والا ہوں مگر تم اس کے جواب میں جلدی نہ کرنا بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کر کے جواب دینا۔"

میں نے عرض کیا!

"یہ مجھ پر خاص عنایت تھی کہ مجھے والدین سے مشورہ کے بغیر اظہار رائے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین تھا کہ میرے والدین مجھے کبھی یہ رائے نہ دیں گے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مفارقت اختیار کر لو۔ میں نے جب یہ آیت سنی تو فوراً عرض کیا! کہ کیا میں اس معاملہ میں والدین سے مشورہ لینے جاؤں؟ میں تو اللہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دار آخرت کو اختیار کرتی ہوں۔ پھر میرے بعد سب ازواج مطہرات سلام اللہ علیہن اجمعین کو قرآن کا یہ حکم سنایا گیا۔ سب نے وہی کہا جو میں نے کہا تھا۔ کسی نے بھی دنیا کی فراخی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کے مقابلے میں قبول نہ کیا۔"

اکثر علماء متقدمین اور متاخرین کا یہ قول ہے کہ یہ تفویض طلاق نہیں تھی بلکہ ازواج مطہرات سے دنیا و آخرت میں سے کسی کو پسند کرنا دریافت کیا گیا تھا۔ چنانچہ آیت میں صریحاً نہ

مضمون موجود ہے کہ ’’اگر تم دنیا اور اس کی زینت چاہو تو آؤ میں تم کو طلاق دے کر مال و دولت دے دوں‘‘ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا!

’’تم اس معاملے میں جلدی نہ کرنا یہاں تک کہ اپنے والدین سے مشورہ کرلو۔‘‘

اس سے ظاہر ہے کہ یہ تفویض طلاق نہیں تھی کیونکہ تفویض طلاق میں تو یہ شرط ہے کہ فی الفور جواب ہو ورنہ مجلس بدلنے میں تفویض باطل ہو جاتی ہے۔

اہم نکات:

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق تفسیر ’’تفسیر کبیر‘‘ میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں چند مسائل بیان کیے گئے ہیں:

اول: یہ کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات کو دنیا یا آخرت اختیار کرنے میں اختیار دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھا۔ یہ ذہن میں رہے کہ دنیا اختیار کرنے سے یہ مطلب نہیں کہ آخرت سے منہ موڑ کر فقط دنیا اختیار کرو کیونکہ یہ تو کفر ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ جو درجات آخرت میں تمہارے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج ہونے کے ناطے ملتے ہیں ان کو چھوڑ کر کم تر درجہ اختیار کرلو اور اس کمی کے عوض دنیا میں یہ دنیاوی مال و متاع لے لو۔ اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ سوائے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے جو بہ نصِ صریح آخرت میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں دیگر زوجات بھی آخرت میں آپ کی ازواج ہوں گی کیونکہ سبھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اختیار کیا۔

دوم: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ازواج مطہرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دار آخر کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مشکور فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے انہیں ازواج پر اختصار کر دیا۔

آیت تخییر کے نزول کے بعد جب ازواج مطہرات سلام اللہ علیہن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے صلہ میں یہ حکم نازل کیا!

''اے پیغمبر! اس وقت آپ کے عقد نکاح میں جو خواتین ہیں ہیں جنہوں نے دنیا کے مقابلہ میں دار آخرت اور اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا تو اب اس کے بعد آپ کیلئے اور عورتیں حلال نہیں یعنی اب کسی حال میں آپ کیلئے مزید کسی عورت سے نکاح کرنا مناسب نہیں بلکہ انہی ازواج کو باقی رکھو، موجودہ بیبیاں دنیا اور آخرت دونوں ہی میں آپ کی ازواج ہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 501)

☼ ☼ ☼

تعداد ازواجِ مطہرات

ازواجِ مطہرات کی تعداد کے بارہ میں مختلف اقوال ہیں۔ ان میں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ ان کی تعداد پندرہ تھی۔ چنانچہ ابو طاہر نے سیف بن عمر کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ سیدنا انس بن مالک اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ عورتوں سے شادی کی ان میں سے تیرہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دخول فرمایا اور گیارہ ایک وقت میں آپ کے پاس رہیں اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو اس وقت نو زندہ تھیں۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر، قسم لاسیرۃ، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 135)

(دلائل النبوۃ، از امام بیہقی، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 288)

علامہ ابن کثیر نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔

(البدایہ والنھایہ، از علامہ ابن کثیر، جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 255)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات مختلف قبائل سے تعلق رکھتی تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں جو زیادہ مشہور تھیں اور تمام مورخین ان پر متفق ہیں۔ حسب ذیل تھیں۔

قریشی ازواج مطہرات:

1: ام المومنین حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بن خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ۔

2: ام المومنین سیدہ عائشہ بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما ابن ابی قحافہ (عثمان) بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لوی۔

3: ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما بن نفیل بن عبد العزی بن ریاح بن

عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی۔

4: ام المومنین سیدہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب۔

5: ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بنت ابی امیہ حذ بن سہیل بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب۔

6: ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی بن غالب۔

غیر قریشی ازواج مطہرات:

7: ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش بن رباب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ۔

8: ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث بن حزن بن بجیر بن الہزم بن رویبہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس عیلان۔

9: ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بن خزیمہ بن الحارث بن عبداللہ بن عمرو بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس عیلانی۔

10: ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن خزیمہ بن سعد بن کعب بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر۔

غیر عربی زوجہ محترمہ:

11: ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بن حیی بن اخطب بن سعیہ بن ثعلبہ بن عامر بن عبید بن کعب بن الخزرج بن حبیب بن النضیر۔

اس زوجہ محترمہ کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا۔

بوقتِ انتقال نبی ﷺ:

یہ ہیں وہ مشہور ازواج مطہرات سلام اللہ علیھن جن پر تمام مورخین متفق ہیں اور کسی نے ان کے بارے میں اختلاف نہیں کیا۔ ان ازواج مطہرات میں سے دو کا انتقال سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ہی میں ہو گیا۔ ان میں ایک ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد تھیں اور دوسری سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ۔

جس وقت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا اس وقت نو (9) ازواج مطہرات زندہ تھیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

1: ام المومنین سیدہ عائشہ بنت صدیق اکبر بن قحافہ رضی اللہ عنہم
2: ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہما
3: ام المومنین سیدہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما
4: ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ
5: ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بنت ابی امیہ
6: ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث
7: ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش
8: ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث
9: ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حیی بن اخطب

(تلقیح فہوم اہل الاثر۔ لابن الجوزی، صفحہ نمبر 30)

* * *

وہ خواتین جو حرمِ نبوی کی زینت نہ بن سکیں

مذکور ازواج مطہرات کے علاوہ حضور نبی کریم علیہ السلام نے دوسری خواتین کے ساتھ بھی نکاح فرمایا مگر وہ کسی نہ کسی عارضہ کی وجہ سے حرم نبوی کی زینت نہ بن سکی۔ ان میں سے بعض خواتین یہ ہیں:

1: سیدہ فاطمہ بنت شریح رضی اللہ عنہا
2: سیدہ اسماء بنت نعمان رضی اللہ عنہا
3: سیدہ لیلیٰ بنت الخطیم رضی اللہ عنہا
4: سیدہ نشاۃ بنت رفاعہ رضی اللہ عنہا
5: عالیہ بنت ظبیان
6: قتیلہ بنت قیس
7: شنباء بنت عمر الغفاریہ
8: خولہ بنت الہذیل

تاریخ طبری کے حوالے سے اب ان خواتین میں سے بعض کا مختصر تذکرہ پڑھیے۔

سیدہ فاطمہ بنت شریح رضی اللہ عنہا:

مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے فاطمہ بنت شریح رضی اللہ عنہا سے بھی نکاح فرمایا۔ ابن الکلبی کی روایت کے مطابق ان کا نام "غزیہ بنت جابر تھا اور ان کی کنیت ام شریک تھا۔ پہلے شوہر سے ان کا ایک بیٹا تھا جس کا نام شریک تھا، اسی بناء پر آپ کی کنیت ام شریک ہوئی۔ آپ مسلمان تھیں اور قریش کی عورتوں کے پاس دعوت اسلام لے کر جایا کرتی تھیں۔ آپ نہایت پاکباز، نیک سیرت اور متقی خاتون تھیں۔ جب مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے ان سے نکاح کیا اور ان کے پاس گئے تو انہیں بہت ضعیف پایا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طلاق دے دی۔

(تاریخ طبری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 499)

سیدہ اسماء بنت نعمان رضی اللہ عنہا:

روایات کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسماء بنت نعمان بن الاسود بن شراحیل بن الجون بن حجر بن معاویہ الکندی رضی اللہ عنہا سے بھی نکاح فرمایا۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خلوت میں ان کے پاس گئے تو ان کے جسم پر برص اور سفیدی کے نشانات دیکھے جن کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مقاربت نہیں فرمائی اور ان کو مقررہ حق مہر اور دیگر سامان دے کر رخصت کر دیا۔

بعض روایات کے مطابق جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ کی پناہ مانگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رخصت کر دیا۔

(تاریخ طبری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 498)

سیدہ لیلیٰ بنت الخطیم رضی اللہ عنہا:

علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق سیدہ لیلیٰ بنت الخطیم بن عمرو بن سواد بن ظفر بن الحارث بن الخزرج رضی اللہ عنہا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں، اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب کی طرف پشت کر کے بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانے پر ہاتھ مارا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا!

"کون ہے؟"

حضرت لیلیٰ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

"میں اس شخص کی اولاد ہوں جو ہوا سے مسابقت رکھتا تھا۔ میں لیلیٰ بنت الخطیم ہوں۔ میں آپ کی پاس اس لیے آئی ہوں کہ اپنے آپ کو آپ علیہ السلام کے حضور پیش کروں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی بیوی بنا لیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"اچھا میں نے تم سے نکاح کیا۔"

جب حضرت لیلیٰ بنت الخطیم رضی اللہ عنہا نے واپس آ کر اپنی قوم کو یہ واقعہ بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح فرمالیا ہے تو قوم والوں نے ان سے کہا!

"آپ نے بہت بری بات کی۔ آپ بہت غیور ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد بیویاں پہلے سے ہیں۔ جن کے ساتھ آپ کا نباہ نہ ہو سکے گا۔ چنانچہ واپس جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی مانگ لو۔"

چنانچہ حضرت لیلیٰ بنت الخطیم رضی اللہ عنہا واپس آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا!

"مجھے معاف فرمادیں۔"

مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے فرمایا!

"اچھا میں نے تمہیں معاف کیا۔"

(تاریخ طبری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 500)

سیدہ نشاۃ بنت رفاعہ رضی اللہ عنہا:

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نشاۃ بنت رفاعہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح فرمایا۔ ان کا تعلق بنی کلاب بن ربیعہ سے تھا جو کہ بنی قریضہ کے خاندان بنی رفاعہ کے حلیف تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض نے ان کا نام سناء بنت اسماء بن الصلت السلمیہ بیان کیا ہے، بعض نے سبا بنت اسماء بنت الصلت السلمیہ بیان کیا ہے اور بعض راویوں نے ان کا نام سناء بنت الصلت بن حبیب بن حارثہ بن ہلال بن حرام بن سمان بن عوف السلمی بیان کیا ہے۔

علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا لیکن قبل اس کے آپ علیہ السلام ان کے پاس تشریف لے کر جاتے ان کا وصال ہو گیا۔ اس لیے یہ حرم نبوی کی زینت نہ بن سکیں۔

(تاریخ طبری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 497)

قتیلہ بنت قیس:

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعث بن قیس کی بہن قتیلہ بن قیس بن معدیکرب کے ساتھ بھی نکاح کیا۔ اس سے قبل کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ مقاربت فرماتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد یہ اپنے بھائی کے ساتھ مرتد ہو گئی۔

(تاریخ طبری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 499)

شنباء بنت عمر الغفاریہ:

روایات کے مطابق مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے شنباء بنت عمر سے بھی نکاح فرمایا۔ اس کا تعلق قبیلہ غفاریہ سے تھا جو کہ بنو قریظہ کا حلیف تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ ان کا تعلق بنو قریظہ سے ہی تھا۔ چونکہ بنو قریظہ ہلاک کر دیئے گئے تھے اس لئے ان کا صحیح نام و نسب معلوم نہیں ہو سکا۔ بعض نے ان کو کنانیہ بھی لکھا ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا اور خلوت میں تشریف لے گئے تو ان کے ایام حیض شروع ہو گئے۔ مصطفیٰ کریم علیہ السلام واپس تشریف لے آئے۔ اسی دوران مصطفیٰ کریم علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا تو شیطانی وسوسے کی وجہ سے شنباء بنت عمر الغفاریہ نے کہہ دیا!

''اگر آپ رسول ہوتے تو آپ کا پیارا صاحبزادہ فوت نہ ہوتا۔''

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رخصت کر دیا۔ اس طرح یہ بھی حرم نبوی کی زینت نہ بن سکی۔

(تاریخ طبری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 497)

* * *

ترتیبِ نکاح

اس امر میں کسی مورخ اور محدث کو کوئی اختلاف نہیں کہ ازواج مطہرات میں سب سے پہلے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالہ عقد میں آئیں اور جب تک حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور عورت سے نکاح نہیں کیا۔ یہ بھی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت ہے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن خواتین سے نکاح فرمایا ان کی ترتیب میں اختلاف ہے۔

1: عبداللہ بن محمد بن عقیل رضی اللہ عنہم (جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی عقیل رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے پوتے تھے اور ان کی والدہ کا نام زینب بنت علی بنت ابی طالب تھا۔ عبداللہ کا انتقال 42 ہجری میں ہوا) فرماتے ہیں!

"سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین سیدہ عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے نکاح فرمایا، پھر ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے، پھر ام المومنین سیدہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے، پھر ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما سے، پھر ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے، پھر ام المومنین سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے، پھر ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے، پھر ام المومنین سیدہ میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے، پھر ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث سے اور پھر ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے۔"

2: مشہور محدث و مفسر حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا، پھر سودہ

بنت زمعہ رضی اللہ عنہا، پھر سیدہ عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما، پھر سیدہ ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہما، پھر سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا، پھر سیدہ حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہما، پھر سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا، پھر سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا، پھر سیدہ میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا، پھر سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا اور پھر سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔‘‘

3: ابوعبیدہ معمر ابن المثنٰی فرماتے ہیں!

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا، پھر سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے، پھر ہجرت سے دو سال قبل سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، پھر مدینہ طیبہ میں واقعہ بدر کے بعد سن دو ہجری میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے، پھر سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے، پھر تین ہجری میں سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے، پھر پانچویں سال میں سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے، پھر چھٹے سال میں سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے، پھر ساتویں سال سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا، پھر سیدہ میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے، پھر سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔‘‘

(تسمیۃ ازواج النبی، صفحہ نمبر 60)

اس بارہ میں ابن شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ سے عقیل اور یونس نے دو مختلف روایات کی ہیں۔

4: عقیل کہتے ہیں کہ ازواج مطہرات سے نکاح کی ترتیب کچھ یوں ہے!

’’سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا، پھر سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا، پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا، پھر سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، پھر سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا، پھر سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا، پھر سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا، پھر سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا، پھر سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا، پھر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا۔‘‘

5: یونس ابن شہاب الزہری سے اس ترتیب کو یوں روایت کرتے ہیں!

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے، پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے، پھر سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے، پھر سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے،

پھر سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے، پھر سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے، پھر سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے، پھر سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے، پھر سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے اور پھر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔"

بہر حال ابن شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ سے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ مختلف روایات کتابوں میں نقل کی گئی ہیں۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 144) (المطبرانی الکبیر، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 88) (تلقیح فھوم اھل الاثر، صفحہ نمبر 28)

یہ اختلاف ایک معمولی بات ہے لیکن اس امر میں کلی اتفاق ہے کہ یہ تمام ازواج مطہرات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالہ عقد میں آئیں۔

6: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں فرماتے ہے!

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ ہجرت فرما گئے تو آپ کے حبالہ عقد میں اس وقت سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا تھیں، پھر مدینہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے حرم میں داخل ہوئیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن تین اور چار ہجری میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا، سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا، پھر پانچویں سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا، پھر چھٹے سال سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے، پھر ساتویں سال سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا، پھر سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اور پھر سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 450)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کردہ قول زیادہ قرین قیاس ہے اس لیے ہم اسی ترتیب کے ساتھ ازواج مطہرات کی مختصر سیرت کا تذکرہ نقل کریں گے۔ ان شاء اللہ!

○ ○ ○

نفقہ وحق مہر

نکاح کے لئے حق مہر نہایت ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی ازواج مطہرات کا حق مہر مقرر فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مہر کی مقدار کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔

1: چنانچہ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

"اِنَّ صَدَاقَہٗ ﷺ لِاَکْثَرِ اَزْوَاجِ اَرْبَعُ مِاَۃِ دِرْہَمْ"

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر ازواج مطہرات کا حق مہر چار سو درہم تھا۔"

(اخرجہ الفسوی فی التاریخ، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 338، بسند صحیح)

(السیرۃ النبویہ، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 644)(اخرجہ البیہقی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 460)

2: یہ تو محمد ابن اسحاق کی روایت ہے جس میں ازواج مطہرات کی اکثریت کے حق مہر کا ذکر ہے لیکن صحیح مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا حق مہر بارہ اوقیہ اور نش تھا۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا!

"تم جانتے ہو کہ "نش" کیا ہے؟"

راوی نے عرض کیا!

"نہیں۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

"نش" سے مراد نصف اوقیہ ہے یعنی ازواج مطہرات کا حق مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا جو کہ پانچ سو درہم کے برابر تھا۔"

(الصحیح المسلم، کتاب النکاح، باب الصداق، حدیث نمبر 1426)

ذہن میں رہے کہ ایک اوقیہ چالیس درہم کے برابر ہوتا ہے، اس حساب سے ساڑھے بارہ اوقیہ پانچ سو درہم کے برابر ہوا اور ایک درہم ستر "جو" کے برابر ہوتا ہے اور ستر "جو" کا وزن "تین ماشہ ایک رتی" ہوتا ہے۔

ہماری رائے کے مطابق صحیح مسلم کی روایت ہے جس میں ازواج مطہرات سلام اللہ علیہن حق مہر کی مقدار پانچ سو درہم بیان کی گئی ہے، زیادہ صحیح ہے۔ بخاری نے بھی یہی مقدار ذکر کی ہے اور یہ مقدار محمد ابن اسحاق کی مقدار سے زیادہ ہے۔ ابن حزم نے بھی یہی بیان کیا ہے۔

(جوامع السیرۃ، صفحہ نمبر 37)

3: عبداللہ بن محمد بن عقیل رحمۃ اللہ علیہم اور محمد بن اسحاق روایت کرتے ہیں!

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے چار سو درہم حق مہر پر نکاح فرمایا، یہ نکاح ان کے والد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا۔ پھر سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار سو درہم مہر پر نکاح کیا اور یہ نکاح ایک روایت کے مطابق ان کے چچا زاد بھائی دفدان بن قیس نے کیا اور ایک اور روایت کے مطابق سلیط بن عمرو نے کیا، پھر سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا اور یہ نکاح ان کے والد ماجد سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کیا۔ پھر سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا اور یہ نکاح قبیصہ بن عمرو الہلالی نے کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا اور یہ نکاح ان کے صاحبزادے سلمہ رضی اللہ عنہ نے کیا، ان کا حق مہر بہت معمولی تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا، یہ نکاح آپ کے بھائی ابواحمد بن جحش نے چار سو درہم حق مہر پر کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا، پھر سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا، پھر سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے کیا اور شاہ حبشہ نجاشی نے چار سو دینار حق مہر اپنے پاس سے ادا کیا۔ اس کے بعد سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا اور پھر سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے، سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا

عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما نے کیا اور ان کا حق مہر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ادا فرمایا۔"

(سیرۃ ابن ھشام، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 644) (الروض الانف، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 268)

نفقۂ ازواجِ مطہرات:

ازواجِ مطہرات کے نان و نفقہ کی مقدار کے بارے میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی نضیر کی کھجوریں فروخت کرتے اور اپنی ازواج کیلئے ایک سال کا نان و نفقہ خرید کر رکھ لیتے۔"

(الصحیح البخاری، باب حبس الرجل قوۃ سنۃ علی اہلہ، حدیث نمبر 5357)
(الصحیح المسلم، باب حکم الفئی، حدیث نمبر 1757)

علامہ ابن حزم نے جوامع السیرۃ صفحہ نمبر 38 پر تحریر کیا ہے!

"سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کیلئے ہر سال بیس "وسق" جو اور اسی "وسق" کھجوریں بطور نان و نفقہ رکھتے۔ یہ مقدار ان میں سے ہر زوجہ محترمہ کے لئے ہوتی۔ یہاں یہ بھی ذہن میں رہے کہ ہر زوجہ محترمہ کے پاس غلام اور لونڈیاں بھی ہوتیں۔ یہ نفقہ وہ ان پر بھی خرچ فرماتیں۔ یہ روایت ابن حبان نے اپنی ایک طویل حدیث میں ضمناً ذکر کی ہے۔

(جوامع السیرۃ، صفحہ نمبر 38) (موارد الظمآن، صفحہ نمبر 1697)

"وسق" بحساب درہم پانچ من، اڑھائی سیر اور اسی تولہ ہوتا ہے۔

* * *

کثرتِ ازواج کی حکمتیں

کافروں اور منکروں کا تو کام ہی مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان کم کرنے کے مواقع حاصل کرنا ہے لیکن بدبختی کی انتہا تو یہ ہے کہ ایک ایسا گروہ بھی ہے جو خود کو مسلمان بھی کہتا ہے اور پھر کفار و منکرین سے زیادہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت والی ہر چیز سے بغض عناد رکھتا ہے۔ کثرتِ ازواج بھی ایسا مسئلہ ہے جس پر طرح طرح کی بکواسات و خرافات سننے اور پڑھنے میں آتی رہتی ہیں لیکن عاشق کا یہ کام ہے کہ اگر بدعقیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کی ازواج و آل اور اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان کو کم کرنے کی کوشش کریں تو عاشق زیادہ ذوق و شوق اور محبت کے ساتھ ان اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین کا ذکر کرے اور ان کی عظمت بیان کرے۔

یہاں پر ہم کثرت ازواج کی چند حکمتیں بیان کرتے ہیں جن سے قارئین کرام کو اس کے فوائد و ثمرات سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

اہتمام تعلیم و تربیت:

1: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد نکاح فرمانے کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ عورتوں کیلئے کئی معلمات تیار کی جائیں جو انہیں شرعی احکام سکھائیں۔ اس لیے کہ عورتوں پر مردوں کے مقابلے میں بہت سی تکالیف ڈالی گئی ہیں اور اکثر عورتیں بعض امور شرعیہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے میں حیاء کرتی تھیں۔ خاص کر خواتین حیض، نفاس، جنابت اور حقوق زوجیت وغیرہ کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے میں شرماتی تھیں اور جب بھی ان مسائل میں سے کسی کے بارے میں سوال کرنے کا کوئی ارادہ کرتیں تو ان پر شرم و حیاء غالب آجاتی تھی جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق میں کامل حیاء شامل تھی جس کے بارے میں احادیث و سنن کی کتابیں روایت

کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کنوری لڑکی جو اپنی چادر میں ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ حیاء والے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی طرف سے پیش کیے گئے ہر سوال کا صراحت و وضاحت کے ساتھ جواب نہ دیتے بلکہ بعض اوقات کنایات استعمال فرماتے تھے اور سائلہ کبھی کنایہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد کو نہ سمجھتی۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ طاہرہ طیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انصار کی ایک خاتون نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حیض کے غسل کے متعلق سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کا طریقہ سمجھایا پھر اسے فرمایا!

''ایک خوشبودار کپڑا لے کر اس کے ساتھ پاکی حاصل کرو!''

اس نے عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس کے ساتھ کیسے طہارت حاصل کروں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''پس تم طہارت حاصل کرو۔''

اس نے پھر عرض کیا!

''میں کیسے پاکیزگی حاصل کروں۔''

وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کنایہ کو نہیں سمجھ رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''سبحان اللہ! اس کے ساتھ پاکی حاصل کرو۔''

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور اسے کہا کہ اس کپڑے کو فلاں جگہ (شرمگاہ) پر رکھو اور خون کے اثر کو اس کے ساتھ صاف کرو۔ میں نے صراحت کے ساتھ اس جگہ کا ذکر کیا جہاں پر اس نے کپڑے کو رکھنا تھا یعنی شرمگاہ۔''

2: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح صراحت کرنے سے حیاء فرماتے تھے اور بہت کم ایسی خواتین بھی تھیں جو اپنے نفس اور حیاء پر غلبہ حاصل کر کے واضح طور پر درپیش مسئلہ کے متعلق سوال کرتی تھیں جس کی مثال صحیحین میں مروی یہ روایت ہے!

''ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ ام سلیم رضی اللہ عنہا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے حیاء نہیں فرماتا، کیا جب عورت کو احتلام ہو تو اس پر بھی غسل ہے۔؟''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''ہاں! جب کہ وہ پانی (منی) دیکھے۔''

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کو فرمایا!

''تو نے عورتوں کو رسوا کر دیا ہے، کیا کبھی عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟''

اس کے جواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''اگر عورت کو احتلام نہ ہو تو پھر بچہ اس کے مشابہ کیسے۔''

3: حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''اللہ تعالیٰ انصاری عورتوں پر رحم فرمائے ان کو حیاء نے دین سیکھنے سے منع نہیں فرمایا اور ان عورتوں میں سے کوئی عورت اندھیرے میں ازواج مطہرات کی طرف آتی تاکہ ان سے بعض دینی امور اور حیض، نفاس، جنابت وغیرہ کے احکام کے متعلق سوال کرے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ان کیلئے بہترین معلمات اور عمدہ راہ دکھانے والی ہوتیں اور انہیں کے طریقہ سے عورتوں نے اللہ کے دین میں سمجھ بوجھ حاصل کی۔''

یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ عورتوں تک دین کا وافر حصہ امہات المومنین کے ذریعے پہنچا۔ ازواج نبی علیہ السلام کے علاوہ کون ہے جو گھر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال کو ہمارے لیے نقل کرتا۔؟ بیشک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احوال و اطوار اور گھر کے افعال کو نقل کرنے میں ازواج مطہرات کو بہت فضیلت حاصل ہے اور انہی نے عورتوں تک ان کے مسائل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھ کر پہنچائے۔ ازواج مطہرات میں سے ہی بعض معلمات اور محدثات بنیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو نقل کیا اور وہ قوت حافظہ، قابلیت اور لیاقت میں مشہور ہوئیں۔

4: علماء فرماتے ہیں!

"كَانَ الرِّجَالُ يَرْجِعُوْنَ بَعْدَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلٰى اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ اَحْكَامِ الدِّيْنِ وَلَا سِيَّمَا الزَّوْجِيَّةِ"

"مرد بھی دین کے بہت سے مسائل میں امہات المومنین کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ خصوصاً ازدواجی زندگی کے مسائل میں۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی فقاہت، حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی دقیقہ رسی، سیدنا صدیق اکبر و سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی عقدہ کشائی جن مسائل میں آ کر اٹک جاتی تھی وہاں ان کی گرہ کشائی کے لئے انہیں بعض زواج مطہرات ہی کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا کیونکہ خلوت گاہِ نبوت کا رازدار امہات المومنین کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا۔ شمع نبوت کے پروانے خلوت کی زندگی سے واقف نہ تھے اور امہات المومنین حقائق خلوت کی بھی رازدار تھیں۔ ہم تو یہاں تک دیکھتے ہیں کہ بعض امہات تفسیر و فقہ کے حقائق و دقائق بھی ان واقف کارانِ جلوت کو بتاتی تھیں۔ ظاہر ہے کہ نصف دین کی تکمیل اور دنیا کی آدھی آبادی کی تعلیم کا یہ عظیم الشان کام ایک دو عورتوں سے نہیں چل سکتا تھا۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زائد نکاح فرمائے تاکہ دنیا کی نصف آبادی (یعنی عورتوں) تک بھی ان کے مکمل مسائل پہنچ جائیں۔

اسی حکمت کا تذکرہ علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں فرمایا!

"لِتَكْثِيْرِهٖ النِّسَاءَ حِكْمَةٌ دِيْنِيَّةٌ جَلِيْلَةٌ اَيْضًا وَهِيَ نَشْرُ الْاَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ لَا تَكَادُ تُعْلَمُ اِلَّا بِوَاسِطَتِهِنَّ"

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت ازواج میں ایک عظیم دینی حکمت یہ بھی ہے کہ اس سے ان احکام شرعیہ کی اشاعت ہوئی جو خواتین کے بغیر نہیں ہو سکتی تھی۔"

(تفسیر روح المعانی، پارہ نمبر 23، صفحہ نمبر 64)

جاہلیت کی ناپسندیدہ رسوم کا قلع قمع:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد شادیاں زمانہ جاہلیت کی بعض ناپسندیدہ عادات ختم کرنے کیلئے کیں تھیں۔ مثلاً: کسی کو منہ بولا بیٹا بنانے کی بدعت کہ عرب اسلام سے قبل

ایسا کرتے تھے۔ کوئی شخص کسی کو اپنا متبنیٰ بنالیتا تھا جو کہ اس کی پشت سے نہیں تھا اور اسے صلبی بیٹے کے حکم میں رکھتا تھا اور جیسا کہ نسبی بیٹوں کے احکام ہوتے ہیں (مثلاً میراث، طلاق، شادی رضاعی محرمات اور نکاح کے ساتھ حرام ہونے والی اشیاء وغیرہ) متبنیٰ کو بھی اسی طرح حقیقی بیٹا بنا لیتے تھے اور تمام احوال میں نسبی بیٹے کی طرح احکام جاری کرتے تھے اور یہ تقلیدی دین تھا جس کی جاہلیت میں پیروی کی جاتی تھی۔ ان میں سے کوئی غیر کے بیٹے کو بیٹا بنا کر کہتا تھا تو میرا بیٹا ہے میں تمہارا وارث ہوں اور تم میرے وارث ہو اور اسلام کے لائق یہ بات نہیں تھی کہ وہ باطل کا قلعہ قمع نہ کرے اور نہ ہی یہ بات لائق تھی کہ لوگ جہالت کے اندھیروں میں بھٹکتے رہیں۔

رسول کریم علیہ السلام نے عرب کے دستور کے مطابق زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اپنا بیٹا بنالیا اور اس طرح جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بیٹا بنایا تو لوگ اس دن کے بعد زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو "زید بن محمد" کہہ کر پکارنے لگے۔

امام بخاری و مسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بیشک لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام زید بن حارثہ کو زید بن محمد کہہ کر پکارتے تھے یہاں تک کہ قرآن پاک نازل ہوا (کہ لوگوں کو ان کے آباء کے نام کے ساتھ پکارا جائے یہ اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے) اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"تم زید بن حارثہ بن شراحیل ہو۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منہ بولے بیٹے کی شادی اپنی اپنی پھوپھی زاد حضرت زینب بنت جحش الاسدیہ رضی اللہ عنہا سے کی تھی اور انہوں نے ایک مدت تک ان کے ساتھ زندگی بسر کی لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ان دونوں کے درمیان تعلقات کشیدہ ہو گئے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت زید رضی اللہ عنہ کو سخت بات کہتی تھیں اور اپنے آپ کو ان سے زیادہ معزز سمجھتی تھیں کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولا بیٹا بنانے سے پہلے وہ غلام تھے جبکہ یہ اعلیٰ حسب ونسب والی تھیں۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت کے تحت حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ علیہ السلام حضرت زینب رضی اللہ عنہ سے شادی کریں تا کہ متبنیٰ کی بدعت کا بطلان کیا جائے، اسلام کی بنیادوں کو

مضبوط کیا جائے اور وہ جاہلیت پر اپنے اصولوں کی وجہ سے غالب آجائے۔ لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین اور فجار کی وجہ سے کہ وہ کہیں گے کہ محمد نے اپنے بیٹے کی بیوی سے شادی کی ہے تھوڑی سی تاخیر فرمائی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

''اور آپ لوگوں سے ڈرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس سے ڈریں پس جب زید نے اس سے حاجت پوری کی تو ہم نے آپ کا نکاح اس (حضرت زینب) سے کر دیا تاکہ مومنین کے لیے اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (سے نکاح کرنے) میں حرج نہ ہو جب وہ ان سے اپنی حاجت کو پورا کر لیں اور اللہ تعالیٰ کا امر ہونے والا ہے۔''

اس طرح وہ عادات کہ زمانہ جاہلیت میں جن کی پیروی کی جاتی تھی اور جو موروثی دین میں شامل تھیں ان سب کا بطلان ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی نئی شریعت کی تاکید کیلئے یہ ارشاد ربانی نازل ہوا۔

> ''نہیں ہیں محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن اللہ کے رسول
> اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر شے کو جاننے والا ہے۔''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 22، سورۃ الاحزاب، آیت نمبر 40)

الصحیح البخاری میں ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا دیگر ازواج مطہرات کے مقابلے میں فخر سے کہتی تھیں کہ ''تمہاری شادی تمہارے گھر والوں نے کی ہے جبکہ میری شادی اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔''

پیاروں کی دِلجوئی:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں سب سے محبوب اور قدر و منزلت میں سب سے بلند شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نور نظر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے میں لوگوں پر سبقت کی، اپنا جسم، روح، مال اللہ کے دین کی نصرت کے راستے میں وقف کر دیا اور اسلام کے راستے میں اذیتیں برداشت کیں۔ یہاں تک کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا!

”ہم نے ہر ایک آدمی کے احسان کا پورا پورا بدلہ دیا ہے سوائے ابوبکر صدیق کے۔ بیشک ان کا ہمارے پاس احسان ہے جس کا بدلہ انہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ خود عطا فرمائے گا اور کسی کے مال نے مجھے کبھی بھی اتنا فائدہ نہیں دیا جتنا فائدہ ابوبکر کے مال نے دیا ہے اور میں نے کسی پر بھی اسلام پیش نہیں کیا مگر اس نے ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا مگر ابوبکر کہ انہوں نے ذرا بھی تاخیر نہیں کی۔ اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر کو دوست بناتا اور خبردار! سن لو! تمہارا ساتھی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کا خلیل (دوست) ہے۔“

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بدلہ اس کے سوا نہ پایا کہ ان کی آنکھوں کو ان کی بیٹی کے ساتھ شادی کر کے ٹھنڈا کریں اور ان کے درمیان رشتہ اور قرابت پیدا ہو جائے جو ان دونوں کی صداقت اور مضبوط ربط کو زیادہ کرے۔ جیسا کہ آپ علیہ السلام نے حضرت حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے شادی فرمائی جو کہ ان کے باپ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام، صدق اخلاص اور اس دین کے راستے میں فنا ہو جانے پر ان کی آنکھوں پر ٹھنڈک بن گئی۔ پس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے ساتھ مصاہرت کا طریقہ ان کے اسلام کے راستے میں دوسرے لوگوں پر مقدم ہونے کا بہترین بدلہ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مصاہرت کے شرف میں دونوں وزیروں (سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما) کے درمیان مساوات اختیار فرمائی اور ان دونوں کی بیٹیوں کے ساتھ شادی۔ یہ ان دنوں کیلئے نہ صرف بہت بڑا شرف تھا بلکہ عظیم بدلہ، احسان بھی تھا اور اس زندگی میں اس سے بڑھ کر ان دونوں کو بدلہ دینا ممکن نہ تھا۔

امن عامہ کے لئے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض عورتوں کے ساتھ شادی ان پر تالیف قلب کے سبب اور اسلام کی سربلندی کے لیے کی۔ یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ انسان جب کسی قبیلہ یا خاندان میں سے شادی کرتا ہے تو ان کے درمیان قرابت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ بات طبعی طور پر ان لوگوں کو اس شخص کی نصرت اور حمایت کی طرف بلاتی ہے۔ ہم اس پر بعض مثالیں آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں تا کہ ہمارے لیے وہ حکمت واضح ہو جائے جس کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

شادیوں کے پیچھے ہدف بنایا تھا۔

1: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق کے سردار کی بیٹی سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بنت حارث سے شادی فرمائی جو کہ اپنی قوم اور خاندان کے ساتھ قیدی بنالی گئی تھیں۔ قید کے بعد انہوں نے اپنی طرف سے فدیہ دینا چاہا تو وہ کچھ مال لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدد طلب کرنے کے لیے آئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے یہ بات پیش کی کہ کیا میں تمہاری طرف سے فدیہ ادا کردو تو تو مجھ سے شادی کرلے گی۔؟ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات قبول کرلی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی کی۔ اس پر مسلمانوں نے کہا!

”کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں شادی کی ہے کہ وہ بنو مصطلق ہمارے قیدی ہیں؟“

مسلمانوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قبلہ میں نکاح کرنے کی وجہ سے ان تمام قیدیوں کو رہا کردیا جو کہ ان کے قبضے میں تھے۔ جب بنو مصطلق نے یہ کرم و بلندی، یہ بزرگی اور مروت دیکھی تو وہ سب اسلام لے آئے اور دین خداوندی میں داخل ہوگئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرنا ان کے لیے اور ان کی قوم و خاندان کے لیے برکت کا باعث بنا کیونکہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا ان سب لوگوں کے اسلام لانے اور ان کی آزادی کا سبب تھیں۔

2: اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین سیدہ صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا سے شادی فرمائی جو کہ غزوۂ خیبر میں شوہر کے قتل کے بعد قیدی بنالی گئی اور ایک صحابی کے حصہ میں آئی۔ مسلمانوں کے اہل رائے لوگوں نے کہا!

”یہ بنی قریظہ کی سردار کی بیٹی ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کیلئے ان کا ہونا صحیح نہیں۔“

یہ بات سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور دو باتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا حق دیا۔

پہلی یہ کہ انہیں آزاد کردیا جائے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کرلیں۔ دوسری یہ کہ

انہیں آزاد کر دیا جائے اور وہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ مل جائیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ بننا پسند فرمایا اس لیے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، حسنِ معاملہ کو دیکھ لیا تھا، اسلام بھی قبول کر چکی تھیں اور ان کے اسلام کے سبب بہت سے لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔

3: اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے شادی فرمائی۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ ان دنوں مشرکین مکہ میں شامل تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید ترین دشمنوں میں سے تھے۔ ان کی بیٹی مسلمان ہو چکی تھی اور اپنے قبیلے سے فرار اختیار کرتے ہوئے اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کر چکی تھیں۔ وہیں پر ان کے شوہر کا وصال ہوا اور آپ اکیلی رہ گئیں کہ نہ کوئی ان کا مددگار تھا اور نہ ہی غمگسار۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے معاملے کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی رضی اللہ عنہ کو پیغام ارسال کیا کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی ان سے کر دیں۔ نجاشی رضی اللہ عنہ نے یہ پیغام جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو پہنچایا تو وہ اتنا زیادہ خوش ہوئیں کہ جس کی انتہا نہیں۔ اس لیے کہ اگر وہ اپنے والد اور گھر والوں کے پاس لوٹ جاتیں تو وہ اسے کفر اور ارتداد پر مجبور کرتے یا انہیں شدید عذاب دیتے۔ نجاشی رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو چار سو دینار حق مہر اور عمدہ تحائف دیئے اور جب وہ واپس مدینہ لوٹیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی کر لی۔ جب یہ خبر ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے شادی کو برقرار رکھتے ہوئے کہا!

”وہ ایسے مرد ہیں جن کی صداقت و امانت کی ہر کوئی گواہی دیتا ہے۔“

اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی ہدایت عطا فرما دی۔ یہیں سے ہمارے لیے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرنے کی حکمت جلیلہ ظاہر ہوتی ہے کیونکہ یہ شادی آپ سے اور آپ کے صحابہ سے اذیت کو کم کرنے کا سبب بنی خصوصاً جبکہ آپ کے اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے درمیان نسبت اور قرابت قائم ہو گئی۔ حالانکہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اس وقت بنو امیہ میں سے حضور نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے شدید دشمن تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے شادی کرنا بنوامیہ کے دلوں کی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی الفت ومحبت کا سبب بنا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لیے اختیار فرمایا ان کے ایمان کی تکریم کرتے ہوئے کیونکہ وہ اپنے گھر سے اسلام کی خاطر ہجرت کرتے ہوئے نکلی تھی۔

بیوگانِ سے نکاح:

جس معاشرے میں بیوہ خاتون کے ساتھ نکاح ایک عیب تصور کیا جاتا ہو ایسے معاشرے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا متعدد بیوگان کو اپنے عقد میں قبول کر کے اس بدترین رسم پر کاری ضرب لگانا بھی مقصود تھا۔ یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے بھی نکاح کیے ان میں سے صرف ایک نکاح کنواری خاتون کے ساتھ کیا، بقیہ سب نکاح آپ نے بیوگان اور طلاق یافتہ خواتین سے کیے۔

جاہلیت میں بیوہ عورت کو جانوروں سے بھی کم درجہ دیا جاتا تھا۔ لوگوں کی جہالت کا یہ عالم تھا کہ ایک عورت کو اس لیے کم تر اور اپنے لیے باعثِ شرمندگی سمجھتے تھے کہ وہ عورت ہے۔ ان کی ذہنی پسماندگی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جب کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی تو اسے زندہ درگور کر دیتے۔ جس معاشرے میں عورت کا یہ مقام ہو تو وہاں پر ایک بیوہ کے ساتھ کیسا سلوک کیا جاتا ہوگا۔؟ چونکہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سارے جہانوں کیلئے رحمت بن کر تشریف لائے ہیں اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم وستم کی چکی میں پستے ہوئے اس طبقہ کو اپنا کر اسے لوگوں کی نظروں میں وہ عزت ووقار عطا کیا جو کوئی دوسرا معاشرہ انہیں نہ دے سکا۔

بوجہِ خدمتِ اسلام:

بعض کو خدمتِ اسلام کی وجہ سے شرفِ زوجیت سے مشرف کیا گیا۔ مثلاً: حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند اور والدہ کے ساتھ حبشہ ہجرت کی وہاں ان کے خاوند کا انتقال ہو گیا۔ انہی دنوں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قربانوں کا لحاظ کرتے ہوئے اور ان کے مصائب ختم کرنے کے لئے انہیں اپنے نکاح میں لیا۔

اہل وعیال کو سہارا دینا:

بعض جانثاروں اور راہ خدا میں قربانیاں پیش کرنیوالوں کے اہل وعیال کو سہارا دینے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بیوگان سے نکاح کیا۔ یہ کسی قائد کا اہم فریضہ ہوتا ہے کہ وہ تحریک سے وابستہ افراد کی ہر معاملہ میں حوصلہ افزائی کرے۔

1: حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ سے تھا لیکن وہ غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت کی وجہ سے پیدا ہونیوالی بے سہارگی کا مداوا کرنے کیلئے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو عقد کا شرف بخشا۔

2: حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی اور گیارہویں مسلمان تھے۔ انہوں نے حبشہ اور مدینہ دونوں طرف ہجرت کی۔ جب یہ ہجرت مدینہ کیلئے روانہ ہوئے تو ان کے بیوی اور بچے خاندان والوں نے ان سے زبردستی چھین لیے۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہا نے اس کے باوجود عزم ہجرت کو پورا کیا۔ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہ ہر روز شام کو اس مقام پر آ کر رو دیا کرتی تھیں جہاں انکوان کے شوہر سے چھینا گیا تھا۔ ایک سال کا عرصہ اسی طرح روتے ہوئے گزار دیا مگر ترک اسلام کا کبھی خیال تک بھی دل میں نہ لائیں۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ غزوۂ اُحد میں زخمی ہوئے اور جانبر نہ ہو سکے۔ وفات کے وقت ان کے دو چھوٹے لڑکے عمر واور سلمہ اور دو لڑکیاں زیب اور درہ تھیں۔ آخری وقت انہوں نے یہ دعا کی!

"اَللّٰھُمَّ اخْلِفْنِیْ لِیْ اَھْلِیْ بِخَیْرٍ"

"اے اللہ! میرے اہل کی بہترین نگہداشت فرما۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسلمہ اور ام سلمیٰ رضی اللہ عنہما کی ان قربانیوں کا صلہ دینے کے لیے اوران معصوم بچوں کو کفالت کو احسن طور پر بھانے کیلئے حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا۔

* * *

(1)

اُمّ المومنین سیّدہ خدیجۃُ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

پہلی عظیم خاتون:

مومنوں کی پہلی عظیم المرتبت ماں ملکہ بطحا ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا وہ عظیم ہستی ہیں جن کو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا ہی سے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولادیں ہوئیں سوائے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے کے بعد اسلام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے سخت مشکلات و مصائب برداشت کیے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنی جان، اپنا مال اور اپنا سب کچھ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پہ نثار کر دیا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے پچیس سال تک مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسے خدمت کی جیسے ایک کنیز اپنے آقا کی کرتی ہے۔ اسی لیے حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد بھی کثرت سے آپ رضی اللہ عنہا کو یاد کیا کرتے تھے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بہت زیادہ یاد کیا کرتے تھے یہاں تک کہ میں خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پر رشک کرنے لگ پڑی۔

ولادت:

ام المومنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا عام الفیل سے پندرہ سال قبل 555 عیسوی کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔

نام ولقب:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام ”خدیجہ“، لقب ”طاہرہ“ اور کنیت ”ام ہند“ تھی۔

سلسلۂ نسب:

1: والد کی طرف سے آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب یہ ہے!

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النفر بن کنانہ۔ قصی پر پہنچ کر آپ رضی اللہ عنہا کا نسب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

(طبقات ابن سعید، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 8)

اس سلسلہ نسب کے لحاظ سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تمام ازواج مطہرات سے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔

2: والدہ کی طرف سے آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب یہ ہے!

خدیجہ بنت فاطمہ بنت زائدہ بن جندب بن حجر بن مقیص بن عامر بن لوی۔ آپ کی والدہ لوی بن غالب کے دوسرے بیٹے عامر کی اولاد سے تھیں۔

(مجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 218) (تاریخ طبریٰ، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 121)

(نسب قریش، للمصعب الزبیری، صفحہ نمبر 22-21)

والد:

اُم المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے والد خویلد بن اسد ایک کامیاب تاجر تھے اور نہ صرف اپنے قبیلے میں بڑی باعظمت شخصیت کے مالک تھے بلکہ اپنی خوش حالی اور دیانتداری کی بدولت تمام قریش میں بڑے محترم اور ہردلعزیز تھے۔ جب آپ نے مکہ میں سکونت اختیار کی تو آپ کے عم زاد عبد الدار بن قصی آپ کے حلیف بنے۔ مکہ میں قیام کے تھوڑے عرصہ بعد یہیں پر فاطمہ بنت زائدہ سے شادی کی اور ان کے بطن سے وہ عظیم المرتبت بیٹی (حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا) پیدا ہوئی جس کے مقدر میں ام المومنین بننا لکھا جا چکا تھا۔ آپ کے والد خویلد کے قابل ذکر کارناموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے یمن کے بادشاہ تبع سے اس وقت ٹکر لی جب اس نے حجر اسود کو کعبۃ اللہ سے نکال کر اپنے ساتھ لے جانے کا ارادہ کیا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کے والد خویلد بن اسد حرب فجار کی لڑائی میں شریک ہوئے اور اسی لڑائی میں کام آ گئے۔ ان کے بعد خویلد کے بھائی عمرو بن اسد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے سرپرست

بنے۔ یہ عام الفیل سے بیس سال بعد کا واقعہ ہے۔۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 9)

دوسری روایت کے مطابق حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد خویلد بن اسد بڑھاپے کی وجہ سے اپنا وسیع کاروبار تجارت اپنی اکلوتی بیٹی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کر کے گوشہ نشین ہو گئے اور اسی گوشہ نشینی کی حالت میں ہی وفات پائی۔

(تزکار صحابیات، صفحہ نمبر 30)

ابتدائی زندگی:

ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا عرب کے شریف اور معزز ترین خاندان قریش سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا بچپن سے ہی نہایت شریف النفس اور نیک طبع تھیں، آپ جب بڑی ہوئیں تو اپنے اعلیٰ کردار، پاکیزہ اخلاق اور فہم و فراست کی وجہ سے "طاہرہ" کے لقب سے مشہور ہوئیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ذہانت و فطانت کے ساتھ ساتھ عفت و عصمت کی صفات جمیلہ سے بھی نوازا تھا۔

(اصابہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 60)

شادی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے سے پیشتر آپ رضی اللہ عنہا کی دو شادیاں ہو چکی تھیں۔ چونکہ آپ رضی اللہ عنہا ایک سردار کی بیٹی تھیں، بڑے ناز و نعم میں پلی بڑھی تھیں اور مال و دولت کی بھی فراوانی تھی اس لیے آپ رضی اللہ عنہا کے لئے ایک سے بڑھ کر ایک رشتہ آیا مگر آپ کے والد نے اپنی بیٹی کی فہم و فراست کے پیش نظر ان کے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کا انتخاب کیا جو کہ تورات کے بہت بڑے عالم تھے۔ لیکن بعد میں نامعلوم وجوہات کی بنا پر یہ رشتہ نہ ہو سکا اس طرح آپ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی ابو ہالہ بن بناش تمیمی سے ہو گئی۔ اس کا تعلق بنی اسد بن عمرو سے تھا۔ بعض مورخین نے اس کا نام و نسب ابو ہالہ ھند بن زرارہ بن بناش تمیمی لکھا ہے۔ اکثر تواریخ میں اس کا نام ہند بھی آیا ہے۔

(اسد الغابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 79) (فتح الباری، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 167)

اولاد:

ابو ہالہ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دولڑکے ہوئے۔ ایک کا نام ہالہ اور دوسرے کا نام ہند تھا۔ بعض روایات کے مطابق ہالہ زمانہ جاہلیت میں ہی فوت ہو گیا اور ھند کو شرف صحابیت حاصل ہوا۔

(تذکار صحابیات، صفحہ نمبر 29)

شادی کے تھوڑے عرصہ بعد ہی ابو ہالہ فوت ہو گیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا دوسرا نکاح عتیق بن عابد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم المخزومی سے ہو گیا۔ اس سے آپ کے ہاں ایک بیٹی ہوئی جس کا نام ہند رکھا گیا۔ اس زمانے میں ہند نام لڑکے اور لڑکی دونوں کیلئے رکھا جاتا تھا۔

(عیون الاثر، جلد 1، صفحہ نمبر 109)

بعض مورخین نے کہا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا عتیق بن عابد مخزومی سے پہلے نکاح ہوا اور ابو ہالہ سے بعد میں۔ بہر حال اس بات پر تمام متفق ہیں کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے سے پہلے دو شادیاں کر چکی تھیں اور دونوں خاوند فوت ہو چکے تھے۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اپنے دوسرے خاوند کے فوت ہو جانے کے بعد زیادہ وقت خلوت گزینی میں گزارتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا اپنا کچھ وقت خانہ کعبہ میں گزارتی اور کچھ زمانے کے مشہور کاہنہ عورتوں میں صرف کرتیں۔ قریش کے بڑے بڑے سرداروں نے آپ رضی اللہ عنہا کو پیغام نکاح دیا مگر آپ رضی اللہ عنہا نے سب کو رد کر دیا اور پردہ نشین اور باعزت زندگی بسر کی۔

(تاریخ الرسل والملوک، از امام طبری، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 161-160) (التاریخ از یعقوب بن سفیان، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 267 تا 269) (الدلائل النبوۃ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 283) (السیرہ، از ابن اسحاق، صفحہ نمبر 245) (مجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 253)

تجارت اور رسول اللہ ﷺ:

اُمّ المومنین سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے چونکہ والد اور دونوں خاوند انتقال کر چکے تھے اس لیے انہیں اپنے والد کے پیشہ تجارت کی خود نگرانی کرنی پڑی۔ آپ رضی اللہ عنہا میں فہم وفراست، معاملہ فہمی اور عقل و دانش تو عطیہ خداوندی تھی۔ اس لیے آپ رضی اللہ عنہا نے اس کاروبار کو بہت احسن طریقے سے چلایا۔ جس سے آپ رضی اللہ عنہا کا مال تجارت دن بدن بڑھتا ہی رہا۔ آپ رضی اللہ عنہا چونکہ خود پردہ نشین تھیں اس لیے آپ رضی اللہ عنہا نے اپنا کاروبارِ تجارت چلانے کیلئے بہت سا عملہ رکھا ہوا تھا جو کہ عرب یہود و عیسائیوں پر مشتمل تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا کے روابط شام و یمن میں تھے۔ چونکہ آپ رضی اللہ عنہا کا مال تجارت ان ملازموں کے رحم و کرم پر تھا جو شام و یمن قافلے کے ساتھ جاتے تھے۔ ان تمام کی نگرانی کیلئے آپ رضی اللہ عنہا کو ایک ایسے شخص کی تلاش تھی جو فہم فہراست اور عقلمندی میں بے مثال ہو اور دیانت و امانت اس کی صفات ہوں۔

یہ وہ دور تھا جب مکہ کے ہر گھر میں اور ہر مجلس میں عبداللہ رضی اللہ عنہ کے چاند، معزز اور امانت دار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچا تھا۔ جن کی امانت و دیانت کا ہر کوئی گواہ تھا۔ جن کی فہم و فراست کا یہ عالم تھا کہ قریش میں جب بھی کسی معاملہ پر اختلافات پیدا ہو جاتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے باوجودیکہ آپ علیہ السلام ابھی نوعمر تھے مگر پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ان کیلئے آخری اور حتمی ہوتا۔

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اوصاف کی خبر سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا تک بھی پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہا کی دلی خواہش ہوئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرا مال لے کر شام جائیں۔ انہی دنوں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تجارتی قافلہ شام کیلئے تیار تھا۔ اس کی خبر مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کو پہنچی تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر کہا!

”تجارتی قافلہ شام کی طرف جا رہا ہے میری خواہش ہے کہ تم بھی اس قافلے کے ساتھ تجارت لے کر جاؤ مگر پاس سرمایہ نہیں ہے کہ آپ کو سامان تجارت لے کر دے سکوں اس لیے آپ خدیجہ سے مل لیں اور ان کا سامان لے کر قافلے کے ساتھ جائیں۔“

(التاریخ از یعقوب بن سفیان، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 267 تا 269)

ابو طالب کی اس گفتگو کا پتہ جب سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کو ہوا تو انہوں نے خود ہی مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام دیا کہ آپ میرا مال تجارت لے کر جائیں۔ جتنا معاوضہ میں دوسروں کو دیتی ہوں اس سے دوگنا آپ کو دوں گی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو قبول فرمایا۔ حضرت سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذہانت وامانت کو دیکھ کر اس مرتبہ پہلے سے دوگنا مال تجارت کے لئے آپ علیہ السلام کے سپرد کیا اور چلتے وقت اپنا ایک خاص غلام ''میسرہ'' بھی آپ علیہ السلام کے ساتھ کر دیا اور اسے کہا!

''محمد کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہونی چاہیے اور راستے میں تم جو حالات وواقعات دیکھو وہ مجھے بتانا۔''

چنانچہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور میسرہ نے قافلے کے ساتھ کوچ کیا تو میسرہ نے باریک بینی کے ساتھ صادق وامین نبی علیہ السلام کے اقوال وافعال کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ ہر دن میسرہ صادق اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت، امانت، کرامت، حسنِ سلوک اور معاملہ فہمی کے انوکھے واقعات دیکھتا رہا۔ اس نے کھانے پینے کی چیزوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کی برکت کے عجائبات اور خرید وفروخت میں خیر وبرکت کو دیکھا اور اس نے وہ بادل بھی دیکھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ چلتا تھا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کر دیتا تھا۔ اس نے درخت کا بھی معائنہ کیا جو اپنے تنے سمیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک گیا اور اپنا سایہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیر دیا اور راہب کی اس حیرت کا بھی مشاہدہ کیا جس نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر کہا تھا!

''مَا نَزَلَ تَحْتَ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّا نَبِیٌّ''

''اس درخت کے نیچے کبھی بھی نبی کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں بیٹھا۔''

کیونکہ یہ راہب تورات وزبور کا عالم تھا اور اس نے پہلی ہی نظر میں مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تورات وزبور میں موجود نشانیوں سے پہچان لیا اور یہ کیوں نہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

''یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ''

''یہ اہل کتاب نبی علیہ السلام کو ایسے پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنی اولاد کو۔''

میسرہ نے یہ بھی دیکھا کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مال تجارت کو بیچنے کیلئے لات وعزیٰ وغیرہ کی قسمیں نہیں کھاتے جو کہ اہل عرب کا خاصہ تھا۔ جو بھی ایک مرتبہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیتا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی گرویدہ ہو جاتا۔ مصطفیٰ کریم علیہ السلام سالارِ قافلہ تھے، اس کے باوجود آپ علیہ السلام کا تمام قافلے والوں سے حسنِ سلوک اتنا مشفقانہ اور پیار بھرا تھا کہ ہر کوئی آپ علیہ السلام کی رحمت وشفقت کے موتیوں سے اپنا دامن بھر رہا تھا۔

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے نہ صرف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سارا سامان پہلے سے کئی گنا منافع پر فروخت ہوا بلکہ تمام قافلے والوں کو بھی پہلے سے کئی گنا زیادہ منافع حاصل ہوا۔ جب یہ قافلہ کامیابی کے ساتھ واپس ہوا تو حضرت سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پہلے آپ علیہ السلام کے استقبال کیلئے اپنی ہم جولیوں کے ساتھ اپنے بالا خانے میں موجود تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا غلام میسرہ جلدی جلدی اپنی مالکہ کے پاس پہنچ گیا اور سفر میں ہونے والے تمام واقعات اور کئی گنا منافع کا حال بیان کیا اور مصطفیٰ کریم علیہ السلام کی وہ نعت بیان کی کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ علیہ السلام کی عظمت وشان کی قائل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گرویدہ ہو گئیں۔ جب قافلے میں سید کونین علیہ السلام پر ان کی نظر پڑی تو انہوں نے دیکھا کہ سخت دھوپ ہے لیکن مصطفیٰ کریم علیہ السلام پر بادل نے سایہ کیا ہوا ہے۔

جب حبیب خدا علیہ التحیۃ والثناء سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچے تو انہوں نے بڑی گرم جوشی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے باوقار انداز میں سفر کے حالات اور نفعِ تجارت کے بارے میں آگاہ کیا اور حساب وکتاب دینے کے بعد واپس تشریف لے آئے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کارگزاری پر بہت خوش ہوئی اور جتنی رقم کا وعدہ ہوا تھا اس سے زیادہ رقم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔

(دلائل النبوۃ، للبیہقی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 62) (دلائل النبوۃ، لابی نعیم اصفہانی، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 54) (سیرت ابن ہشام، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 188) (الروض الانف، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 236) (طبقات ابن سعد، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 82) (خصائص الکبریٰ، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 91) (لمالۃ

الادب، جلد نمبر 16، صفحہ نمبر 85) (تاریخ طبری، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 280) (عیون الاثر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 62) (مصنف عبدالرزاق، جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 320) (ازواج النبی، لابن زبالہ، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 24)

حضور ﷺ کے ساتھ نکاح:

حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفرِ شام سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار ہو چکی تھیں اور آپ رضی اللہ عنہا کے دل میں یہ خواہش جڑ پکڑ چکی تھی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کیا جائے۔ سفرِ شام کے تمام حالات کا ذکر سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل سے کیا جو کہ تورات و زبور کے بہت بڑا عالم تھے تو انہوں نے کہا کہ اگر یہ واقعات سچے اور صحیح بیان کئے ہیں تو پھر محمد اس امت کے نبی ہیں اور میں خوب جانتا ہوں کہ اس امت میں ایک نبی آنے والے ہیں اور جن کے آنے کا زمانہ بہت قریب ہے۔

(عیون الاثر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 120)

ورقہ بن نوفل کے اس بیان کو سن کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کا شوق مزید بڑھ گیا۔ مدارج النبوۃ، جلد دوم، صفحہ نمبر 798 پر حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے خواب کا ذکر موجود ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا کہ آسمانی سورج آپ کے گھر میں اتر آیا ہے اور اس کا نور آپ کے گھر سے ہر طرف پھیل رہا ہے یہاں تک کہ مکہ کوئی گھر بھی ایسا نہیں جہاں تک یہ نور نہ پہنچا ہو۔ جب آپ بیدار ہوئیں تو اپنا خواب اپنا چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کو سنایا تو انہوں نے اس کی تعبیر یہ بیان کی کہ نبی آخر زماں صلی اللہ علیہ وسلم عنقریب آپ سے نکاح کریں گے۔ چنانچہ حضرت خدیجہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفرِ شام کے واپسی کے دو ماہ اور پچیس دن بعد اپنی چچازاد بہن نفیسہ بنت منیہ کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغامِ نکاح بھیجتی ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچاؤں کے مشورہ سے قبول فرما لیتے ہیں۔

(مسند امام احمد، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 312) (مصف عبد الرزاق، جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 320) (

طبقات ابن سعد، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 310) (المستدرک للحاکم، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 182) (المعجم الکبری للطبرانی، جلد نمبر 12، صفحہ نمبر 182) (دلائل النبوۃ، للبیہقی، جلد نمبر 11، صفحہ نمبر 190) (ازواج النبی، از لابن زبالہ، صفحہ نمبر 25) (مجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 220) (السیرۃ المغازی، لابن اسحاق، صفحہ نمبر 82-81)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام نکاح قبول کرنے کے بعد نکاح کی تاریخ مقرر ہو گئی۔ مقررہ دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے چچا ابو طالب، سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دیگر روساءِ قریش کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے آپ کے چچازاد ورقہ بن نوفل، آپ کے چچا عمرو بن اسد اور دیگر رشتہ دار موجود تھے۔ سب سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب نے خطبہ نکاح پڑھا جس کے الفاظ یوں ملتے ہیں!

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَنَا مِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرَاهِيْمَ وَزَرْعِ اِسْمَاعِيْلَ وَضُئْضُئِی وَعُنْصَرَ مُضَرِ وَّجَعَلَنَا حِفظَةَ بَيْتِهٖ وَاسُوَّاسِ حَرَمِهٖ وَجَعَلَ لَنَا بَيْتًا مَحْجُوْبًا وَّحَرَمًا اٰمِنًا وَّجَعَلَنَا الْحُكَّامَ عَلَى النَّاسِ۔ اَمَّا بَعْدُ۔ فَاِنَّ مُحَمَّدًا اَمِمَّنْ لَايُوَازِنُ بِهٖ حَتّٰی مِنْ قُرَيْشٍ اِلَّا رَجَعَ بِهٖ شَرْفًا وَّنُبْلًا وَّفَضْلًا وَّعَقْلًا وَّاِنْ كَانَ فِی الْمَالِ قَلَّ فَاِنَّهٗ ظِلٌّ زَائِلٌ وَّعَارِيَةٌ مُسْتَرْجِعَةٌ وَّلَهٗ فِیْ خَدِيْجَةَ بِنْتِ خُوَيْلَدٍ رَغْبَةٌ وَّلَهَا فِيْهَا مِثْلُ ذَالِكَ

(روض الانف، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 122)

"سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ذریت، سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی نسل، معد کی اصلب اور مضر کے عنصر سے پیدا فرمایا۔ اور ہمارے لیے ایسا گھر مقرر کیا جس کا قصد کر کے لوگ دور دور سے آتے ہیں اور اس کی چاردیواری کو امن والا بنایا اور ہم کو اپنے گھر کا امین اور محافظ مقرر کیا۔ پھر ہم کو اور لوگوں پر حاکم بنایا۔ اما بعد۔ محمد وہ ہیں کہ قریش کا کوئی نوجوان بھی شرف، رفعت اور عقل و

فضیلت میں آپ کے ساتھ تولا جائے تو آپ ہی بھاری رہیں گے۔ اگرچہ آپ مال کے لحاظ سے کم ہیں لیکن مال ایک زائل ہو جانے والا سایہ ہے اور ایک عاریت ہے جو واپس کی جانے والی ہے۔ یہ خدیجہ بنت خویلد کے نکاح کی طرف مائل ہیں اور اسی طرح خدیجہ آپ سے نکاح کی طرف مائل ہے۔ ان کا مہر میرے مال سے ادا کر دیا گیا ہے۔ خواہ وہ معجل ہو یا غیر معجل۔"

جناب ابو طالب کے خطبہ نکاح ختم ہوتے ہی سیدہ خدیجہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل بطور ولی اٹھے اور خطبہ دیا!

"سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے جس نے ہمیں ایسا ہی بنایا جیسا کہ آپ نے بیان کیا اور ہمیں ایسی ہی فضیلتیں عطا فرمائیں جیسی کہ آپ نے شمار کیں۔ ہم عرب کے سردار اور راہنما ہیں اور آپ سب بھی۔ کوئی قبیلہ اور کوئی شخص آپ کے فضائل اور عظمت و شرف کا انکار نہیں کر سکتا اور ہمیں آپ کی شرافت و نجابت و قومیت سے تعلق پیدا کرنے میں رغبت ہوئی ہے۔ پس اے قبائل قریش! گواہ رہو کہ میں نے خدیجہ بن خویلد کا نکاح محمد بن عبداللہ سے کر دیا ہے۔"

جب ورقہ بن نوفل خاموش ہوئے تو جناب ابو طالب نے کہا!

"بہتر ہوگا کہ عمرو بن اسد جو کہ اس وقت خدیجہ کے سرپرست ہیں وہ بھی اس کی توثیق کر دیں۔"

اس پر عمرو بن اسد کھڑے ہوئے اور کہا!

"اے قریش! گواہ رہو کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد کو محمد بن عبداللہ کے نکاح میں دے دیا۔"

حق مہر:

ام المومنین سیدہ خدیجہ اکبریٰ رضی اللہ عنہا کی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شادی کے وقت عمر چالیس سال تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت عمر مبارک پچیس سال تھی۔ حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا حق مہر ساڑھے بارہ اوقیہ جو کہ پانچ سو طلائی درہم بنتا

ہے مقرر ہوا۔

بعض مورخین نے چار سو مثقال حق مہر بیان کیا ہے اور کچھ نے بیس اونٹ ذکر کیا ہے۔

یہ شادی اعلانِ نبوت سے پندرہ سال قبل ہوئی۔

(طبقات ابن سعد، جلد اول، صفحہ نمبر 84) (دلائل النبوۃ، للبیہقی، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 424) (سیرۃ النبوۃ، لابن کثیر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 267) (سیرۃ ابن ہشام، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 189) (مجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 221) (عیون الاثر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 64) (مصف عبدالرزاق، جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 320) (ازواج النبی، صفحہ نمبر 25) (تہذیب فی نووی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 346)

بے مثال رفیقہ حیات:

اُم المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا حضور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے کے پہلے دن سے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری میں اپنی جان و مال کے ساتھ ایسی مستغرق ہوئیں جیسے کہ ایک لونڈی اپنے آقا کے لیے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنا سارا مال و اسباب مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈھیر کر دیا جس کی وجہ سے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فکر معاش سے نجات مل گئی۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ساری زندگی مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی خدمت کی کہ ساری زندگی کبھی ایسا موقعہ نہیں آیا جس سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرا برابر بھی رنج پہنچا ہو۔ بلاشبہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس ذی عظمت خاتون نے اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر اور اپنی مالی خوشحالی کی بنا پر دشمنوں کو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچنے دیا۔ انہوں نے عام گھریلو عورتوں کی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اپنی ذات میں ہی نہیں لگائے رکھا بلکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلوت گزینی سے واپس تشریف لاتے تو بڑی خندہ پیشانی اور پیار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرتیں اور جس قدر توشہ کی ضرورت ہوتی تیار کرتیں اور کبھی بھی گلہ نہ کرتیں کہ آپ مجھے کم وقت دیتے ہیں۔

اولاد:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے سے قبل ام المومنین حضرت خدیجہ رضی

اللہ عنہا کے دو نکاح ہو چکے تھے اور ان سے اولادیں بھی ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے پہلے نکاح سے لڑکی پیدا ہوئی جن کا نام ہند رکھا گیا۔ دوسرے نکاح سے آپ کے ہاں دو لڑکے پیدا ہوئے ان میں سے ایک کا نام ہالہ دوسرے کا نام ہند تھا۔ جیسا کہ پہلے کیا جا چکا ہے کہ اس زمانے میں ''ہند'' عورت اور مرد دونوں کا نام رکھا جا سکتا تھا۔

(الاستیاب، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 1549)

سیدنا ہند رضی اللہ عنہ:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے سیدنا ہند رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ بڑے فصیح و بلیغ تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت شان بیان کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے!

''میں باپ، ماں، بھائی اور بہن کے لحاظ سے سب سے زیادہ عزت والا ہوں۔ کیونکہ میرے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، میری ماں ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں، میرا بھائی قاسم رضی اللہ عنہ ہے اور میری بہن سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا ہیں۔''

(المعارف، صفحہ نمبر 132)

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی کنیت ''ام ہند'' انہی کی وجہ سے تھی۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 15)

(تہذیب الاسماء والصفات، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 342) (سخاوی، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 40)

روایات کے مطابق سیدنا ہند رضی اللہ عنہ بصرہ میں طاعون کی وجہ سے فوت ہوئے اور ان کے جنازے میں بہت زیادہ لوگوں نے شرکت کی۔ لوگ اپنے جنازوں کو چھوڑ کر ان کے جنازے میں اس لیے شریک ہوئے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیب (بیوی کے بیٹے) تھے۔

ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ اولادیں ہوئیں، دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

سیدنا قاسم رضی اللہ عنہ:

سیدنا قاسم رضی اللہ عنہ جن کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ابوالقاسم'' کی کنیت اختیار فرمائی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ ابھی چلنے کے قابل ہی ہوئے تھے کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے صاحبزادے کا نام سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نہایت ہی چھوٹی عمر میں وصال ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ اعلانِ نبوت کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ اس لیے اکثر مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے طیب وطاہر ان ہی کے لقب تھے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا:

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔

(مجمع الزوائد، باب اولاد رسول، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 217) (طبقات ابن سعد، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 85) (المعارف، لابن قتیبہ، صفحہ نمبر 61) (جمرۃ الانساب العرب، صفحہ نمبر 61) (حیات القلوب، از ملاں باقر مجلسی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 298) (منتہی الامال، از عباس قمی، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 108) (اصول کافی، صفحہ نمبر 279)

سیدہ زینب رضی اللہ عنہ ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطنِ اطہر سے بعثت کے دس سال قبل مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا تمام بہن بھائیوں سے بڑی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ سے ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خواہش پر ہوا۔ ابوالعاص رضی اللہ عنہ سیدہ خدیجہ کی بہن ہالہ کے بیٹے تھے۔ ان کا نام تواریخ میں لقیط، مقسم، قاسم اور یاسر بھی آیا ہے مگر پہلا قول زیادہ قوی ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنی والدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ فوراً ہی اسلام قبول کر لیا۔ ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے اس وقت تو اسلام قبول نہ کیا مگر ہجرت مدینہ کے چھ سال بعد یہ بھی مسلمان ہو گئے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ایک

صاحبزادے تھے جن کا نام ''علی'' اور ایک صاحبزادی تھیں جن کا نام ''امامہ'' تھا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا وصال 8 ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوا۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا:

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی ہیں جو کہ ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے تین سال بعد اور بعثت نبوی سے سات سال قبل پیدا ہوئیں۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک 33 سال تھی۔ جب آپ رضی اللہ عنہا کی بڑی بہن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابوالعاص رضی اللہ عنہا سے ہوہوا جو کہ غیر قریشی تھے تو ابوطالب کی وساطت سے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کیلئے ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کا پیغام نکاح آیا اس غرض سے کہ کہیں ان کا نکاح بھی غیر قبیلے میں نہ ہو جائے۔ کچھ سوچ بچار کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت سے قبل سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عتبہ سے اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح عتیبہ سے کر دیا۔ چونکہ ابھی یہ بالغ نہ تھیں اس لیے ان دونوں کی رخصتی نہ ہوئی۔ جب سورۃ لہب نازل ہوئی تو ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں سے کہا!

رَاْسِیْ مِنْ رَاْسِکُمَا حَرَامٌ اِنْ لَّمْ تُفَارِقَا ابْنَتَیْ مُحَمَّدٍ

(نورالابصار، صفحہ نمبر 43)

''جب تک تم دونوں محمد کی بیٹیوں کو طلاق نہ دو گے میرا سر تم سے جدا رہے گا۔''

چنانچہ ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں صاحبزادیوں حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو قبل از رخصتی طلاق دے دی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح بحکمِ خدا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کر دیا تو مکہ میں اس جوڑے کے بارے میں مشہور ہو گیا کہ......

''اَحْسَنَ زَوْجَیْنِ رَاٰھُمَا اِنْسَانٌ رُقَیَّۃُ وَزَوْجُھَا عُثْمَانُ

''انسانوں میں سب سے اچھا جوڑا جو دیکھا گیا ہے وہ رقیہ اور عثمان کا جوڑا

ہے۔"

حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا وہ خاتون ہیں جنہوں نے ہجرت فی سبیل اللہ کی سنت کو اپنے شوہر کے ساتھ قائم کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے دو ہجرتیں کیں۔ ایک مکہ سے حبشہ کی طرف اور دوسری حبشہ سے مدینہ کی طرف۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"لوط علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جس نے راہِ خدا میں ہجرت کی۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ایک صاحبزادہ پیدا ہو جن کا نام عبداللہ رضی اللہ عنہ رکھا گیا۔ یہ چھ سال کی عمر میں 4 ہجری کو وصال فرما گئے۔

حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا وصال 2 ہجری میں اس وقت ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگِ بدر کیلئے تشریف لے گئے تھے اور جس دن حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ فتح کی بشارت لے کر مدینہ پہنچے اس وقت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی تدفین ہو رہی تھی۔

سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا:

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا اسم گرامی آمنہ بنت محمد اور کنیت ام کلثوم ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا بعثت نبوی سے چھ سال قبل مکہ میں پیدا ہوئیں۔ جیسا کہ حضرت سیدہ رقیہ کے مختصر حالات میں لکھا جا چکا کہ ان کا نکاح ابولہب کے لڑکے عتیبہ سے ہوا لیکن رخصتی سے قبل ہی "سورۃ لہب نازل ہونے کے سبب انہیں طلاق دیدی گئی۔ جب سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہو سلم نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی 3 ہجری کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا!

"جب میری بیوی رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو میں بہت رویا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا!

"کیوں رو رہے ہو؟"

میں نے عرض کیا!

"اس لیے روتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری دامادی کا تعلق منقطع ہو گیا۔"

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"یہ جبرائیل ہیں انہوں نے مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچایا ہے کہ میں تیرے ساتھ رقیہ کی ہمشیرہ کا نکاح کر دوں اور اسی کے مہر کی مثل مہر مقرر کروں۔"

(نور الابصار، صفحہ نمبر 44)

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہا کا وصال 9 ہجری میں ہوا۔

سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا:

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا نام مبارک فاطمہ بنت محمد اور القابات زہرا، سیدۃ النساء العالمین، بتول، خاتونِ جنت، سیدہ، زاہدہ، طاہرہ، صالحہ، طیبہ، وغیرہ ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی ولادت اعلانِ نبوت کے پہلے سال ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اکتالیس سال تھی۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے 2 ہجری میں غزوۂ بدر سے واپسی پر رمضان المبارک کے بعد ہوا، اس وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر پندرہ سال اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہا کی عمر اکیس سال تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ذوالحجہ میں ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہا کا حق مہر چار سو مثقال چاندی مقرر ہوا۔

ایک اور روایت کے مطابق سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہ کے وصال کے وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ سے پوچھا!

"اس سفید کاغذ پر کیا لکھا ہے؟"

اس پر سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے کہا!

"جب میرا نکاح آپ سے ہونے لگا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا!

"اے فاطمہ! تیرا نکاح علی سے چار سو مثقال چاندی مہر پر کرنے لگا ہوں کیا تجھے قبول ہے؟"

میں نے عرض کیا!

“یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! علی مجھے منظور ہے مگر اتنا مہر منظور نہیں۔ ”

اتنے میں جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا!

“یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں جنت اور اس کی نعمتیں فاطمہ کا مہر مقرر کرتا ہوں۔ ”

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کی خبر دی تو میں اس پر بھی راضی نہ ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

“تو خود ہی بتا کہ تیرا مہر کیا ہو؟”

تو میں نے عرض کیا!

“یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہر وقت امت کے غم میں رہتے ہیں اس لیے میں چاہتی ہوں کہ آپ کی گناہ گار امت کی بخشش میرا مہر مقرر ہو۔ ”

چنانچہ جبرائیل علیہ السلام واپس گئے اور جب واپس آئے تو یہ کاغذ کا ٹکڑا لے کر آئے جس پر لکھا تھا!

“جَعَلْتُ شَفَاعَةَ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَدَاقَ فَاطِمَةَ”

(جامع المعجزات المصری، صفحہ نمبر 62) (آل رسول، صفحہ نمبر 277)

“میں (اللہ تعالیٰ) نے امت محمد کی شفاعت فاطمہ کا مہر مقرر کیا۔ ”

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے اتنی محبت تھی کہ اتنی کسی دوسرے سے نہ تھی۔

خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے تین صاحبزادے تھے۔ پہلے حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ، دوسرے جناب حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور تیسرے جناب حضرت سیدنا محسن رضی اللہ عنہ (ان کا وصال بچپن میں ہی ہو گیا تھا)۔ آپ رضی اللہ عنہا کی تین صاحبزادیاں تھیں۔ پہلی حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا، دوسری حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور تیسری حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا ان کا وصال بھی قبل از بلوغ ہو گیا تھا۔

روایات کے مطابق جب سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا آخری وقت آیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے خود اپنے ہاتھوں سے آٹا گوندھا اور روٹیاں پکائیں اور اپنے دونوں شہزادوں امام

حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو تیار کیا۔ جب حضرت مولا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہا نے وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا!

”آج میں نے خواب میں اپنے ابا جان علیہ السلام کو دیکھا ہے کہ وہ کسی کا بڑی بے چینی کے ساتھ انتظار کر رہے ہیں جب میں نے پوچھا کہ آپ کس کا انتظار فرما رہے ہیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”بیٹی! میں تیرا انتظار کر رہا ہوں۔“ اس لیے میں نے جان لیا کہ اب ہماری جدائی کا وقت آ گیا ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے ساتھ امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کیلئے بھیجا اور خود ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر عرض کیا!

”امی! میرے لیے پانی لائیں تاکہ میں غسل کر لوں۔“

اُم المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

”میں نے پانی رکھ دیا تو سیدہ نے اس طرح غسل فرمایا کہ میں نے اس خوبی کے ساتھ غسل کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔ پھر انہوں نے مجھ سے اپنے نئے کپڑے طلب کیے جو کہ پہلے سے ہی تیار تھے وہ میں نے انہیں پیش کیے تو انہوں نے ان کو زیب تن کیا اور مجھ سے کہا کہ میرا بستر کمرے کے درمیان بچھا دیا جائے۔ میں نے بستر بچھا دیا تو آپ اس پر پہلو کے بل قبلہ رخ ہو کر لیٹ گئیں اور اپنا دایاں ہاتھ اپنے رخسار کے نیچے رکھ لیا اور پھر مجھے کہا!

”یَا اُمَّتَاہ اِنِّی مَقْبُوْضَۃٌ الْاٰنِ وَقَدْ تَطَهَّرْتُ فَلَا یَکْشِفُنِیْ اَحَدٌ

(مسند امام احمد بن حنبل، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 462)

”اے امی جان! عنقریب میں دنیا سے رخصت ہونے والی ہوں اور میں نے غسل کر لیا ہے اس لیے کوئی بھی غسل کیلئے میرا جسم نہ کھولے۔“

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء بنت عمیس کو بلا کر ارشاد فرمایا!

”میرے ابا جان کے ایام مرض میں حضرت جبرائیل علیہ السلام بہشتی کافور لائے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تین حصے کر کے ایک حصہ اپنے لیے رکھ لیا تھا اور دو حصے مجھے عطا کیے تھے اور مجھے فرمایا تھا کہ ایک حصہ تمہارے لیے اور ایک حصہ علی کیلئے ہے۔ اب اس

کافور کی مقدار چالیس مثقال ہے اس لیے بیس مثقال میرے حصے کے لے آؤ۔ جو فلاں جگہ پر پڑا ہے اور باقی بیس مثقال علی کے لئے سنبھال کر رکھ لو۔"

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

"جب میں نے وہ بیس مثقال سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش کیے تو آپ نے فرمایا کہ اے اسماء! اب تو بھی باہر چلی جا تا کہ میں اپنے پروردگار سے کچھ عرض و معروضات کرلوں۔ پھر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گنہگار امت کی بخشش کی دعا کی۔"

(روضۃ الشہداء، صفحہ نمبر 142)

وصال سے قبل آپ رضی اللہ عنہا نے وصیت فرمائی کہ میرے جنازے کو ڈولی نما چارپائی پر لے جایا جائے، میرے جنازے کو رات کی تاریکی میں اٹھایا جائے اور کسی غیر کو میرے جنازے کی اطلاع نہ دی جائے۔

بوقتِ وصال حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک 28 سال تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا کا جنازہ ایک روایت۔ کے مطابق حضرت مولا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہا نے اور دوسری روایت کے مطابق حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہا نے پڑھایا اور بقیع میں مدفون ہوئیں۔

فضائل:

1. سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کی طرح زمانہ جاہلیت میں ہی بت پرستی ترک کردی تھی اور ان سے بے زار ہوگئیں تھیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا!

"بخدا! میں کبھی بھی لات وعزیٰ کی پرستش نہ کروں گا۔"

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

"لات کو جانے دیجئے۔ عزیٰ کو جانے دیجئے، آپ ان کا نام بھی نہ لیں۔"

(مسند امام احمد، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 222)

:2 سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی ایمان لانے والی پہلی خاتون تھیں۔

:3 حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"خَیْرُ نِسَآئِهَا مَرْیَمُ بِنْتِ عِمْرَانَ وَخَیْرُ نِسَآئِهَا خَدِیْجَةُ بِنِ خُوَیْلِدٍ

(الصحیح المسلم، جلد نمبر 2، کتاب الفضائل، صفحہ نمبر 284)

"مریم بنت عمران اور خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہما تمام عورتوں میں سب سے افضل ہیں۔"

4: سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار خط رقم فرمائے۔ پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا!

"تم جانتے ہو یہ خط کیا ہیں؟"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حسب معمول عرض کیا!

" وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ"

"اللہ اور اللہ کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔"

اس پر آپ علیہ السلام نے فرمایا!

"اَفْضَلُ نِسَآءِ اَهْلِ جَنَّةٍ خَدِیْجَةُ بِنْتِ خُوَیْلِدٍ وَّفَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ وَّمَرْیَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ وَاٰسِیَةُ بِنْتِ مَزَاحِمَ اِمْرَاَةَ فِرْعَوْنَ

(مسند امام احمد، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 293) (مسند ابو یعلی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 159) (مستدرک حاکم، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 160) (نسائی فی فضائل صحابہ، صفحہ نمبر 252) (المعجم الکبیر للطبرانی، جلد نمبر 11، صفحہ نمبر 336) (مجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 223)

"جنت کی عورتوں میں سب سے افضل چار عورتیں ہیں۔ پہلی خدیجہ بنت خویلد، دوسری فاطمہ بنت محمد، تیسری مریم بنت عمران اور چوتھی آسیہ بنت مزاحم فرعون کی بیوی۔"

5: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ!

جبرائیل علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا!

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدیجہ آ رہی ہیں، ان کے پاس ایک برتن ہے جس میں شوربا، کھانا یا پانی ہے، جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو انہیں ان کے رب کی طرف سے سلام کہیے اور میری طرف سے بھی اور انہیں جنت میں ایسے گھر کی خوشخبری

سنائیں جو کھوکھلے موتی کا بنا ہوا ہے جس میں نہ کسی قسم کا شور ہوگا اور نہ کوئی تکان۔"

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جبرائیل علیہ السلام کا پیغام سنایا تو وہ کہنے لگیں!

"اللہ ہی سلام ہے (یعنی وہ خود بھی سلامت ہے اور دوسروں کو بھی سلامت رکھنے والا ہے) اور اسی کی طرف سے سلامتی ہے اور جبرائیل علیہ السلام پر سلام ہو۔"

(الصحیح البخاری، مناقب الانصار، باب تزویج النبی خدیجہ وفضلھا، حدیث نمبر 3821)(فتح الباری شرح صحیح بخاری، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 133)(الصحیح المسلم، فضائل صحابہ، باب فضائل خدیجہ، حدیث نمبر 1887)(السنن الترمذی، باب فضل خدیجہ، حدیث نمبر 3876)(السنن النسائی، باب فضائل صحابہ، حدیث حضرت انس)(مسند امام احمد، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 205)(الطبرانی، جلد نمبر 13، صفحہ نمبر 11)(مسند امام احمد، فضائل صحابہ، حدیث نمبر 1586)(المستدرک للحاکم، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 185)(اسمط الثمین للطبری صفحہ نمبر 24)(مجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 223)(کنز العمال، جلد نمبر 12، صفحہ نمبر 130)

یہ ایک ایسی فضیلت ہے جو کسی دوسری خاتون کے حصے میں نہیں آئی۔

6: یہ بات بھی ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے خصائص میں شامل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا چوبیس سال اور کچھ ماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں رہیں اور اس دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری شادی نہ کی، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی اور آپ رضی اللہ عنہا کو بھی۔

(الصحیح المسلم، حدیث نمبر 2436)(المعجم الکبیر، جلد نمبر 22، صفحہ نمبر 450)(طبرانی فی عبد الرزاق، جلد نمبر 7، صفحہ 493)(مجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 220)

7: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد سوائے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔

8: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد ان کی بہت زیادہ تعریف فرمایا کرتے تھے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتیں

ہیں!

''میں اتنا رشک کسی دوسری عورت پر نہ کرتی جتنا جنابہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پر کرتی، حالانکہ میں نے انہیں دیکھا بھی نہیں۔ رشک کرنے کی کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کرتے کرتے اور آپ رضی اللہ عنہا کے لیے استغفار کرتے کرتے تھکتے ہی نہ تھے۔ چنانچہ ایک دن حسب معمول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا تو مجھے غیرت نے ابھارا۔ میں نے عرض کیا!

''اللہ تعالیٰ نے میری صورت میں ایک عمر رسیدہ کا بدل آپ کو دیا ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت غضبناک ہو گئے جس سے میری ہمت جواب دے گئی تو میں نے کہا!

''اے اللہ! اگر تو اپنے رسول کا غصہ مجھ سے دور کر دے تو جب تک میں زندہ رہوں گی کبھی بھی خدیجہ کا ذکر برائی کے ساتھ نہیں کروں گی۔''

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری حالت دیکھی تو فرمایا!

''تو نے یہ کس طرح کہہ دیا؟ بخدا! وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگوں نے مجھے جھٹلایا۔ جب لوگوں نے میرا انکار کیا تو انہوں نے مجھے پناہ دی۔ ان سے مجھے اولاد عطا کی گئی جبکہ تم اس سے محروم کر دی گئیں۔''

(الصحیح البخاری، حدیث نمبر 3821) (الصحیح المسلم، حدیث نمبر 2437) (مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 117) (المعجم الکبیر، جلد نمبر 23، صفحہ نمبر 13) (البدایہ والنھایہ، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 162) (الاستیعاب، لابن عبدالبر، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 1824) (مجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 234) (الاربعین، لابن عساکر، صفحہ نمبر 18) (الاصابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 605) (تاریخ دمشق، لابن عساکر، صفحہ نمبر 161 ۱۶۱)

9: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت کرتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد بہت دیر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول رہا کہ اس وقت تک گھر سے باہر نہ جاتے جب تک سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خوب تعریف اور ان کیلئے استغفار نہ کر لیتے اور جب گھر میں داخل ہوتے تو بھی ایسا ہی کرتے۔ حضرت

خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانور ذبح فرماتے اور اس کا گوشت حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بھیجتے۔

10: جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی چیز لائی جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے!

''اس کو فلاں کے گھر بھیج دو کیونکہ وہ خدیجہ سے محبت کرتی تھیں۔''

حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''ایک مرتبہ حسانہ مزینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنے کے لئے آئیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑی مہربانی کے ساتھ ان سے پیش آئے اور ان کا حال احوال پوچھا۔ جب وہ چلی گئیں تو میں نے پوچھا!

''یا رسول اللہ! یہ بڑھیا کون تھی جس کے ساتھ آپ اتنی شفقت کے ساتھ پیش آئے؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''یہ خدیجہ کی سہیلی ہے جو خدیجہ کے ساتھ بہت محبت کرتی تھی۔''

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''اے عائشہ! یہ خدیجہ کی زندگی میں ہمارے پاس آیا کرتی تھی اور محبت کی تکریم بھی ایمان کا جز ہے۔''

(شعب الایمان، للبیہقی، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 517، حدیث نمبر 9122) (مستدرک حاکم، جلد نمبر 1، صفحہ 15) (اسد الغابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 64) (المعجم الکبیر، جلد نمبر 23، صفحہ نمبر 14) (الاصابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 580) (المقاصد الحسنہ، حدیث نمبر 1198)

وحیِ اوّل اور سیدہ خدیجۃ الکبریٰ:

ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''جوں جوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس کے قریب پہنچ رہی تھیں۔ توں توں آپ کو خلوت اور تنہائی محبوب بنا دی گئی تھی۔ آپ کئی کئی دن تک غار حرا میں جا کر

خلوت گزیں رہتے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر واپس آتے تو میں بڑے پیار و محبت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرتی اور جس قدر توشہ کی ضرورت ہوتی آپ کو تیار کر کے دیتی۔ حسب معمول ایک مرتبہ حضور رحمت دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں معتکف تھے کہ ایک فرشتہ (جبریل علیہ السلام) غار حرا میں داخل ہوئے اور آپ کو سلام کیا اور پھر کہا!

''اقرأ''

''پڑھیے!''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''مَا اَنَا بِقَارِیءٍ''

''میں کیوں پڑھوں؟''

فرشتے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معانقہ کیا اور اتنا دبایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشقت کی انتہا نہ رہی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر کہا!

''اقرأ''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہی جواب دیا۔ اس نے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے زیادہ زور سے دبایا اور چھوڑ کر کہ تیسری بار بھی ایسا کیا اور کہا!

"اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ
وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ۝"

(القرآن المجید، پارہ 30، سورۃ العلق، آیت 1 تا 5)

''آپ اپنے پروردگار کے نام کی مدد کے ساتھ پڑھیں، جو خالق ہے ۝ جس نے انسان کو پانی کے کیڑے سے بنایا ۝ پڑھیے آپ کا پروردگار بہت کرم والا ہے ۝ جس نے انسان کو قلم سے علم سکھایا ۝ انسان کو وہ چیزیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا تھا ۝''

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا حکم سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پہ بھی یہی کلمے جاری ہو گئے۔ بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے۔ پہلی وحی

کے نزول کے حیرت انگیز واقعے کا آپ کی طبیعت پر شدید اثر ہوا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے فرمایا!

''زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ''

''مجھے پر چادر اڑھا دو۔ مجھ پر چادر اڑھا دو۔''

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حکم کی تعمیل کی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کچھ سنبھلی تو ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا!

''آپ کہاں تھے؟ میں بہت فکر مند تھی اور کئی آدمیوں کو آپ کی تلاش میں بھیج چکی تھیں؟''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام واقعہ آپ کو سنا دیا تو اس پر سیدہ خدیجہ طیبہ طاہر رضی اللہ عنہا نے اپنے وہ مشہور الفاظ کہے!

''كَلَّا اَبْشِرِ فَوَاللّٰهِ لَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمِ تُصَدِّقُ الْحَدِيْثِ وَتَحْمِلُ الْكُلِّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمِ وَتَقْرِي الضَّيْفِ وَتُعِيْنَ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ''

(الصحیح البخاری، باب بدأ اذ الوحی، حدیث نمبر 3) (الصحیح المسلم، باب بدا اذ الوحی برسول صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر 160) (ترمذی شریف، باب نمبر 13، باب المناقب، حدیث نمبر 3636)

''خوش ہو جائیے! اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی اکیلا نہ چھوڑے گا۔ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، آپ ہمیشہ سچ بولتے ہیں، لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ناداروں کی خبر گیری کرتے ہیں، آپ امین ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں اور حق بجانب امور میں آپ ہمیشہ معین و مددگار رہتے ہیں۔''

تصدیقات:

1: روایت کے مطابق ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے کہا!

"مبارک ہو! اور آپ کو بشارت ہو! بخدا! اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ سوائے خیر اور بھلائی کے کچھ نہ کرے گا۔ جو منصب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کے پاس آیا ہے اسے قبول کیجئے۔ وہ بلاشبہ حق ہے اور آپ کو خوشخبری ہو کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول برحق ہیں۔"

(الفتح الباری، جلد نمبر 12، صفحہ نمبر 315)

2: ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو تسلی دی اور کہا! "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے قدرت میں خدیجہ کی جان ہے۔! میں قوی امید رکھتی ہوں کہ آپ اس امت کے نبی ہوں گے۔"

(السیرہ النبویہ، لابن ہشام، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 81)

3: حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ان تشفع آمیز کلمات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکون حاصل ہوا۔ اس کے بعد ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک عیسائی راہب کے پاس گئیں اور اس سے جبرائیل علیہ السلام کے بارے میں سوال کیا۔ راہب نے کہا!

"سبحان اللہ! وہ اللہ تعالیٰ کا پاک فرشتہ ہے۔ وہ پیغمبروں کے پاس آتا ہے۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی آیا تھا۔"

4: اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہا ایک عیسائی عالم "عداس کے پاس گئیں۔ عداس رضی اللہ عنہ عتبہ بن ربیعہ کے غلام تھے۔ شہر نینویٰ کے رہنے والے تھے۔ نینویٰ وہ شہر ہے جس میں حضرت یونس علیہ السلام مبعوث کیے گئے۔ عداس رضی اللہ عنہ پہلے عیسائی تھے مگر بعد میں مسلمان ہو گئے۔

(اصابہ، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 466)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جب عداس رضی اللہ عنہ سے جبرائیل علیہ السلام کے بارے پوچھا تو انہوں نے کہا!

"قدوس! قدوس!! ان بت پرستوں کی زمین میں جبرائیل علیہ السلام کا ذکر؟ وہ تو اللہ کے امین ہیں اور اس کے اور اس کے انبیاء کے درمیان سفیر ہیں اور موسیٰ علیہ السلام وعیسیٰ علیہ السلام کے دوست ہیں۔"

5: اس کے بعد ام المومنین رضی اللہ عنہا اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں۔ ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کے علم کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے انجیل کا ترجمہ سریانی زبان سے عربی زبان میں کیا تھا۔ اس وقت سریانی زبان تقریباً ناپید ہو چکی تھی۔ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے تمام واقعات کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا!

''تحقیق اگر تم سچ کہتی ہو تو ان کے پاس وہی فرشتہ آیا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آتا تھا۔''

اس کے بعد ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا گھر واپس آئیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر دوبارہ ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں۔ ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی تمام حالات سن کر کہا!

''آپ کے لئے خوشخبری ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی وہ نبی ہیں جن کی آمد کی بشارت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے دی تھی۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! آپ کی قوم آپ کو جھٹلائے گی اور آپ سے لڑے گی اور اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو آپ کی ضرور مدد کروں گا۔''

اس واقعہ کے وقت ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ بہت بوڑھے تھے اور بڑھاپے کی وجہ سے ان کی آنکھوں کی بینائی بھی چلی گئی تھی۔ اس واقعہ کے تھوڑے عرصہ بعد ہی ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔

6: بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا!

''آپ کو بشارت ہو! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی نبی ہیں جن کی سیدنا مسیح بن مریم علیہما السلام نے بشارت دی ہے اور آپ موسیٰ علیہ السلام کی طرح نبی مرسل ہیں اور عنقریب آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاد کا حکم مرحمت فرمایا جائے گا۔''

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانے لگے تو حضرت ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو بوسہ دیا۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 554) (عیون الاثر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 87)

7: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ تشریف لے گئے اور طواف شروع کیا۔ دورانِ طواف حضرت ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طواف کرتے مل گئے۔

انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا!

"اے بھتیجے! مجھے بتاؤ تم نے غار حرا میں کیا دیکھا اور کیا سنا؟"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تمام حال بتا دیا۔ ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ نے کہا!

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! تم اس امت کے نبی ہو اور جو تیرے پاس آیا تھا وہ ناموس اکبر (جبرائیل علیہ السلام) ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔ بے شک تیری تکذیب کی جائے گی، تجھے اذیت دی جائے گی اور تیرے ساتھ جنگ کی جائے گی۔ اگر میں اس دن تک زندہ رہا تو تیری بہت مدد کروں گا۔"

پھر ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ نے اپنا سر جھکایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کو بوسہ دیا۔

(عیون الاثر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 172) (سیرۃ ابن ہشام، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 237)

ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ:

جیسا کہ اوپر والی روایات میں آیا ہے کہ ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حالات سن کر آپ کے نبی برحق ہونے کی گواہی دی اور کہا کہ اگر میں زندہ رہا تو ضرور ضرور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کروں گا۔ اکثر علماء دین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ مومن تھے کیونکہ آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کر لیا تھا۔

اس امر میں کسی کو بھی اختلاف نہیں کہ حضرت ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ موحد تھے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی موحد تھے، پھر عیسائیت قبول کر کے بھی موحد ہی رہے اور نصرانیت کی حالت میں تورات و انجیل کی بشارت کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی تسلیم کر لیا۔ اس کی تائید میں بعض مرسل روایات بھی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جنت میں دیکھا۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 554) (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 75)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے الاصابہ میں، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تجرید اسماء الصحابہ میں اور حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے الاستیعاب میں ان کا ذکر صحابہ میں کیا ہے۔

ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ اور کبھی عداس رضی اللہ عنہ کے پاس لے جانا کسی شک یا تردد کی وجہ سے نہ تھا بلکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی و تشفی اور نزول وحی کی وجہ سے جو خاص خشیت الٰہی اور خوف طاری ہو گیا تھا اس کو کم کرنے کے لیے تھا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا یقین اسی وقت ہو گیا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غار حرا سے واپسی پر ان کو تمام واقعات سنائے تھے۔

حیادار:

اظہارِ نبوت کے اسی ابتدائی زمانہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا!

”کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ جب وہ فرشتہ (جبرائیل) آپ کو نظر آئے تو آپ مجھے بتا دیں؟

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول کیا۔ جب جبرائیل علیہ السلام آئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

”اے خدیجہ! جبرائیل آئے ہیں۔“

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا!

”کیا اس وہ آپ کو نظر آ رہے ہیں؟“

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

”ہاں! وہ مجھے نظر آ رہے ہیں۔“

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا!

”آپ اٹھ کر میرے دائیں جانب بیٹھ جائیں۔“

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی دائیں جانب بیٹھ گئے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا!

"کیا اب بھی آپ کو جبرائیل نظر آ رہے ہیں؟"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"ہاں! اب بھی وہ مجھے نظر آ رہے ہیں۔"

ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا!

"اب آپ میری آغوش میں بیٹھ جائیں۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا!

"کیا اب بھی جبرائیل آپ کو نظر آ رہے ہیں؟

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا!

"ہاں! اب بھی وہ مجھے نظر آ رہے ہیں۔"

اس پر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سر پر اوڑھی ہوئی چادر ہٹا کر سر کھول دیا اور پھر پوچھا!

"کیا اب بھی وہ فرشتہ آپ کو نظر آ رہا ہے۔؟

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"اب نظر نہیں آ رہا۔"

ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا!

"حضور! آپ کو مبارک ہو۔! خدا کی قسم یہ فرشتہ ہے شیطان نہیں۔! کیونکہ اگر یہ شیطان ہوتا تو میرا سر دیکھ کر نہ شرماتا لیکن یہ حیاء دار ہے اس لیے فرشتہ ہے۔"

(فتح الباری شرح صحیح بخاری، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 553) (خصائص الکبریٰ، از امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 95) (عیون الاثر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 172) (الاصابہ، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 281) (السیرۃ النبویہ، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 82)

پہلی مومنہ:

اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لانے والی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ کوئی مرد ایمان لایا اور نہ کوئی عورت۔ اس بات پر سب علماء اور محدثین کا اتفاق ہے۔

1: امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ طبرانی شریف میں روایت کرتے ہیں!

”سب سے پہلے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں۔“

(المعجم الکبیر، جلد نمبر 22، صفحہ نمبر 452) (مجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ 2204)

2: ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

”سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا تمام مسلمانوں کے اجماع کی رو سے اللہ کی مخلوق میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں میں سب سے اول ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے پہلے نہ کوئی مرد ایمان لایا اور نہ کوئی عورت۔“

(اسد الغابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 78)

3 علامہ ابن شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں!

”سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نماز کے واجب ہونے سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے والوں میں سب سے پہلی ہیں۔“

(عن الزہری، اخرجہ المسوی فی تشریح، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 320)

(السمط الثمین للمحب للطبری، صفحہ نمبر 9)

4: امام ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

”اس بات پر علماء کرام کا اتفاق ہے کہ سب سے پہلے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان لائیں۔“

5: علامہ ابن کثیر اور امام طبری رحمۃ اللہ علیہما اپنی اپنی کتب میں رقم طراز ہیں!

”آزاد مردوں میں سب سے پہلے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، عورتوں میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا، غلاموں میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور بچوں میں حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ ایمان لائے۔“

(طبری، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 60) (البدایہ والنھایہ، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 29)

6: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"خدا کی قسم! مجھے خدیجہ سے اچھی بیوی نہیں ملی، وہ ایمان لائیں جب سب لوگ کافر تھے، اس نے میری تصدیق کی جب سب نے مجھے جھٹلایا، اس نے اپنا مال مجھ پر قربان کر دیا جب دوسروں نے مجھے محروم رکھا اور اللہ نے مجھے اس کے بطن سے اولاد دی۔"

7: ابن سعد کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ عفیف کندی کچھ سامان کی خریداری کیلئے مکہ آئے اور حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کے گھر قیام کیا۔ ایک دن وہ کہیں جارہے تھے کہ ان کی نظر کعبۃ اللہ پر پڑی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اتنے میں ایک نوجوان آیا اور اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر دیکھا اور پھر قبلہ رخ کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک لڑکا آیا اور اس نوجوان کی دائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ پھر ایک عورت آئی اور ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئی۔ یہ دونوں اس نوجوان کے ساتھ نماز پڑھ کر چلے گئے۔ پھر عفیف کندی نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما سے کہا!

"یہ نظریں دیکھ رہی ہیں کہ کوئی بہت بڑا انقلاب آنے والا ہے۔"

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا!

"کیا تم جانتے ہو کہ یہ نوجوان، بچہ اور یہ عورت کون تھے؟"

عفیف نے کہا!

"نہیں!"

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا!

"یہ نوجوان میرا بھتیجا محمد ہے، دوسرا بچہ بھی میرا بھتیجا علی ابن ابی طالب ہے اور وہ خاتون محمد کی بیوی خدیجہ ہے۔ میرے بھتیجے محمد کا خیال ہے کہ اس کا مذہب خاص الہامی مذہب ہے۔ وہ جو کچھ بھی کرتا ہے اللہ کے حکم سے کرتا ہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے اس روئے زمین پر ان تینوں کے سوا کوئی اس دین کا پیروکار نہیں۔

عفیف کندی کہتے ہیں!

"یہ سن کر میرے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ کاش میں چوتھا ہو جاؤں۔"

مصائب وآلام میں ساتھ:

حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا وہ عالی مرتبہ خاتون ہیں جنہوں نے ہر موقع پر مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل جوئی کی۔ ہر طرح کے مصائب وآلام کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور رحمت دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت وجان نثاری کا حق ادا کر دیا۔ باوجودیکہ آپ رضی اللہ عنہا بہت مالدار اور خوشحال خاتون تھیں اور اپنی ساری زندگی بڑی پر آسائش گزاری تھی اور آپ کا اثر ونفوذ بھی بہت تھا لیکن پھر بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے کے بعد آپ نے کفار کے طرح طرح کے مظالم برداشت کیے اور اپنی پر آسائش زندگی کو خیر باد کہا۔ اپنا تن من دھن سب کچھ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا۔ یہ ام المومنین کا اثر ونفوذ ہی تھا جس کی وجہ سے اعلانِ نبوت کے بعد کفار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو تنگ کرنے سے ڈرتے تھے۔

جب محبوبِ خدا علیہ السلام نے اعلانِ نبوت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقین میں بھی اسلام کی تڑپ پیدا ہوئی۔ اس لیے سب سے پہلے مردوں میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا، بچوں میں آپ کے چچازاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور غلاموں میں زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ آہستہ آہستہ دوسرے سعید الفطرت لوگ بھی اسلام میں داخل ہو کر صحابی رسول ہونے کا اعزاز حاصل کرنے لگے۔ جوں جوں اسلام وسعت اختیار کرتا جاتا توں توں حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا مسرور ہوتی جاتیں۔ آپ رضی اللہ عنہا اپنے غیر مسلم اعزاء واقرباء کی طعن وتشنیع برداشت کرتیں، لوگوں کی درشت باتوں کو سنتیں، مسلمانوں پر کفار کے مظالم دیکھتیں اور سنتیں مگر آپ رضی اللہ عنہا کے ایمان میں ذرا برابر بھی لغزش نہ آئی۔ بلکہ آپ رضی اللہ عنہا نے تبلیغِ دین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست بازو ہونے کا حق ادا کر دیا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی کفار کی بیہودہ اور لایعنی باتوں سے کبیدہ خاطر ہوتے تو حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا عرض کرتیں!

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان کفار کی باتوں سے دل برداشتہ مت ہوئیں۔

آج تک کوئی ایسا رسول بھی آیا ہے جس کا لوگوں نے تمسخر نہ اڑایا ہو، اس کو تنگ نہ کیا ہو؟ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔"

اسی طرح کی باتوں سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل جوئی فرماتیں جس کی وجہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غم کم ہو جاتا۔

حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں!

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کی تردید یا تکذیب سے جو کچھ بھی صدمہ ہوتا وہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر دور ہو جاتا تھا۔ کیونکہ آپ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کی تصدیق کرتی تھیں اور مشرکین کی باتوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہلکا کر کے پیش کرتیں تھیں۔"

(ابن ہشام، صفحہ نمبر 240)(عیون الاثر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 178)

تزکار صحابیات صفحہ نمبر 34 پر صاحب کتاب کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

"میں جب کفار سے کوئی بات سنتا تھا اور مجھے ناگوار معلوم ہوتی تھی تو میں خدیجہ سے کہتا تھا۔ وہ اس طرح میری ڈھارس بندھاتیں کہ میرے دل کو تسکین ہو جاتی اور کوئی رنج ایسا نہ تھا جو خدیجہ کی باتوں سے آسان اور ہلکا نہ ہو جاتا تھا۔

محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عقیدت و محبت کی یہ کیفیت تھی کہ اعلانِ نبوت سے قبل اور اعلانِ نبوت کے بعد ام المومنین رضی اللہ عنہا کی اس جان نثاری، ہمدردی، دل جوئی کی وجہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ اس کی زندہ مثال یہ ہے کہ جب تک آپ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا نکاح نہیں فرمایا۔ ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جہاں پر ایک وفا شعار بیوی تھیں وہاں پر ایک شفیق ماں بھی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا باوجود تمول و ثروت کے اپنے بچوں کی پرورش نہ صرف خود حسن و خوبی سے کر رہی تھیں بلکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بھی خود کرتیں اور امور خانہ داری بھی خود انجام دیتیں۔

شعب ابی طالب اور سیدہ خدیجہ:

نبوت کے ساتویں سال محرم کے مہینے میں جب کفار مکہ نے ایک معاہدے کے تحت بنو ہاشم، بنو عبدالمطلب اور ان کے حامیوں سے مقاطعہ (تعلق ختم) کر دیا جس میں درج تھا کہ کوئی بھی شخص ان سے کوئی چیز نہ خریدے گا اور نہ فروخت کرے گا، نہ ان سے شادی بیاہ کرے گا اور کسی بھی قسم کی کوئی امداد بھی نہیں دے گا حتیٰ کہ کھانے پینے کی کوئی چیز بھی انہیں نہ دے گا۔ یہاں تک کہ یہ سارے بھوک و پیاس سے مر جائیں یا محمد کو ہمارے حوالے کریں تا کہ ہم اسے قتل کر دیں۔

اس معاہدے پر تمام رؤسائے مکہ نے دستخط کر دیئے اور اس معاہدے کو بیت اللہ شریف کے ساتھ لٹکا دیا گیا تا کہ ہر کوئی اس کی پیروی کرے۔ چنانچہ سوائے ابولہب کے بنو ہاشم کے تمام افراد کو شعب ابی طالب میں محصور کر دیا گیا۔

ناسخ التواریخ، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 341 ، سیرۃ النبی، از تعلیقہ، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 254، تاریخ یعقوبی اور دیگر تواریخ میں شعب ابی طالب کا نام شعب بن ہاشم بھی آیا ہے جو کہ خاندان بنو ہاشم کی موروثی جاگیر تھی۔ بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متعلقین اس بات پر مجبور کر دیے گئے کہ وہ اس گھاٹی میں محصور ہو جائیں۔ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس سخت کڑی آزمائش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنا گھر بار چھوڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس گھاٹی میں وہ تمام مصائب و الام برداشت کیے جو کہ دوسرے مسلمانوں کو پہنچے۔ اس کے باوجود کہ آپ رضی اللہ عنہا نے بڑی پر آسائش زندگی گزاری تھی اور ایسی سختی اور مصیبت کبھی دیکھی تک نہ تھی اور عمر مبارک بھی تقریباً ساٹھ سال کے قریب تھی پھر بھی آپ نے کئی کئی دن تک فاقہ کیا۔ بھوک و پیاس کا یہ عالم تھا کہ ان لوگوں کو درختوں کے پتے اور سوکھا ہوا چمڑا بھی کھانا پڑا۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

”بھوک کا یہ عالم تھا اتفاق سے رات کی تاریکی میں میرا پاؤں کسی تر چیز پر پڑا۔ میں نے فوراً اسے اٹھایا اور زبان پر رکھ کر نگل گیا۔ مجھے اب تک نہیں معلوم کہ وہ کیا چیز تھی۔ یہ اتنے

مشکل دن تھے کہ عام انسان ایسی سختی کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ بھوک اور پیاس سے بچے اور بوڑھے بلبلانے لگے اور ان کی آوازیں لوگوں کو سنائی دیتی۔ کفار ان آوازوں کو سن کر خوش ہوتے۔"

دوران محاصرہ جب بھی مکہ میں کوئی تجارتی قافلہ آتا تو ابولہب قافلے والوں کے پاس جاکر اعلان کرتا!

"اے قافلے والو تم میں سے کوئی شخص اصحاب محمد کو کوئی چیز عام نرخوں میں فروخت نہ کرے، بلکہ دو گنے اور تین گنے وصول کرے اور اگر کوئی نقصان ہوا تو اس کو میں پورا کروں گا۔

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم چیزوں کو خریدنے کیلئے آتے مگر کئی گنا قیمت دیکھ کر واپس چلے جاتے۔ تاہم اس مشکل وقت میں بھی ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اثر و رسوخ کی وجہ سے رات کی تاریکی میں کبھی کبھی کھانا وغیرہ پہنچ جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دن حکم بن حزم اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے اپنے غلام کے ساتھ غلہ وغیرہ لے جا رہے تھے، راستے میں ابوجہل نے ان کو دیکھ لیا اور کہا!

"تم بنو ہاشم کے لئے غلہ لے کر جا رہے ہو؟ میں یہ غلہ ان تک نہ پہنچنے دوں گا اور سب کے سامنے تمہیں رسوا کروں گا۔"

اسی وقت ابوالبختری سامنے آگیا اور سارا واقعہ سن کر ابوجہل سے کہنے لگا!

"اگر کوئی اپنی پھوپھی کیلئے غلہ بھیجتا ہے تو تمہیں کیا تکلیف ہے؟"

اس پر ابوجہل ابوالبختری کو سخت سست اور برا کہنے لگا۔ اس پر ابوالبختری نے اونٹ کی ہڈی اس زور سے ابوجہل کے سر پر ماری کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ ابوجہل کو مار کھانے سے زیادہ تکلیف اس بات کی ہوئی کہ شعب ابی طالب سے سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ سارا کچھ دیکھ رہے تھے۔

(عیون الاثر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 224) (سیرۃ ابن ھشام، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 353)

وہ معاہدہ جو کہ بیت اللہ شریف کی دیوار کے ساتھ لگایا گیا تھا بوسیدہ ہو کر گر جانے اور قریش کے اندرونی اختلافات کی وجہ سے یہ محاصرہ تین سال تک جاری رہنے کے بعد دس نبوی میں یعنی ہجرت سے تین سال قبل ختم ہوا اور بنو ہاشم اس گھاٹی سے باہر نکلے۔

(الفتح الباری، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 147)

سیّدہ کا وصال:

اعلانِ نبوت کے دسویں سال شعب ابی طالب کا محاصرہ تین سال جاری رہنے کے بعد ختم ہوا۔ اس محاصرے کی سختی سے ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نڈھال ہو گئیں اور اکثر بیمار رہنے لگیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت علاج معالجہ کروایا مگر صحت دن بدن خراب ہوتی گئی۔

جب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا!

"یارسول اللہ! کچھ دیر میرے سامنے تشریف فرما ہوں۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے تو انہوں نے عرض کیا!

"یارسول اللہ! میں نے اپنی ساری زندگی آپ کی خدمت میں بسر کی ہے اور اب قاصدِ اجل آنے والا ہے، میں آپ سے التماس کرتی ہوں کہ قیامت کے دن بھی مجھے اپنے ساتھ رکھیں، اللہ تعالیٰ سے میری سفارش فرمائیں اور اگر خدمت میں کوئی کمی کوتاہی ہو گئی ہو تو مجھے معاف فرمائیں۔ میری چھوٹی بیٹی فاطمہ کا خاص خیال رکھیں۔ نیز میں آپ سے ایک بڑی بات کہنا چاہتی ہوں مگر آپ کے سامنے عرض کرنے کی ہمت نہیں رکھتی۔ اس لیے وہ بات میں فاطمہ کو بتا دیتی ہوں وہ آپ کو بتا دے گی۔"

چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آپ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا!

"بیٹی! اپنے والد گرامی کی خدمت میں میری یہ آخری خواہش پیش کرنا کہ آپ اپنی وہ چادر جو نزولِ وحی کے وقت اوڑھا کرتے ہیں میرے کفن کیلئے عطا فرمائیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی والدہ کی یہ آرزو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وہ چادر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیتے ہوئے ارشاد فرمایا!

''بیٹی! جاؤ اور یہ چادر اپنی والدہ کو دکھا آؤ تاکہ وہ خوش ہو جائیں۔''

اسی اثنا میں حضرت جبرائیل امین علیہ السلام خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا!

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپ اپنی چادر واپس لے لیں۔ خدیجہ نے اپنا سب کچھ ہمارے لیے قربان کر دیا اس لیے اس کا کفن ہمارے ذمہ ہے۔ ہم اسے اپنے کرم کی پوشاک عطا کریں گے اور اس کیلئے جنت سے پاکیزہ تر کفن بھیجتے ہیں۔''

(روضۃ الشہداء، صفحہ نمبر 78)

11 رمضان المبارک، اعلانِ نبوت کے دسویں سال ہجرت مدینہ سے تین سال قبل اور جناب ابوطالب کی وفات کے تین یا پانچ دن بعد، پچیس سال حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں رہنے کے بعد، چونسٹھ سال چھ ماہ کی عمر مبارک میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس دار فانی سے دار باقی کی طرف انتقال فرما گئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں ہستیوں کے وصال کا اتنا غم تھا کہ اس سال کا نام ہی ''عام الحزن'' پڑ گیا۔ چونکہ اس وقت نماز جنازہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لیے حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اللہ کا عطا کردہ کفن پہنایا گیا اور جنت المعلیٰ میں قبر مبارک بنائی گئی۔ قبر میں پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اترے اور پھر اپنی غمگسار بیوی کی تدفین فرمائی۔

(بخاری شریف، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 551) (دلائل النبوۃ، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 352) (زرقانی، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 291) (تفسیر ابن ہشام، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 416) (المعارف، لابن قتیبہ، صفحہ نمبر 133) (عیون الاثر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 327) (تفسیر قرطبی، جلد نمبر 14، صفحہ نمبر 164) (نووی فی تہذیب، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 342) (الاصابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 605) (روضۃ الشہداء، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 77) (تزکار صحابیات، صفحہ نمبر 36) (آل رسول، صفحہ نمبر 145)

......☆☆☆......

(2)

اُمُّ المومنین سیّدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

نام وکنیت:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام سودہ تھا۔ قریش کے مشہور قبیلۂ عامر بن لوی سے آپ رضی اللہ عنہا کا تعلق تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا کی کنیت ام الاسود تھی۔

سلسلۂ نسب:

1: والد کی طرف سے آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب یہ ہے!

سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدو بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی۔ لوی پر آ کر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

2: آپ کی والدہ کا نام شموس تھا۔ ان کا نسب نامہ یوں بیان کیا گیا ہے!

الشموس بنت قیس بن زید بن عمرو بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا تعلق بنو نجار سے تھا۔ شموس کی والدہ جناب عبدالمطلب کی والدہ سلمٰی بنت عمرو بن زید کے بھائی کی بیٹی تھیں۔

(عیون الاثر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 393) (الطبقات الکبری، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 52) (جمرة الانساب العرب، صفحہ نمبر 167) (اسد الغابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 157) (تھذیب الاسماء و الصفات، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 348) (انساب الاشراف، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 407) (سخاوی، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 40)

قبولِ اسلام وہجرت:

ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے اعلانِ نبوت کے تھوڑے عرصہ بعد ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ پھر ان کی ترغیب سے ان کے شوہر سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام قبول کر

لیا۔ اس طرح انہیں قدیم الاسلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ہجرت حبشہ اولیٰ تک یہ دونوں میاں بیوی بھی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ کفار کی سختیاں برداشت کرتے رہے لیکن جب کفار کی زیادتیاں حد سے تجاوز کر گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت عطا فرمائی۔ 86 مردوں اور 17 عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی ان میں یہ دونوں میاں بیوی بھی شامل تھے۔

نکاح:

ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح ان کے والد کے چچازاد بھائی سکران بن عمرو بن عبدالشمس بن عبدود رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ سکران رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی سہیل، حاطب اور سلیط رضی اللہ عنہم سب صحابی رسول تھے۔ شادی کے کچھ عرصہ بعد ان دونوں میاں بیوی نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ کئی سال کے بعد جب یہ لوگ واپس مکہ آئے تو حضرت سکران رضی اللہ عنہ کا کچھ دیر بعد وصال ہو گیا۔

خواب:

1: ایک مرتبہ سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا کہ آسمان سے چاند ان کی جھولی میں آ گیا ہے۔ انہوں نے جب یہ خواب اپنے شوہر سکران رضی اللہ عنہ کو سنایا تو انہوں نے کہا!

"اس کی تعبیر یہ ہے کہ عنقریب میں فوت ہو جاؤں گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہارا نکاح ہو جائے گا۔"

2: ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے سے تشریف لا رہے ہیں اور انہوں نے آ کر میری گردن کو چھوا ہے۔ یہ خواب جب میں نے اپنے شوہر سکران کو بتایا تو انہوں نے کہا!

"اگر تیرا خواب سچا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ بہت جلد میرا انتقال ہو جائے گا اور تمہارا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو جائے گا۔"

چنانچہ تھوڑے عرصہ بعد حضرت سکران رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے، اسی بیماری میں ان کا وصال

ہو گیا اور سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکاح:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد بہت افسردہ رہتے۔ آپ علیہ السلام کو اپنی کم عمر بچیوں کی پرورش کا خیال مزید غم زدہ کر دیتا جو کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد اکیلی رہ گئیں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی پریشان تھے۔ ایک دن حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو ایک مونس و غمگسار رفیق کی ضرورت ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس سلسلہ میں بات شروع کروں؟

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا!

”وہ کون سی خاتون ہیں جن کے ساتھ نکاح کی بات کرنا چاہتیں ہیں؟“

انہوں نے عرض کیا!

”سودہ بنت زمعہ۔“

حضرت خولہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئیں اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیغام نکاح دیا جو انہوں نے اسی وقت قبول کر لیا اور اپنے بوڑھے والد زمعہ کے پاس اجازت طلب کرنے کیلئے بھیجا۔ آپ کے والد زمعہ نے بھی یہ رشتہ قبول کر لیا۔ چنانچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کے گھر میں تشریف لائے۔ زمعہ نے اپنی بیٹی سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کا خطبہ نکاح پڑھا اور چار سو درہم حق مہر مقرر کیا۔ اس طرح سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا حرم نبی میں داخل ہو گئیں۔ یہ اعلان نبوت کے دس سال بعد کا واقعہ ہے۔

ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ اس وقت گھر میں موجود نہ تھے۔ جب وہ گھر واپس آئے اور اس شادی کی خبر سنی تو افسوس کرتے ہوئے اپنے سر میں خاک ڈال لی۔ ایمان لانے کے بعد ساری زندگی انہیں اپنی اس حماقت پر افسوس رہا۔

زوجہ ثانیہ:

ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری زوجہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد آپ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں۔

بعض علماء کا قول ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے نکاح فرمایا اور رخصتی ہجرت کے بعد ہوئی۔ یہ اختلاف اس وجہ سے ہے کیونکہ ان دونوں ازواج سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند دن فرق کے ساتھ نکاح فرمایا۔

بہرحال اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد سب سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا ہی داخل ہوئیں۔

(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 121) (المعجم الکبیر، جلد نمبر 24، صفحہ نمبر 3)
(مجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 246)

فضائل ومحاسن:

1: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

"سودہ بنت زمعہ اتنے پاکیزہ اخلاق کی مالکہ تھیں کہ سوائے سودہ کے کسی عورت کو دیکھ کر میرے دل میں یہ خواہش پیدا نہ ہوئی کہ اس کے جسم میں میری روح ہوتی۔"

2: سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو گھروں میں رہنے کا حکم دیا تو یہ ہمیشہ گھر میں ہی رہیں جبکہ دوسری ازواج نے حج وغیرہ کیے لیکن یہ فرمایا کرتیں!

"میں نے حج کر لیا ہے، اس لیے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بعد اپنی جگہ سے نہیں ہلیں گی۔"

3: سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا دستکار تھیں اور طائف کی کھالیں بنایا کرتی تھیں، اس سے جو بھی آمدن ہوتی تمام کی تمام راہ خدا میں خرچ کر دیتی تھیں۔

4: آپ رضی اللہ عنہا بے حد فیاض اور سخی تھیں۔ جو مال و دولت بھی ان کے پاس آتا وہ غرباء

اور ضرورت مندوں میں تقسیم فرما دیتیں۔ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے درہموں سے بھری ہوئی تھیلی آپ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ہدیہ بھیجی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے پوچھا!

”اس میں کیا ہے؟“

لوگوں نے بتایا!

”درہم ہیں!“

فرمانے لگیں!

”تھیلی میں کھجوروں کی طرح۔“

یہ کہہ کر تمام درہم ضرورت مندوں میں اس طرح تقسیم کر دیئے جیسے کھجوریں تقسیم کی جاتی ہیں۔

5: سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی طبیعت میں ظرافت تھی جس کی وجہ سے وہ اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسادیا کرتی تھیں۔

6: ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے ہی آیت حجاب نازل ہوئی۔ جس میں خواتین کے لیے پردہ کا حکم نازل ہوا۔

7: امت کی یہ ماں امت کیلئے بہت سے اعمالِ حج آسان بنانے کا سبب بنیں۔ جیسے مزدلفہ سے نکلنا، فجر سے پہلے کنکریاں مارنا اور جلدی مکہ واپس لوٹنا وغیرہ۔

8: ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی ایثار و قربانی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے اپنی باری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بخش دی۔

9: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

”میں نے سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی عورت کے دل کو حسد سے خالی نہیں دیکھا۔“

حسنِ اخلاق:

ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا دراز قامت، فربہ جسم، عمر رسیدہ، سلیقہ شعار اور پاکباز خاتون تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں کچھ تیزی بھی تھی مگر طبیعت میں ظرافت کا

پاکیزہ مزاح بھی تھا، جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر محظوظ ہوتے۔ آپ رضی اللہ عنہا کبھی کبھار جان بوجھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بے ڈھنگے انداز میں چلتیں جس کو دیکھ کر آپ علیہ السلام تبسم فرماتے۔

ایک مرتبہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا!

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کل رات میں نے آپ علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ نے اتنا طویل رکوع فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میری نکسیر ہی نہ پھوٹ پڑے۔ اس لیے میں نے دیر تک اپنی ناک پکڑے رکھی۔“

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 54) (الاصابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 721)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا ہمیں ملنے لئے آئیں۔ جب وہ بیٹھ گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونوں کے درمیان بیٹھ گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پاؤں میری طرف تھا اور ایک سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی طرف۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حریرہ (حلوہ) بنا رکھا تھا۔ جو میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تناول فرمایا۔ میں نے سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو بھی کھانے کی دعوت دی لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ میں نے کہا!

”یا تو آپ حریرہ کھائیں وگرنہ میں اسے آپ کے منہ پر مل دوں گی۔“

لیکن سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے پھر بھی کھانے سے انکار کیا۔ چنانچہ میں نے پلیٹ سے تھوڑا سا حریرہ لے کر ان کے منہ پر مل دیا تو انہوں نے بھی تھوڑا سا میرے منہ پر مل دیا۔ یہ حالت دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہنسے۔

(السنن النسائی، فی عشرۃ النساء، حدیث نمبر 31) (مجمع الزوائد، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 316)
(مسند ابو یعلی، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 285) (کتاب العیال، لابی الدنیا، حدیث نمبر 567)

ام المومنین سیدہ سودہ بن زمعہ رضی اللہ عنہا اور ام المومنین سیدہ عائشہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کے درمیان کسی قسم کا بھی کوئی اختلاف نہ تھا۔ یہ دونوں ازواج مطہرات رضی اللہ

عنہما میں بہت زیادہ پیار و محبت تھا اور دونوں ایک دوسرے کا لحاظ رکھتیں تھیں۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کیونکہ سن رسیدہ تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان سے بہت چھوٹی تھی، اس لیے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گھریلو معاملات میں مشورے دیتیں اور ان کی معاونت کرتیں تھیں۔ اعلانِ نبوت کے تیرھویں سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کے مظالم سے تنگ آ کر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ مدینہ پہنچ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا کہ وہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا اور دیگر اہل خانہ کو مدینہ لے لائیں۔ چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں، ام ایمن رضی اللہ عنہا اور اپنے گھر والوں کو لے کر مدینہ آ گئے۔ ان کی آمد سے قبل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے رہنے کیلئے ایک مکان تیار کروالیا تھا۔ اس کے کچھ بعد ہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اہل عیال بھی مدینہ آ گئے اور تھوڑے عرصہ بعد سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہو گئی۔

ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کی بہت اچھے طریقے سے پرورش فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیرہ سال ازدواجی رفاقت میں رہیں اور ہمیشہ اسی کوشش میں رہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ممکن خدمت کی جائے۔ ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ علیہ السلام نے فرمایا!

''اے میری بیویو! میرے بعد اپنے گھروں میں بیٹھنا۔''

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا اس ارشاد کی وجہ سے ہمیشہ گھر میں ہی رہیں حتیٰ کہ حج وعمرہ وغیرہ کے لئے بھی گھر سے نہ نکلیں۔ جبکہ دیگر ازواج مطہرات حج وعمرہ کیلئے اس حکم میں رخصت کی قائل تھیں۔ حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں!

''بخدا! میں نے حج وعمرا ادا کر لیا ہے اور اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق گھر میں بیٹھوں گی۔''

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق سب ازواج مطہرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال فرما جانے کے بعد حج کیے مگر سیدہ زینب بنت جحش اور سیدہ سودہ

بنت زمعہ رضی اللہ عنہما نے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی حج نہ کیا بلکہ برابر گھر میں ہی بیٹھی رہیں اور یہ دونوں ازواج مطہرات فرمایا کرتیں تھیں!

"بخدا! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اپنی جگہ سے نہیں ہلیں گی۔

(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 324) (مسند ابو یعلی، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 340)

آیتِ حجاب:

آیتِ حجاب سے قبل اکثر مسلمان عورتیں قضائے حاجت کے لئے کھیتوں وغیرہ میں جایا کرتی تھیں۔ ان میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی شامل تھیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ ازواج مطہرات بھی گھر سے باہر نکلیں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض بھی کر چکے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی۔ ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا چونکہ لمبے قد اور فربہ جسم والی تھیں اس لیے فوراً پہچان لی جاتی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کیلئے باہر جا رہی تھیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ کر پہچان لیا اور کہا!

"سودہ! ہم نے تمہیں پہچان لیا ہے۔"

ام المومنین رضی اللہ عنہا کو یہ فقرہ بہت ناگوار گزرا۔ اس پر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شکایت کی۔ اس واقعہ کے بعد آیت حجاب نازل ہوئی اور عورتوں کو پردے کا حکم دیا گیا۔

(الصحیح البخاری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 26)

حج بیتُ اللہ:

ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے سن 10 ہجری کو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا۔ چونکہ آپ رضی اللہ عنہا دراز قد اور بھرے ہوئے جسم والی ہونے کی وجہ سے بھیڑ کے ساتھ تیزی سے چل پھر نہیں سکتیں تھیں، اس لیے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ لوگوں کے مزدلفہ روانہ ہونے سے قبل ان کو جانے کی اجازت دی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت عطا فرمائی اور یہ لوگوں سے قبل ہی مزدلفہ روانہ ہو گئیں۔

(الصحیح البخاری، حدیث نمبر 1680)(الصحیح المسلم، حدیث نمبر 1290)
(السنن النسائی، جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 262)

ایثار ورفاقتِ رسول ﷺ:

1: ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں یکے بعد دیگرے آئیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جوان تھیں اور سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سن رسیدہ، اس لیے ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے طلاق ہی نہ دے دیں اور میں شرفِ زوجیت اور صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم ہو جاؤں۔ ان کی یہ دلی خواہش تھی کہ قیامت کے دن وہ ازواج رسول علیہ السلام کے ساتھ اٹھائیں جائیں۔ چنانچہ انہوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا!

"اَمْسِکْنِیْ وَاللّٰہِ مَابِیْ اِلَی الْاَزْوَاجِ مِنْ حِرْصٍ وَّلٰکِنِّیْ اَحَبُّ اَنْ یَّبْعَثِیَ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ زَوْجًا لَّکَ وَاَھِبُ لَیْلَتِیْ الْعَائِشَۃَ وَاِنِّیْ لَا اُرِیْدُ مَاتُرِیْدُ النِّسَاءُ"

(السنن الکبری، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 74)(الاستیعاب، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 1827)
(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ 54)

"مجھے اپنے پاس رکھیے! بخدا! مجھے خاوندوں کی کوئی حرص نہیں میں تو بس یہی چاہتی ہوں کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ مجھے اس حال میں اٹھائے کہ میرا نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی فہرست میں شامل ہو۔ میں اپنی باری حضرت عائشہ کو بخشتی ہوں میں وہ نہیں چاہتی جو عورتیں عموماً چاہتی ہیں۔"

(الصحیح البخاری، حدیث نمبر 2593)(الصحیح المسلم، حدیث نمبر 1463)(السنن النسائی، فی عشرۃ النساء حدیث نمبر 48)(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 54)(السنن الکبریٰ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 74)

2: سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں طلاق ہی نہ دے دیں، اس لیے سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہِ نبوت میں عرض کیا!

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے طلاق نہ دیں بلکہ اپنے ہاں رکھیں۔ میں اپنی باری

عائشہ کو دے دیتی ہوں۔

چنانچہ انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی۔

(السنن الترمذی، فی التفسیر، حدیث نمبر 2043)(السنن ابی داؤد، حدیث نمبر 2683)(السنن الکبریٰ للبیہقی، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 297)(المستدرک للحاکم، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 186)(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 53)(تفسیر ابن کثیر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 575)(الدر المنثور، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 710)

ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی اس پیشکش پر حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی راضی ہو گئے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی خوش ہو گئیں۔ یہ ان کے خصائص میں تھا کہ انہوں نے اپنی باری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی، یہ ایثار ان کا اس وجہ سے تھا کہ وہ محبوبہ رسول یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے بارگاہ نبوت میں تقرب حاصل کریں۔

ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رائے سے اتفاق کیا اور ان کی باری حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دے دی۔ مگر بعد ازاں دیگر ازواج کی طرح ان کی باری ان کو واپس دے دی تاکہ انہیں یہ بتائیں کہ ان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے اعتنائی نہیں کر رہے۔

(الصحیح البخاری، کتاب النکاح، باب المرۃ جب یوھا من زوجہا لضرتہا، حدیث نمبر 5212)(الفتح الباری، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 312)(الصحیح المسلم، کتاب الرضاع، باب اپنی سوکن کو ان کا اپنی باری بخشنے کا جواز، حدیث نمبر 1463)(سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب عورتوں کے درمیان باری کے سلسلے میں، حدیث نمبر 2135، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 600)(السنن الترمذی، جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 232، حدیث نمبر 3040)

اولاد اور روایت حدیث:

ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر حضرت سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ایک لڑکا تھا جن کا نام عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ تھا۔ یہ صحابی تھے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جنگ فارس میں شریک ہوئے اور اسی جنگ میں جان شہادت نوش کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاں کوئی اولا د نہیں تھی۔

روایت حدیث:

ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے پانچ احادیث مروی ہیں۔ ایک حدیث صحیح بخاری شریف میں اور چار دیگر کتب حدیث میں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا عبداللہ بن زبیر، سیدنا یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن اسعد رضی اللہ عنہم نے روایات بیان کی ہیں۔

وفات:

ایک مرتبہ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بیٹھی تھیں کہ انہوں نے سوال کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے پہلے کس کا وصال ہوگا؟

غیب دان نبی علیہ السلام نے فرمایا!

''اس کا جس کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہیں۔''

تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اپنے اپنے ہاتھ ماپے تو سب سے لمبے ہاتھ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے تھے۔ لیکن جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو انہیں معلوم ہوا کہ لمبے ہاتھ سے مراد ظاہری لمبائی نہ تھی۔ بلکہ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد سخاوت وفیاضی اور کثرت صدقات تھے جو کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا امتیازی وصف تھا۔

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے سنِ وصال میں اختلاف ہے۔ اکثر علماء ومفسرین کی رائے کے مطابق آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہا کے آخری زمانے میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

* * *

(3)

اُمُّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

نام اور لقب:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام عائشہ تھا۔ لقب صدیقہ اور ام المومنین تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنت صدیق اور حمیرا لقب سے بھی خطاب فرمایا۔

کنیت:

عرب میں کنیت رکھنا شرافت کا نشان سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے ہر مرد و عورت اپنی کنیت ضرور رکھتا تھا۔ چونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی اس لیے آپ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اپنے بھانجے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے نام پر اپنی کنیت ام عبد اللہ رکھی۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

”جب عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے تو میں انہیں اپنی گود میں اٹھا کر مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب وہ پہلی چیز تھی جو عبداللہ بن زبیر کے پیٹ میں گئی۔ اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

”یہ عبداللہ ہے اور تو ام عبداللہ!

ایک روایت کے مطابق ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا!

”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری تمام سہیلیوں کی کنیتیں ہیں۔ آپ میری بھی کوئی کنیت مقرر فرمائیں۔

اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

”تم بھی اپنے بیٹے عبداللہ بن زبیر کے نام پر اپنی کنیت رکھ لو۔

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنی کنیت ام عبداللہ رکھ لی۔

(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 107) (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 4970) (مسند ابو یعلی، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 294) (طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 63) (طبرانی، جلد نمبر 23، صفحہ نمبر 18) (المستدرک للحاکم، جلد نمبر 4،، صفحہ نمبر 278) (صفۃ الصفوۃ، لابن جوزی، جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 15) (السنن البیہقی، حدیث نمبر 218) (الاصابہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 18) (البدایہ والنھایہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 95) (القول البدیع، صفحہ نمبر 118) (المدارج النبوۃ، اردو صفحہ نمبر 803)

سلسلۂ نسب:

1: آپ رضی اللہ عنہا کے والد کی طرف سے سلسلہ نسب کچھ اس طرح ہے!

عائشہ بنت عبداللہ بن ابی قحافہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک۔

بعض حضرات نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام عتیق بھی لکھا ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ اور لقب صدیق و عتیق تھے۔

2: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ محترمہ کا نام ام رومان رضی اللہ عنہا تھا۔ ان کی طرف سے آپ کا نسب نامہ یوں ہے!

عائشہ بنت ام رومان بنت عامر بن عویمر بن عبدالشمس بن عتاب بن اذینہ بن سبیع بن دہمان بن حارث بن غنم بن مالک بن کنانہ۔

اس طرح سے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب والد کی طرف سے ساتویں اور آٹھویں پشت میں اور والدہ کی طرف گیارھویں اور بارھویں پشت میں مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا والدہ کی طرف سے قریشیہ اور والدہ کی طرف سے کنانیہ تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ ام رومان رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی امْرَاَۃٍ مِّنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ فَیَنْظُرْ اِلٰی اُمِّ رُوْمَانَ"
"جس کسی کی یہ خواہش ہو کہ وہ حور عین میں سے کسی حور کو دیکھے تو وہ ام رومان کو دیکھ لے۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے والد محترم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شخصیت سے تو تمام امت مسلمہ واقف ہے کہ انہوں نے اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے میں بھی دریغ نہیں کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے تقریباً اڑھائی سال بعد ہوئی اور اسی طرح وفات بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اڑھائی سال بعد ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح عبداللہ ازدی سے ہوا تھا۔ اس کے انتقال کے بعد یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عقد میں آئیں۔ ان سے ان کے ہاں دو اولادیں ہوئیں ایک لڑکا جن کا نام عبدالرحمٰن اور ایک لڑکی جن کا نام ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا تھا۔

ولادت:

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تاریخ و سن ولادت پر تاریخ و سیر کی کتابیں خاموش ہیں۔ البتہ یہ باتیں متفقہ طور پر ثابت ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ ہجرت مدینہ سے تین برس قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں، اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر تقریباً 16 سال کی تھی، شوال یکم ہجری میں 19 سال کی عمر میں آپ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے پردہ فرمایا یعنی ربیع الاول 11 ہجری کو آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک 28 سال کی تھی۔ اس حساب سے آپ رضی اللہ عنہا کی ولادت کی صحیح تاریخ اعلان نبوت سے پانچ سال قبل ہوئی بمطابق جولائی 604 عیسوی۔

رضاعت:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو وائل کی بیوی نے دودھ پلایا۔ وائل کی کنیت ابو القعیس یا ابوالقیس تھی۔ وائل کے بھائی افلح یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضائی چچا اور رضائی بھائی بھی کبھی کبھی آپ رضی اللہ عنہا سے ملنے آیا کرتے تھے۔

ابتدائی عمر:

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا وہ برگزیدہ ہستی ہیں جن کے کانوں میں کفر و شرک کی آواز تک نہیں پہنچی یعنی جب انہیں سمجھ بوجھ ہوئی تو اس وقت ان کے والدین اسلام سے اپنی جھولیاں بھر چکے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا جیسے محبوبِ خدا اور ام رومان رضی اللہ عنہا جیسی ماں کی آغوش میں پروان چڑھیں۔ ایام طفولیت میں ہی آپ رضی اللہ عنہا عام بچوں سے ممتاز تھیں۔ ذہانت و فطانت، فہم و شعور، میں آپ رضی اللہ عنہا بے مثال تھیں۔ یہ کیوں نہ ہوتا کیونکہ غیر معمولی افراد اپنے بچپن سے ہی اپنی حرکات و سکنات اور نشو و نما میں ممتاز ہوتے ہیں اور ان کے ایک ایک خدوخال، قیل و قال میں کشش ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا غضب کی ذہین تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کو بچپن کے ایام کی تمام باتیں یاد تھیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کسی بھی صحابی یا صحابیہ کی یادداشت اتنی زبردست نہ تھی جتنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا کی ذہانت و عقلمندی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ اپنی گڑیوں کے ساتھ کھیل تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ گڑیوں میں ایک گھوڑا تھا جس کے دائیں بائیں دو پر لگے ہوئے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا!

”اے عائشہ! یہ کیا ہے؟“

آپ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا!

”گھوڑا ہے!“

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

”گھوڑوں کے پر تو نہیں ہوتے۔“

آپ رضی اللہ عنہا نے برجستہ کہا!

”کیوں؟ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے تو پر تھے۔“

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا یہ بے ساختہ جواب سن کر بہت زیادہ مسکرائے۔

(الصحیح البخاری، باب الادب، حدیث نمبر 8613) (الفتح الباری شرح الصحیح البخاری، جلد نمبر 8،

صفحہ نمبر 562)(الصحیح المسلم، باب فضائل صحابہ، حدیث نمبر 2440)(سنن ابی داؤد، باب اللعب بالبنات، حدیث نمبر 4931-4932)(السنن النسائی، باب فی عشرۃ النساء)(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 62)

امام بخاری فرماتے ہیں!

جب یہ آیت ''بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ'' نازل ہوئی تو اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کھیل رہی تھیں۔

نکاح:

جیسا کہ ام المومنین سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں رقم کیا گیا کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کی تحریک پر حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کیلئے پیغام نکاح بھیجا۔

سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں پہلے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر گئی اور ان کی اہلیہ محترمہ ام رومان رضی اللہ عنہا سے کہا!

''اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لئے کس قدر بھلائی اور بہتری کا سامان بہم پہنچایا ہے۔''

ام رومان رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر کہا!

''وہ کیا ہے؟''

میں نے کہا!

''سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی صاحبزادی عائشہ کا رشتہ اپنے لیے مانگا ہے۔''

اس وقت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر میں موجود نہیں تھے۔ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے کہا!

''خولہ! تھوڑی دیر انتظار کرو ابو بکر ابھی آتے ہی ہوں گے۔''

چنانچہ تھوڑی دیر بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آ گئے۔ میں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ

عنہ سے بھی وہی کچھ کہا جو ام رومان رضی اللہ عنہا سے کہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو منہ بولا بھائی بنایا ہوا تھا اور عرب میں یہ دستور تھا کہ جس طرح حقیقی بھائی کی اولاد کے ساتھ شادی نہیں ہو سکتی ویسے ہی منہ بولے بھائی کی اولاد کے ساتھ بھی شادی نہیں ہو سکتی تھی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو میری بات سن کر بہت تعجب ہوا اور انہوں نے نہایت حیرانی کے ساتھ کہا!

"کیا عائشہ کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو سکتا ہے؟ ارے! وہ تو ان کی بھتیجی ہے؟"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے منہ سے یہ بات سن کر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جواب کے بارے میں عرض کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"ابوبکر سے کہو کہ حقیقی بھائی کی بیٹی حرام ہے دینی بھائی کی بیٹی حرام نہیں۔ لہٰذا عائشہ سے میرا نکاح ہو سکتا ہے۔"

میں پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئی اور انہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے مطلع کیا یہ جواب سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا!

"خولہ! ٹھہرو! میں ابھی آتا ہوں اور باہر تشریف لے گئے۔"

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدھے معطم بن عدی کے گھر گئے، معطم بن عدی مکہ کا رئیس تھا اور ذاتی طور پر شریف آدمی تھا۔ اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا مگر تھا شریف النفس۔ اس کے بیٹے خیبر بن معطم سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا وعدہ کیا ہوا تھا۔ بعض روایات کے مطابق منگنی یا نکاح بھی ہو چکا تھا۔ اس لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسی ہستی سے وعدہ خلافی کی توقع کرنا عبث ہے۔ چنانچہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ معطم کے گھر پہنچے تو دونوں میاں بیوی گھر پر موجود تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے معطم سے کہا!

"مجھے اس رشتے کے بارے میں اپنی آخری بات بتادو۔"

معطم تو آپ کی بات سن کر خاموش رہا مگر اس کی بیوی نے کہا!

’’ہمیں اس بات کا خوف ہے کہ اگر یہ لڑکی ہمارے گھر میں آ جائے گی تو ہمارا لڑکا بے دین ہو جائے گا اس لیے ہم اس رشتے کی تکمیل سے ڈر رہے ہیں۔‘‘

معطم کی بیوی کا جواب سن کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے معطم کو مخاطب کر کے پوچھا!

’’تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے؟‘‘

معطم نے کہا!

’’جو میری بیوی کہہ رہی ہے وہ تم سن ہی رہے ہو؟‘‘

گویا اس نے اپنی بیوی کی بات کی تصدیق کی اور رشتے کی تکمیل سے انکار کیا۔ دونوں میاں بیوی کا جواب سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے گھر سے چلے گئے۔ آ کر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے کہا!

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دو میں اس رشتے پر راضی ہوں!‘‘

چنانچہ اس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گیا۔

(الفتح الباری، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 266) (الصحیح البخاری، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 728) (السنن الکبریٰ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 129) (مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 211) (المعجم الکبیر، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 23)

احادیث میں یہ بات موجود ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا!

’’اس میں کیا ہے؟‘‘

فرشتے نے عرض کیا!

’’آپ کی بیوی ہیں۔‘‘

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھول کر دیکھا تو عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر تھی۔

(الصحیح البخاری، حدیث نمبر 3895) (الصحیح المسلم، حدیث نمبر 2438) (السنن الترمذی، حدیث نمبر 3875) (مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 128) (المستدرک للحاکم، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 9،

مسند ابو یعلی، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 407) (المعجم الکبیر، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 26) (المجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 227)

اس خواب کے بعد حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے پیغام نکاح بھیجا جو کہ قبول کر لیا گیا۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہو گیا۔ خطبہ نکاح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھا اور پانچ سو درہم حق مہر مقرر ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ ان کا مہر بارہ اوقیہ اور ایک نش تھا جو کہ پانچ سو درہم کے قریب ہے۔ اکثر ازواج مطہرات کا مہر اتنا ہی تھا۔ اس حساب سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے ایک ماہ بعد ہجرت سے تین سال قبل شوال کے مہینے میں ہوا جو بمطابق مئی 620 عیسوی بنتا ہے۔

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کرنے کا ایک تو مقصد نبوت اور خلافت کے درمیان تعلقات کو مضبوط کرنا تھا تو دوسری طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قربانیوں کا اعتراف کرتے ہوئے ان کو اس عظیم اعزاز سے سرفراز کرنا بھی تھا۔ چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا غضب کی ذہین اور ممتاز ترین ہستیوں میں سے تھیں، اس لیے نگاہ نبوت نے یہ دیکھ لیا کہ میری امت کے پچاس فیصد حصے کی تربیت اور اس تک میرے اقوال و افعال پہنچانے کے لئے یہ موزوں ترین ہستی ہیں اور ہوا بھی ایسا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نہ صرف خواتین کی تربیت کی بلکہ امت کے ممتاز ترین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی ان سے کسب فیض حاصل کرتے ہوئے نظر آئے۔ جتنی زیادہ تشریح اور تعریف ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی کی کسی اور نے نہ کی۔ آپ رضی اللہ عنہا ایسی ذہین تھیں کہ اپنے بچپن کے واقعات اور ہجرت مدینہ کی تمام روداد آپ کو جزبہ جز یاد تھی۔

یہاں پر یہ بات بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ نکاح کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال نہیں بلکہ سولہ سال تھی اور رخصتی کے وقت عمر نو سال نہیں بلکہ انیس سال تھی۔ جس حدیث میں نکاح کے وقت چھ سال اور رخصتی کے وقت نو سال عمر بیان کی گئی ہے

وہاں پر راوی عشرہ کا لفظ بیان کرنا بھول گیا ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بڑی بہن حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تقریباً دس سال بڑی تھیں اور ہجرت کے وقت ان کی عمر تقریباً 28 سال تھی اور وفات جو کہ تہتر ہجری میں ہوئی اس وقت ان کی عمر سو سال تھی۔ اس حساب سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نکاح کے وقت سولہ سترہ سال کی اور رخصتی کے وقت انیس بیس سال کی تھی۔

(الاصابہ، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 225) (البدایہ والنھایہ، تذکرہ عبداللہ بن زبیر) السیرۃ النبویۃ، لابن ہشام، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 354) (المواہب الدنیہ، لا امام قسطلانی، صفحہ نمبر 46) (اکمال فی اسماء الرجال، صفحہ نمبر 558) (سیرۃ اعلام النبلاء، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 152)

ہجرت سے تین سال قبل ماہ شوال میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا اور ہجرت کے ایک سال بعد اسی ماہ شوال میں ہی رخصتی ہوئی۔ ماہ شوال میں نکاح اور رخصتی کی حکمت یہ تھی کہ اہل عرب شوال کے مہینے کو منحوس خیال کرتے تھے اور اس میں کسی قسم کی خوشی وغیرہ نہ کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک مرتبہ شوال کے مہینے میں عرب میں طاعون کی وبا پھیلی تھی جس سے ہزاروں لوگ ہلاک ہو گئے تھے جس کی وجہ سے اہل عرب اس مہینے کو منحوس سمجھنے لگ گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس مہینے میں نکاح کرنے اور اسی مہینے میں رخصتی کرنے سے مقصود اس مہینے کی نحوست کا وہم لوگوں سے ختم کرنا تھا جو کہ اس واقع کے بعد آہستہ آہستہ ختم ہو گیا اور اہل عرب شوال میں بھی خوشی کرنے لگے۔

ہجرت مدینہ اور سیدہ کی رخصتی:

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کے تین سال بعد تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں رہے۔ جوں جوں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا کفار کے مظالم بھی بڑھتے جاتے۔ بالآخر جب کفار کے مظالم حد سے تجاوز کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ مسلمان ایک ایک دو دو کر کے چھپتے چھپاتے مدینہ طیبہ جانے لگے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کی

اجازت چاہی تو رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا!

"آپ انتظار کریں ہم ایک رات چلیں گے۔"

اسی دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سفر کی تیاریاں شروع کر دیں اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچے ابھی دستک دینا ہی چاہتے ہیں کہ اندر سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی آواز آئی۔ !

"لبیك یا رسول الله ﷺ"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"صدیق! ابھی میں نے دستک دی نہیں تمہیں کیسے پتہ چل گیا کہ میں آیا ہوں؟"

تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا!

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں تو اسی دن سے انتظار میں تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "ہم ایک رات چلیں گے" اور یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس رات سے سویا ہی نہیں کیونکہ مجھ پتا نہیں تھا کہ کس رات آپ تشریف لائیں گے۔"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل وعیال کو اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل وعیال کو مکہ میں ہی چھوڑا اور مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ جس دن یثرب کو مدینہ بننے کا شرف حاصل ہوا اس دن بارہ ربیع الاول کی تاریخ اور اعلان نبوت کا چودھواں سال تھا۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں کچھ دن گزار چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور اپنے غلام ابورافع کو اپنے اہل وعیال لانے کے لیے مکہ بھیجا۔ ان کے ساتھ ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی عبداللہ بن اریقط کو اپنے اہل وعیال لانے کے لیے بھیجا اور ان حضرات کو دو اونٹ اور پانچ سو درہم بھی زادِ راہ کے طور پر دیئے۔ اس طرح حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ، سیدہ فاطمۃ الزہرا، سیدہ ام کلثوم اور ام ایمن رضی اللہ عنہن تھیں اور عبداللہ بن اریقط کے ساتھ ام رومان، عبداللہ بن ابوبکر، سیدہ عائشہ اور اسماء بنت ابوبکر رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے۔ جب یہ قافلہ مدینہ منورہ پہنچا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی کے ساتھ حجرے تعمیر کروا رہے تھے۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال ان حجروں میں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال بنو حارث بن خزرج

کے محلے میں اپنے عزیز و اقارب کے پاس اترے۔ جب مہاجرین ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے تو اکثر کو مدینہ منورہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی جس کی وجہ سے اکثر مہاجرین بیمار پڑ گئے، ان میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی تیمارداری میں لگ گئیں اور جب یہ صحت یاب ہوئے تو سیدہ رضی اللہ عنہا خود بیمار ہو گئیں۔ ان کو اتنا شدید بخار ہوا کہ ان کے سر کے بہت زیادہ بال گر گئے، آپ رضی اللہ عنہ ایک ماہ تک بیمار رہیں اور جب صحت یاب ہوئیں تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا!

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اپنی اہلیہ عائشہ کو اپنے گھر لے آئیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"میرے پاس حق مہر کی رقم نہیں ہے۔"

اس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پانچ سو درہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر دیئے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیئے، جب حق مہر کی رقم ادا کر دی گئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند انصاری عورتوں کو دلہن لینے کے لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر بھیجا۔ جب یہ خواتین وہاں پہنچی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی سہلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کو کپڑے پہنا کر اس کمرے میں بٹھا دیا جہاں انصاری خواتین دلہن کے انتظار میں بیٹھیں تھیں۔ انہوں نے دلہن کا استقبال ان الفاظ میں کیا!

"عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ وَعَلٰى خَيْرِ طَائِرٍ"

"یہ شادی خیر و برکت اور اچھا شگون ثابت ہو۔"

پھر ان خواتین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بناؤ سنگھار کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے اور ایک تخت پر تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیافت کیلئے سوائے ایک دودھ کے پیالے کے کچھ نہ تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سہیلی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

"میں اس رخصتی کی محفل میں موجود تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیالے

سے تھوڑا سا دودھ پی کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف بڑھایا وہ شرمانے لگیں تو میں نے کہا! کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عطیہ واپس نہ کرو۔ اس پر انہوں نے شرماتے ہوئے تھوڑا سا دودھ پی لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''اپنی سہیلیوں کو بھی دو۔''

ہم نے عرض کیا!

''ہمیں اس وقت اس کی طلب نہیں ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''جھوٹ مت بولو۔! آدمی کا ایک ایک جھوٹ لکھا جاتا ہے۔''

سادگی کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رخصت ہوئیں کہ نہ کوئی رسم ادا کی گئی اور نہ ہی کوئی ضیافت تیار کی گئی۔

(الصحیح البخاری، حدیث نمبر 3894)(الصحیح المسلم، حدیث نمبر 1422)(صحیح ابن حبان، حدیث نمبر 7055)(مسند احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 210)(السنن الکبریٰ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 129)(الفتح الباری شرح صحیح البخاری، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 266)(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 61)(المجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 225)(المعجم الکبیر، جلد نمبر 3، مسند اسماء بنت یزید، صفحہ نمبر 458)(المعجم الصغیر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 23)(مسند حمیدی، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 438)(اعلام النبلاء، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 173)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری بیوی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا وہ واحد خاتون ہیں جو کنوری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا علم اور فضل واجتہاد میں بے مثل و بے مثال تھیں۔ آپ ریاضت ومجاہدہ، تقویٰ وطہارت اور عبادت وریاضت میں بلند ترین مقام پر فائز تھیں۔ آپ پیدائشی مسلمان تھیں کیونکہ آپ کے والدین ابتدائی زمانہ میں ہی دولت ایمان سے اپنی جھولیوں کو بھر چکے تھے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں!

''جب میں نے اپنے والدین کو پہچانا (یعنی سمجھ بوجھ حاصل ہوئی) تو انہیں مسلمان پایا۔

خانہ داری:

مدینہ طیبہ میں ہجرت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کے ساتھ چھوٹے چھوٹے حجرے بنائے اور ان میں اپنے اہل وعیال کو رکھا۔ جب ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ رضی اللہ عنہا کو وہ حجرہ ملا جو مسجد نبوی کی مشرقی جانب تھا اور ایک دروازہ مسجد کے اندر مغرب کے رخ اس طرح واقع تھا گویا مسجد نبوی اس کا صحن بن گئی تھی۔ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی دروازے سے ہو کر مسجد میں داخل ہوتے تھے۔ اس حجرے کی وسعت چھ سات ہاتھ سے زیادہ نہ تھی۔ دیواریں مٹی کی اور چھت کھجور کے پتوں اور ٹہنیوں کی تھی اور اس کے اوپر ایک کمبل ڈال دیا گیا تھا تاکہ بارش وغیرہ سے بچاؤ ہو سکے۔ بلندی اتنی کہ اگر آدمی کھڑا ہو تو چھت کو لگ جائے۔ دروازے میں ایک پٹ کا کواڑ تھا لیکن وہ ہمیشہ کھلا ہی رہتا تھا اور پردے کیلئے اس کے آگے ایک کمبل پڑا رہتا تھا۔ گھر کا کل سامان ایک چارپائی، ایک چٹائی، ایک بستر، ایک تکیہ جس میں چھال بھری ہوئی تھی، آٹا اور کھجور رکھنے کیلئے ایک ایک برتن، پانی کا ایک برتن اور پانی پینے کیلئے ایک پیالہ تھا۔ اس حجرے کے ساتھ ایک بالا خانہ بھی تھا جس کو مشربہ کہتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے ایام اسی بالا خانے میں گزارے تھے، یہیں وفات پائی اور یہیں مدفون ہوئے۔ آج جو گنبد خضریٰ ہے یہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مبارکہ تھا۔

اس حجرے میں صرف دو افراد رہتے تھے ایک مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسری حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ تھوڑے دنوں بعد بریرہ نامی ایک لونڈی کا بھی اضافہ ہو گیا۔ جب تک ام المومنین سیدہ سودہ اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دو بیویاں تھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس اور ایک دن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہتے۔ جیسے جیسے ازواج مطہرات عقد میں آتی گئیں ویسے ویسے ہر کسی کیلئے دن مخصوص ہوتے رہے۔ جب ازواج مطہرات کی تعداد نو ہو گئی تو آٹھ دن کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری آتی جو ان پر بہت شاق تھی۔ چنانچہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے کبیر سنی کی وجہ سے اپنا دن بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا، اس طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو دن

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے بعد تمام ازواج مطہرات کیلئے سالانہ مصارف کیلئے وظائف مقرر کر دیئے تھے جو اسی وسق چوہاروں اور بیس وسق جو پر مشتمل تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانگی انتظام حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا ہوا تھا۔ وہی سال بھر کر غلہ تقسیم کیا کرتے تھے اور اگر ضرورت پڑتی تو باہر سے قرض لا کر ان مصارف کو پورا کرتے تھے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

‘‘گھر میں کئی کئی دن تک آگ نہیں جلتی تھی۔ مہینہ مہینہ چھوہاروں اور پانی پر گزارہ ہوتا تھا۔ کبھی بھی تین دن متصل ایسے نہیں گزرے کہ خاندان نبوت نے سیر ہو کر کھانا کھایا ہو۔’’

نبی کریم ﷺ کے ساتھ محبت:

چونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دوسری ازواج کے اعتبار سے کم عمر تھیں اس لیے وہ دوسری ازواج کی طرح اچھا کھانا نہیں پکاتی تھیں۔ آٹا گوندھ کر رکھتی اور خود سو جاتیں کہ بکری آتی اور سارا آٹا کھا جاتی۔ اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت فرماتے تھے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی محبت فرماتی تھیں۔ اس کا اندازہ اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نو سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں مگر سوائے واقعہ ایلاء کے کوئی اور کشیدگی کا واقعہ پیش نہیں آیا۔ چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو بھی پتہ تھا کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ اس لیے وہ قصداً ہدیے اور تحفے اس دن بھیجتے جس دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام پذیر ہوتے۔ دیگر ازواج مطہرات کو اس کا ملال ہوتا۔ ایک مرتبہ تمام ازواج مطہرات نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پیغام دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے تمام بات بتائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

‘‘اے لخت جگر! جس کو میں چاہوں گا کیا تم اس کو نہ چاہو گی؟’’

یہ سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا واپس تشریف لے آئیں۔ ازواج مطہرات رضی

اللہ عنہن نے پھر بھیجنا چاہا مگر آپ رضی اللہ عنہا راضی نہ ہوئیں تو انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو درمیان میں ڈالا۔ انہوں نے موقع دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''مجھے عائشہ کے معاملے میں تنگ نہ کرو۔ کیونکہ عائشہ کے علاوہ کسی اور بیوی کے لحاف میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔''

حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ جب غزوۂ سلاسل سے واپس آئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ دنیا میں سے زیادہ کس کو محبوب رکھتے ہیں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''عائشہ کو!''

عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مردوں کی نسبت سوال ہے۔''

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ کے والد (صدیق اکبر) کو۔''

(الصحیح البخاری، مناقب ابوبکر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا کرتے تھے!

''الٰہی! جو چیز میرے امکان میں ہے (یعنی ازواج میں معاشرت اور لین دین کی برابری) میں اس میں عدل سے باز نہیں آتا لیکن جو میرے امکان سے باہر ہے (یعنی عائشہ کی قدر و قیمت) اس کو معاف فرما۔''

گھر میں اگرچہ بریرہ خادمہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں مگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام کام خود کیا کرتی تھیں۔ آٹا خود پیستی تھیں، خود گوندھتی تھیں اور کھانا بھی خود ہی پکاتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بستر خود اپنے ہاتھ سے بچھاتی تھیں، وضو کا پانی خود لا کر رکھتی تھیں، قربانی کے اونٹوں کا قلادہ خود بٹتی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں تیل لگاتی اور کنگھا کرتی تھیں۔ کپڑے خود دھوتی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں کو خوشبو لگاتی تھیں، سونے سے قبل مسواک اور پانی سرہانے رکھتی تھیں اور دیگر امور جن

کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتا خود ہی انجام دیتیں۔

غزوۂ احد:

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فطری طور پر نہایت بہادر، نڈر اور دلیر تھیں۔ رات کے وقت اکثر قبرستان چلی جاتی تھیں۔ غزوۂ خندق میں بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں اور قلعہ سے باہر نکل کر نقشۂ جنگ دیکھا کرتی تھیں۔ ان کی بہادری کی ایک مثال پیش خدمت ہے کہ جب غزوۂ احد پیش آیا تو مسلمانوں کی اتفاقی غلطی کی وجہ سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور جیتی ہوئی جنگ ہاتھ سے نکل گئی۔ اور یہ خبر مشہور ہو گئی کہ معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ تو ام المومنین سیدہ عائشہ، سیدہ صفیہ اور سیدہ فاطمہ اور چند دیگر خواتین رضی اللہ عنہن دیوانہ وار میدان جنگ کی طرف دوڑیں۔ جب میدان جنگ میں پہنچیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح مگر زخمی دیکھا۔ دیگر مسلمان ادھر ادھر منتشر تھے۔ ان خواتین نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کو دھویا اور مشکیزے اپنے کندے پر ڈالے اور زخمیوں کو پانی پلانا شروع کیا۔ جب مسلمانوں نے اپنی ان معزز خواتین کو میدان کارزار میں دیکھا تو وہ بھی حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہونا شروع ہو گئے۔ جب مسلمان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے تو یہ خواتین واپس تشریف لے آئیں۔ یاد رہے اس وقت ابھی پردہ کے احکامات نازل نہیں ہوئے تھے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حیات مبارکہ کے چار واقعات ایسے ہیں جو بہت مشہور ہیں۔ (1) واقعہ افک (2) واقعہ تحریم (3) واقعہ تخیر (4) واقعہ ایلاء۔ اب ان واقعات کی تفصیل رقم کی جاتی ہے۔

واقعۂ اُفک:

شعبان 5 ہجری میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس نے سیدہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں اضطراب پیدا کر دیا۔ اس واقعہ کو ''واقعہ افک'' کہتے ہیں اور اس کی تفصیل بخاری اور دوسری کتابوں میں یوں ہے!

شعبان 5 ہجری میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بنی المصطلق کے لئے رخت سفر باندھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک اچھی خاصی تعداد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ

تھی۔ منافقوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ اس غزوہ میں کوئی خونریز جنگ نہ ہو گی لہٰذا ان کی اچھی خاصی تعداد اسلامی فوج میں شامل ہو گئی۔ اس سے قبل منافق اتنی تعداد میں اسلامی فوج میں کبھی شامل نہ ہوئے تھے۔ اس سفر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے چلتے وقت اپنی بڑی بہن سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کا ایک ہار عاریتاً پہننے کیلئے لیا تھا۔ وہ آپ رضی اللہ عنہا کے گلے میں تھا۔ ہار کی لڑیاں اتنی کمزور تھیں کہ ٹوٹ جاتی تھیں۔ اس زمانہ میں پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ لہٰذا سیدہ رضی اللہ عنہا اپنے محمل میں سوار ہوتیں، جب اتاری جاتیں تو محمل سمیت ہی اتاری جاتیں اور محمل پر پردے لٹکے رہتے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس زمانہ میں نہایت کمزور اور دبلی پتلی تھیں۔ چنانچہ محمل اٹھانے میں ساربانوں کو کچھ محسوس نہیں ہوتا تھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس میں سوار بھی ہیں یا نہیں کیونکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا وزن اس زمانہ میں بہت کم تھا۔

غزوہ بنی المصطلق سے واپسی پر مدینہ کے قریب ایک مقام پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا۔ رات کے پچھلے پہر پھر قافلہ کو روانگی کا حکم دے دیا لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کا علم نہ تھا۔ قافلہ کے کوچ سے کچھ دیر قبل سیدہ رضی اللہ عنہا محمل سے نکل کر قضائے حاجت کے لئے قافلہ سے ذرا دور نکل کر باہر آڑ میں چلی گئیں۔ فارغ ہو کر جب لوٹیں تو اتفاق سے گلے پر ہاتھ پڑ گیا۔ دیکھا تو ہار نہ تھا۔ بہت گھبرائیں اور واپس وہیں جا کر ہار ڈھونڈنے لگیں۔ بعض روایات ہے کہ ہار وہیں ٹوٹ گیا تھا اور اس کے دانوں کو اکٹھا کرنے میں دیر ہو گئی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو خیال تھا کہ میں جلدی واپس لوٹ آؤں گی، اس وجہ سے نہ کسی کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور نہ آدمیوں کو اپنے انتظار کا حکم دے کر گئیں۔ قافلہ چونکہ کوچ کیلئے تیار تھا اس وجہ سے ساربانوں نے یہ سمجھ کر کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا محمل میں تشریف فرما ہیں محمل کو اونٹ پر رکھ کر کوچ کر دیا۔ لوگوں کو محمل اونٹ پر رکھتے وقت اس کے ہلکے ہونے کا کچھ احساس نہ ہوا۔ لشکر روانہ ہونے کے بعد ہار ملا۔ جب ہار لیکر لشکر کے قیام کی جگہ پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا واپس آئیں تو وہاں بالکل سناٹا تھا اور لشکر جا چکا تھا۔ بہت پریشان ہوئیں لیکن پھر خیال کر کے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ مقام پر پہنچ کر مجھے نہ پائیں گے تو اسی جگہ میری تلاش کیلئے آدمی روانہ فرمائیں گے، اسی لیے آپ رضی اللہ عنہا اسی جگہ چادر اوڑھ کر پڑ رہیں اور نیند آ گئی۔

سیدنا صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے جو ساقہ یعنی چھوٹے سپاہیوں اور فوج کی گری ہوئی چیزوں کے انتظام کیلئے لشکر کے پیچھے رہتے تھے۔ صبح کو جب وہ پڑاؤ پر آئے تو انہوں نے دیکھتے ہی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہچان لیا کیونکہ پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا ہوا تھا۔ دیکھتے ہی ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ ان کی آواز سن کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کھل گئی۔ فورا چادر سے منہ ڈھانپ لیا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں!

''بخدا! صفوان نے مجھ سے بات تک نہیں کی اور نہ ان کی زبان سے سوائے انا للہ کے میں نے کوئی کلمہ سنا۔''

سیدنا صفوان رضی اللہ عنہ نے با آواز بلند اسی لیے انا للہ کہا تا کہ سیدہ بیدار ہو جائیں اور خطاب وکلام کی نوبت نہ آئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ سیدنا صفوان رضی اللہ عنہ نے اپنا اونٹ لا کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قریب بٹھا دیا خود پیچھے ہٹ گئے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اونٹ پر سوار ہو گئیں اور سیدنا صفوان رضی اللہ عنہ مہار پکڑ کر اگلی منزل کی طرف روانہ ہو گئے اور عین دوپہر کے وقت لشکر اسلامی سے جا پہنچے۔ یہ ایک نہایت معمولی واقعہ تھا اور اکثر سفر میں پیش آتا ہے لیکن منافقین نے اس واقعہ پر بڑے بڑے حواشی چڑھائے، واہی تباہی بکیں اور یہ مشہور کیا کہ نعوذ باللہ اب عائشہ رضی اللہ عنہا پاک دامن نہیں رہیں۔ گویا کہ ہندوؤں میں سیتا اور عیسائیوں میں سیدہ مریم رضی اللہ عنہا پر جو کچھ گزری اسلام میں اسی کا اعادہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر ہوا۔

مدینہ طیبہ پہنچ کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیمار ہو گئیں۔ ایک مہینہ بیماری میں گزارہ لیکن منافقین نے اس عرصہ میں اس خبر کو خوب ہوا دی۔ نیک دل مسلمانوں نے تو اس افواہ کو سنتے ہی کانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا!

''سُبْحَانَکَ ھٰذَا بُھْتَانٌ عَظِیْمٌ''

سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ سے فرمایا!

''ام ایوب! اگر تم سے کوئی یہ کہتا تو کیا تم مان لیتیں؟''

ام ایوب رضی اللہ عنہا بولیں!

”استغفر اللہ! کیا کسی شریف کا یہ کام ہے؟“

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

”تو سیدہ عائشہ تم سے کہیں زیادہ شریف ہیں۔ کیا ان سے ایسا ہو سکتا ہے؟“

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی اور دوسرے منافقین کے علاوہ تین مسلمان بھی اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے اس سازش میں مبتلا ہو گئے۔ ان مسلمانوں کے نام یہ ہیں۔ (1) حسان بن ثابت (2) حمنہ بنت جحش اور (3) مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہم۔ حالانکہ ان میں سے اول الذکر دو حضرات اس سفر میں شریک تک نہ تھے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف مدینہ میں جو طوفان اٹھایا گیا تھا سیدہ رضی اللہ عنہا کو اس کا مطلق علم نہ تھا کیونکہ وہ مدینہ پہنچتے ہی بیمار ہو گئی تھیں اور بیماری کی طوالت ایک ماہ تک رہی۔ لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس لطف اور مہربانی میں کمی آ جانے کی وجہ سے جو سابقہ بیماریوں میں مبذول رہی، دل کو خلجان اور تردد تھا کہ کیا بات کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لاتے ہیں اور مجھ سے نہیں بلکہ دوسروں سے میرا حال دریافت کر کے واپس تشریف لے جاتے ہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بے التفاتی سے میری تکلیف میں اور اضافہ ہوتا تھا لیکن اس بے التفاتی کی وجہ میری سمجھ میں نہ آتی تھی۔ ایک دن میں اور ام مسطح قضاء حاجت کیلئے جنگل کی طرف چلیں۔ عرب کا قدیم دستور یہی تھا کہ بدبو کی وجہ سے گھروں میں بیت الخلاء نہیں بناتے تھے۔ راستہ میں ام مسطح کو کسی چیز سے ٹھوکر لگی۔ انہوں نے اپنے بیٹے کو بد دعا دی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

”ایسے شخص کو کیوں برا بھلا کہتی ہو جو بدر میں حاضر ہوا؟“

ام مسطح نے کہا!

”اے بھولی بھالی! تم کو اس قصہ کی خبر نہیں؟“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

”کیا قصہ ہے؟“

ام مسطح رضی اللہ عنہا نے سارا قصہ بیان کیا۔ یہ سنتے ہی آپ رضی اللہ عنہا کے پاؤں

تلے سے زمین نکل گئی اور مرض میں اور شدت ہو گئی۔ معجم طبرانی میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب میں نے یہ واقعہ سنا تو اس قدر صدمہ ہوا کہ بلا اختیار یہ دل میں آیا کہ کسی کنویں میں جا کر اپنے آپ کو گرا دوں۔

(مجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 240)

صدمہ اور بدحواسی کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا اپنی ضرورت بھول گئیں اور بغیر قضائے حاجت کے راستہ ہی سے واپس آ گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے اپنے ماں باپ کے ہاں جانے کی اجازت چاہی تا کہ ان کے ذریعہ سے اس واقعہ کی تحقیق کروں۔ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی اور میں اپنے والدین کے ہاں آ گئی۔ مکہ میں آ کر میں نے اپنی ماں سے کہا!

''اے ماں! تم کو معلوم ہے کہ لوگ میری بابت کیا کہتے ہیں؟''

ماں نے کہا!

''بیٹی! تو رنج نہ کر۔ دنیا کا قاعدہ اور دستور ہے کہ جو عورت خوبصورت اور خوب سیرت اور اپنے شوہر کے نزدیک بلند مرتبت ہوتی ہے تو حسد کرنے والی عورتیں اس کے ضرر کے درپے ہو جاتی ہیں۔''

میں نے کہا!

''سبحان اللہ! کیا لوگوں میں اس کا چرچا ہے۔؟ اور کیا میرے والد کو بھی اس کا علم ہے؟''

میری امی حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے کہا!

''ہاں!''

میں نے کہا!

''امی جان! اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت کرے! لوگوں میں تو اس کا چرچا ہے اور تم نے مجھ سے ذکر تک نہیں کیا؟''

یہ کہہ کر آنکھوں میں آنسو ابل پڑے اور شدت غم سے چیخیں نکل گئیں۔ میرے ابو جان

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا بالا خانہ میں قرآن حکیم کی تلاوت فرما رہے تھے۔ میری چیخ سن کر نیچے آئے اور میری ماں سے دریافت کیا۔ ماں نے کہا!

”اس کو اس قصہ کی خبر ہو گئی ہے۔“

یہ سن کر میرے ابو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے بھی آنسو نکل پڑے۔ مجھے اب اس واقعہ سے اس قدر بخار ہوا کہ میری والدہ ام رومان رضی اللہ عنہا نے گھر کے تمام کپڑے مجھ پر ڈال دیئے۔ تمام رات آنسو بہاتے گزری۔ ایک لمحہ کیلئے بھی آنسو نہیں تھمتے تھے۔ اسی طرح صبح ہو گئی۔

دوسری طرف صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کو جب حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی اس ہجو گوئی کا علم ہوا تو انہوں نے قسم کھائی کہ خدا کی قسم! اب تک میں نے کسی عورت کو چھوا بھی نہیں ہے اور غصہ میں تلوار لے کر سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلے اور یہ شعر پڑھ کر تلوار کا وار کیا! ؎

تلق ذباب السیف منی فاننی
غلام اذا ھو جیت لیت بشاعر

”لو مجھ سے تلوار کی یہ دھار، میں نوجوان ہوں جب میری ہجو ہو، میں شاعر نہیں۔“

انہیں پکڑ کر بارگاہ رسالت پناہ میں حاضر کیا گیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف سے تقصیر معاف کرائی اور اس کے معاوضہ میں سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کو جائیداد عنایت فرمائی۔ گو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بے گناہی اور پاک دامنی مسلم تھی لیکن شریر لوگوں کے اس الزام سے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مضطرب تھے۔ ادھر نزول وحی میں تاخیر ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہما سے مشورہ فرمایا۔

سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا!

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ آپ کے اہل ہیں جو آپ کی شایان شان اور منصب نبوت و رسالت کے مناسب ہیں۔ ان کی عفت و عصمت کا پوچھنا ہی کیا! آپ کے حرم محترم کی طہارت و نزاہت سورج سے زیادہ عیاں ہے اور شبنم سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ اس میں رائے اور مشورہ کی کیا ضرورت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل اور ازواج مطہرات میں ہم نے بھی

سوائے خیر اور خوبی اور نیکی و بھلائی کے کچھ دیکھا ہی نہیں۔"

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنج و غم اور حزن و ملال کے خیال سے یہ عرض کیا!

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!! اللہ تعالیٰ نے آپ پر تنگی نہیں کی۔ عورتیں ان کے سوا بہت ہیں۔ آپ اگر گھر کی خادمہ سے دریافت فرمائیں تو وہ سچ سچ بتا دے گی۔ آپ مجبور نہیں، مفارقت آپ کے اختیار میں ہے لیکن پہلے گھر کی لونڈی سے تحقیق فرمالیں وہ آپ کو بالکل صحیح بتا دے گی، اس لیے کہ باندی اور خادمہ بہ نسبت اوروں کے خانگی حالات سے زیادہ باخبر ہوتی ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مشورہ کے مطابق بریرہ خادمہ رضی اللہ عنہا کو بلوایا اور اس سے پوچھا!

"کیا تو گواہی دیتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟"

بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

"ہاں!"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"میں تجھ سے کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ اسے چھپانا نہیں ورنہ اللہ تعالیٰ مجھ کو بذریعہ وحی بتلا دے گا۔"

بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

"میں ہرگز نہیں چھپاؤں گی۔ آپ دریافت فرمائیں۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"کیا تو نے عائشہ سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھی ہے؟"

خادمہ نے عرض کیا!

"نہیں!"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا!

"اے بریرہ! کیا تو نے عائشہ سے ذرہ برابر بھی کوئی شے ایسی دیکھی ہے جس سے تجھ کو

شبہ اور تردد ہو؟‘‘

حضرت بریرہ خادمہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں عرض کیا!

’’قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا! میں نے عائشہ کی کوئی بات معیوب اور قابلِ گرفت کبھی نہیں دیکھی۔ مگر یہ کہ وہ ابھی کمسن لڑکی ہے۔ آٹا گوندھا ہوا چھوڑ کر سو جاتی ہے۔ بکری کا بچہ آ کر اسے کھا جاتا ہے۔ یعنی وہ تو اس قدر غافل اور بے خبر ہے کہ اسے آٹے اور دال کی بھی خبر نہیں، وہ دنیا کی چالاکیوں کو کیسے جان سکتی ہے۔‘‘

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بریرہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب سن کر مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔ اول اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور بعد ازاں منافقوں کے رئیس عبداللہ بن ابی کی خباثت کا ذکر کر کے ارشاد فرمایا!

’’مسلمانو! کون ہے جو میری اس شخص کے مقابلہ میں مدد کرے جس نے مجھ کو میرے اہل بیت کے بارہ میں ایذاء پہنچائی ہے۔ بخدا! میں نے اپنے اہل سے سوائے نیکی اور پاکدامنی کے اور کچھ نہیں دیکھا اور علی ھذا جس شخص کا ان لوگوں نے نام لیا ہے اس سے بھی سوائے خیر اور بھلائی کے اور کچھ نہیں دیکھا۔‘‘

یہ سن کر قبیلہ اوس کے سردار سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا!

’’یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کی اعانت اور امداد کیلئے حاضر ہوں۔ اگر یہ شخص ہمارے قبیلہ اوس کا ہوا تو ہم خود ہی اس کی گردن اڑا دیں گے اور اگر قبیلہ خزرج سے ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو ہم تعمیل کریں گے۔‘‘

سردار خزرج سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو یہ خیال ہوا کہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ہم پر تعریض کر رہے ہیں کہ اہل افک قبیلہ خزرج سے ہیں۔ اس لیے ان کو جوش آ گیا اور انہوں نے سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا!

’’بخدا! تم اس کو ہرگز قتل نہ کر سکو گے۔ اگر وہ ہمارے قبیلے کا ہوا تو ہم خود اس کو قتل کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔‘‘

سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا!

''تم غلط کہتے ہو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم کو قتل کا حکم دیں گے تو ہم اسے ضرور قتل کریں گے۔ اگر چہ وہ شخص قبیلہ خزرج کا ہو یا کسی اور قبیلہ کا، کوئی ہم کو روک نہیں سکتا اور کیا تو منافق ہے جو منافقین کی طرف سے مجادلہ اور جواب دہی کرتا ہے؟''

اس طرح سے گفتگو میں کچھ تیزی آگئی۔ قریب تھا کہ دونوں قبیلے ہاتھا پائی پر اتر آتے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لے آئے اور لوگوں کو خاموش کیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ دن بھی میرا روتے ہوئے گزرا۔ ایک لمحہ کیلئے آنسوؤں کی بارش نہیں تھمتی تھی۔ رات بھی اسی طرح گزری۔ میرے والدین کا خیال تھا کہ شدتِ غم سے میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ جب صبح ہوئی تو میرے والدین بالکل میرے قریب آکر بیٹھ گئے اور میں برابر روئے جا رہی تھی۔ اتنے میں ایک انصاری عورت آگئی۔ مجھے روتا دیکھ کر وہ بھی میرے ساتھ رونے لگی۔ ہم اسی حالت میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور سلام کر کے میرے قریب بیٹھ گئے۔ اس واقعہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی بار میرے پاس آکر بیٹھے تھے۔ وحی کے انتظار میں ایک مہینہ گزر چکا تھا۔ تشریف فرما ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول خدا کی حمد و ثنا کی اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کر کے ارشاد فرمایا!

''عائشہ! مجھ کو تیری جانب سے ایسی ایسی خبر پہنچی ہے۔ اگر تو اس جرم سے بری ہے تو عنقریب اللہ تعالیٰ تجھ کو ضرور بری کرے گا اور اگر تو نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ اور استغفار کر۔ اس لیے کہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے اور اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی یہ بات ختم کی اور اس وقت میرے آنسو خشک ہو گئے اور ایک قطرہ بھی آنکھ میں باقی نہ رہا۔ دل نے اپنی برأت کے یقین کی بناء پر اطمینان محسوس کیا۔ پھر میں نے اپنے والد محترم کو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے طرف سے جواب دیں لیکن انہوں نے کہا کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا جواب دوں۔ پھر میں نے اپنی ماں سے کہا لیکن ماں نے بھی یہی جواب دیا۔ اس کے بعد میں نے خود بارگاہ رسالت میں عرض کیا!

''اللہ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں اس گناہ سے بری ہوں۔ یہ بات تمہارے دلوں

میں اس درجہ راسخ ہو گئی ہے کہ اگر میں یہ کہوں کہ میں اس گناہ سے بری ہوں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو تم یقین نہ کرو گے اور اگر بالفرض میں اقرار کرلوں حالانکہ خدا خود جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو تم یقین کرو گے۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رو کر کہا!

"بخدا! میں اس چیز سے کبھی توبہ نہ کروں گی جو یہ لوگ میری طرف منسوب کرتے ہیں۔ بس میں وہی کہتی ہوں جو یوسف علیہ السلام کے والد نے کہا تھا!

"فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُونَ"

میں یہ کہہ کر بستر پر جا کر لیٹ گئی اور اس وقت قلب کو یقینِ کامل اور جذبِ تام تھا کہ اللہ تعالیٰ ضرور میری برأت فرمائے گا لیکن یہ وہم و گمان نہ تھا کہ میرے بارہ میں اللہ تعالیٰ ایسی وحی نازل فرمائے گا کہ جس کی ہمیشہ تلاوت ہوتی رہے گی اور میری ان الفاظ میں برأت کی جائے گی جو رہتی دنیا تک یاد رکھی جائے گی۔"

ایک اور روایت میں ہے کہ مجھے یہ گمان نہ تھا کہ قرآن کی آیتیں میرے بارے میں نازل ہوں گی جو مسجدوں اور نمازوں میں پڑھی جائے گی۔ مجھے تو بس یہ امید تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعۂ خواب میری برأت بتلا دی جائے گی اور اس طرح اللہ تعالیٰ مجھ کو اس تہمت سے بری کرے گا۔

اب وقت آ گیا تھا کہ عالمِ غیب کی زبان گویا ہو۔ چنانچہ وہ گویا ہوئی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی اپنی جگہ سے اٹھے نہ تھے کہ دفعتاً وحی کے آثار نمودار ہوئے۔ باوجود شدید سردی کے پیشانی مبارک سے موتیوں کی طرح پسینہ کے قطرات ٹپکنے لگے۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول شروع ہوا تو بخدا! میں بالکل نہیں گھبرائی مگر میرے ماں باپ کا خوف سے یہ حال تھا کہ مجھ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ان کی جان ہی نہ نکل جائے۔

ان کو یہ خوف تھا کہ مبادا وحی اس کے مطابق نہ نازل ہو جائے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں۔

میرے والد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ کبھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتے اور کبھی میری طرف۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر کرتے تو یہ اندیشہ ہوتا کہ نہ معلوم آسمان سے کیا حکم نازل ہوتا ہے جو پھر قیامت تک ٹل نہیں سکے گا اور جب

میری طرف دیکھتے تو میرے سکون اور اطمینان کو دیکھ کر ان کو ایک گونہ امید ہوتی۔

ماسوا میرے سارا گھر اسی خوف ورجا اور امید وبیم میں تھا کہ وحی آسمانی کا نزول ختم ہوا اور چہرۂ انور پر مسرت وبشاشت کے آثار نمودار ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے اور دستِ مبارک سے جبیں منور کے پسینہ کو پونچھتے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف متوجہ ہوئے اور پہلا کلمہ جو زبان مبارک سے نکلا وہ یہ تھا!

’’عائشہ! تجھے خوشخبری ہو، بیشک اللہ تعالیٰ نے تیری برأت نازل فرمائی ہے۔‘‘

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری والدہ نے کہا!

’’عائشہ! اٹھو اور اپنے خاوند کے قدم لو۔‘‘

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نسوانی غرور وناز کے ساتھ جواب دیا!

’’میں صرف اپنے خدا کا شکر ادا کروں گی جس نے میری برأت نازل فرمائی کسی اور کی ممنون نہیں۔‘‘

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اس حالتِ شکر میں شکر نبوی سے انکار نازِ محبوبی کے مقام سے تھا اور ناز کی حقیقت یہ ہے کہ دل جس شے سے لبریز ہو زبان سے اس کے خلاف اظہار ہو۔ ظاہر میں یہ ایک ناز تھا لیکن صد ہزار نیاز اس میں مستور تھے۔ اس کے بعد سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیات نازل فرمائی ہیں!

’’تحقیق جن لوگوں نے یہ طوفان برپا کیا ہے وہ تم سے ایک جماعت ہے تم اس کو اپنے لیے شر نہ سمجھو بلکہ وہ فی الحقیقت تمہارے لیے خیر ہے۔ ہر شخص کیلئے گناہ کا اتنا ہی حصہ ہے جتنا اس نے کمایا اور جو اس طوفان کے بڑے حصے کا متولی بنا ہے اس کیلئے بڑا عذاب ہے۔ اس بات کو سنتے ہی مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنے لیے نیک گمان کیوں نہ کیا اور یہ کیوں نہ کہا کہ یہ صریح بہتان ہے اور کیوں نہ لائے وہ اس (تہمت) پر چار گواہ۔ پس جب کہ یہ لوگ گواہ نہ لائے تو یہ لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں اور اگر تم پر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور مہربانی نہ ہوتی تو تم کو اس چیز میں کہ جس میں تم گفتگو کر رہے ہو سخت عذاب پہنچتا۔ جبکہ تم اس کو اپنی زبانوں سے نقل کرتے ہو اور اپنے منہ سے ایسی بات کہتے ہو جس کی تم کو تحقیق نہیں اور تم اس کو آسان سمجھتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی بات ہے اور تم نے اس خبر کو سنتے ہی یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمارے

لیے ایسی بات کا زبان پر لانا ہی زیبا نہیں۔ تم کو یہ کہہ دینا چاہیے تھا کہ سبحان اللہ! یہ تو بہتان عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا اگر تم ایمان والے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنے احکام کو واضح طور پر بیان کرتا ہے اور اللہ علیم اور حکیم ہے۔ تحقیق جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ بے حیائی کی بات کا مسلمانوں میں چرچا ہو، ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے اور اگر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو نہ معلوم کیا مصیبت آتی اور بے شک اللہ تعالیٰ رؤف اور رحیم ہے۔''

(القرآن المجید، پارہ نمبر 22، سورۃ احزاب، آیت نمبر 11 تا 20)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان آیات برأت کی تلاوت سے فارغ ہوئے اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہا نے اپنی عفت مآب بیٹی کی طہارت پر اللہ تعالیٰ کی شہادت کو سن لیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اٹھ کر اپنی بیٹی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا!

''ابا جان! پہلے آپ نے مجھ کو کیوں نہ معذور اور بے قصور سمجھا؟''

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہا نے جواب دیا!

''کون سا آسمان مجھ پر سایہ ڈالے اور کون سی زمین مجھ کو اٹھائے اور تھامے جب کہ میں اپنی زبان سے وہ بات کہوں جس کا مجھے علم نہ ہو؟''

(الفتح الباری شرح صحیح البخاری، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 366)

(روح المعانی، جلد نمبر 18، صفحہ نمبر 109)

بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور مجمع عام میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت میں نازل شدہ آیات کی تلاوت فرمائی۔ یہ فتنہ اصل میں منافقین نے شروع کیا تھا لیکن تین مسلمان اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے منافقین کے دھوکہ میں آگئے۔ ان کے نام یہ ہیں! مسطح بن اثاثہ، حسان بن ثابت اور حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم، ان پر حد قذف (زنا کی جھوٹی تہمت لگانے کی سزا) جاری کی گئی یعنی اسی اسی درے مارے گئے اور وہ اپنی غلطی سے تائب ہوئے۔ عبداللہ بن ابی منافقوں کے رئیس کے بارے میں مشہور قول یہ ہے کہ اس کو سزا نہیں دی گئی اس لیے کہ وہ منافق تھا لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر بھی حد جاری کی گئی۔

واللہ اعلم

جو آیات ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت کے بارے میں نازل ہوئیں ان میں ان کی فضیلت و منقبت ظاہر و باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس بہتان سے بری فرمایا اور انہیں طیبہ فرمایا اور مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ فرمایا جس سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مغفرت کا قطعی اور یقینی ہونا معلوم ہوا۔

آیت کے حصے:

اُولُو الْفَضْلِ مِنكُمْ سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت و منقبت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کو صاحب فضل فرمائے اس کے فضل و کمال میں کہاں شبہ کی مجال ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں چودہ طریقہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اس آیت سے ثابت کی ہے۔

واقعۂ اُفک سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے غایتِ تقویٰ اور کمالِ ورع کا بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ قصہ ایک مہینہ سے زائد عرصہ تک رہا لیکن بیٹی کی حمایت میں ایک حروف زبان سے نہیں نکلا۔ صرف ایک مرتبہ شدت رنج و غم میں آپ رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ نکلا!

"بخدا! یہ بات تو ہمارے حق میں زمانۂ جاہلیت میں بھی نہیں کہی گئی پھر جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسلام سے عزت بخشی تو اس کے بعد یہ کیسے ممکن ہے؟"

(الفتح الباری شرح صحیح البخاری، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 369)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث افک کے فوائد و لطائف کو اپنی کتاب فتح الباری جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 371-372 پر شرح و بسط سے بیان فرمایا ہے۔ اب جب کہ نزولِ وحی نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی برات فرما دی ہے لہٰذا اب اگر کوئی شخص سیدہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے وہ قرآن حکیم کا صریح مکذب اور منکر ہونے کی وجہ سے بالاجماع کافر اور مرتد ہے۔

واقعہ تحریم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ نماز عصر کے بعد تھوڑی دیر ازواج

مطہرات کے پاس جا کر بیٹھتے تھے۔ اتفاقاً سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں چند روز معمول سے کچھ زیادہ دیر تک تشریف فرما ہونا شروع کر دیا۔ دیر تک ٹھہرنے کی وجہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے معلوم کی تو پتہ چلا کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے کسی عزیز نے شہد بھیجا ہے۔ چونکہ شہد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے انتہا مرغوب تھا وہ روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہد پیش کرتی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم انکار نہ فرماتے اس وجہ سے ان کے ہاں کچھ زیادہ دیر رکنا پڑتا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا کہ اس کی کوئی تدبیر کرنی چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ نظافت پسند تھے۔ ذرا سی بدبو بھی ناگوار خاطر ہوتی تھی اور شہد کی مکھیاں جس قسم کے پھول سے رس چوستی ہیں شہد کی مٹھاس میں اس قسم کی لذت اور بو ہوتی ہے۔ چنانچہ عرب میں مغافیر ایک قسم پھول ہوتا ہے جس کی بو میں ذرا نبیذ کی سی کرختگی ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دونوں ہم جولیوں کو سمجھا دیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائیں تو پوچھا جائے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے یہ بو کیسی آتی ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں کہ شہد کھایا ہے تو کہنا چاہیے کہ شاید مغافیر کا شہد ہے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد سے کراہت پیدا ہو گئی اور عہد کیا کہ اب شہد نہ کھاؤں گا۔ اگر یہ عام انسانوں کا واقعہ ہوتا تو کوئی ایسی بات نہ تھی لیکن یہ ایک شارع اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل تھا جس کی ایک ایک بات پر بڑے بڑے قوانین کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ چنانچہ خداوند قدوس نے اس پر سورہ تحریم کی ابتدائی آیات نازل فرمائیں!

"يٰٓاَيُّهَا النَّبِىُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِىْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ"

''اے نبی! آپ اپنی بیویوں کی رضامندی کے لئے جو چیز اللہ نے حلال کی ہے اسے اپنے اوپر کیوں حرام کرتے ہیں؟''

اسی زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی راز کی بات سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دی اور اسے پوشیدہ رکھنے کے لیے کہا لیکن سیدہ رضی اللہ عنہا نے وہ بات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دی۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے وحی نازل فرمائی!

"اور نبی نے اپنی کسی بیوی سے ایک رات کی بات کہی۔ جب اس نے دوسری سے اس کو کہہ دیا اور خدا نے اپنے نبی پر اس واقعہ کو ظاہر فرما دیا تو نبی نے اس بیوی کو اس کا کچھ قصور بتایا اور کچھ نہ بتایا۔ اس نے کہا آپ سے یہ کس نے کہہ دیا؟ تو نبی نے یہ جواب دیا کہ مجھے اللہ علیم خبیر نے بتایا ہے۔"

(القرآن المجید، پارہ 28، سورۃ التحریم، آیت نمبر 1)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سا راز تھا جس کے اخفا کے لئے اتنی شدت درکار تھی۔ بخاری میں ہے کہ وہ یہی شہد کی تحریم کا واقعہ تھا جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو چھپانے کے لیے کہا تھا لیکن انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کر دیا۔

بعض روایات میں ہے کہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما کی رضامندی کی خاطر اپنے اوپر حرام قرار دے لیا اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو تاکید کر دی تھی کہ اس راز کو اپنے تک ہی رکھنا عائشہ سے نہ کہنا مگر انہوں نے کہہ دیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

واقعہ ایلا:

9 ہجری میں ایلاء کا واقعہ پیش آیا۔ اس وقت دور دراز علاقے مسلمانوں کے زیر نگیں ہو چکے تھے اور مال غنیمت اور سالانہ محاصل کا بے شمار ذخیرہ مدینہ میں آتا رہتا تھا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوانگی زندگی جس زہد و قناعت کے ساتھ بسر ہوتی تھی وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہ تھی۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آئے روز فاقہ رہتا تھا جب کہ ازواج مطہرات میں بڑے بڑے روسائے قبائل کی بیٹیاں بلکہ شہزادیاں داخل تھیں۔ جو اس سے پہلے اپنے گھروں میں ناز و نعم کی زندگیاں بسر کر کے آئی تھیں۔ انہوں نے مال و دولت کی یہ فراوانی دیکھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خانگی مصارف میں اضافے کی خواہش کا اظہار کیا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب اس بات کا پتہ چلا تو نہایت مضطرب ہوئے۔ پہلے اپنی صاحبزادی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو سمجھایا کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مصارف کا تقاضا نہ

کرو جو کچھ مانگنا ہے مجھ سے مانگو۔ بخدا! آپ میرا لحاظ فرماتے ہیں، ورنہ! تم کو طلاق دے دیتے۔ بعد ازیں آپ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر گئے اور انہیں بھی سمجھایا۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا!

”عمر! تم ہر شے میں تو دخل دیتے ہی تھے اور اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے معاملہ میں بھی دخل دیتے ہو؟“

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس جواب سے افسردہ ہو کر خاموش ہو گئے۔

ایک مرتبہ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما خدمت نبوی مین حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ درمیان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ادھر ادھر ازواج مطہرات بیٹھی ہیں اور خانگی مصارف کی تعداد بڑھانے پر مصر ہیں۔ دونوں حضرات اپنی صاحبزادیوں کو مارنے پر آمادہ ہو گئے۔ ان دونوں حضرات کی بیٹیوں نے کہا کہ ہم آئندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زائد مصارف کی تکلیف نہ دیں گی۔ اگرچہ یہ دونوں اپنے مطالبہ سے دستبردار ہو گئیں لیکن دیگر ازواج اپنے مطالبہ پر قائم رہیں۔ اتفاقاً اسی زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر پڑے۔ پہلو مبارک پر ایک درخت کی جڑ سے خراش آ گئی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافی تکلیف تھی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے متصل ایک بالا خانہ تھا جو گویا ان گھروں کا توشہ خانہ تھا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہیں قیام فرمایا اور عہد کیا کہ ایک ماہ تک ازواج مطہرات سے نہ ملیں گے۔

منافقین جو بات کا بتنگڑ بنانے میں خاصے مشہور تھے انہوں نے مشہور کر دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ مدینہ طیبہ میں کہرام مچ گیا۔ ہر شخص مضطرب تھا کہ یہ کیا ہو گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین مسجد نبوی میں جمع ہو گئے اور ازواج مطہرات رو رہی تھیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو فوراً مسجد نبوی میں آئے۔ دیکھا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ملول بیٹھے ہیں۔ خدمت اقدس میں دو دفعہ باریابی کی اجازت چاہی مگر کوئی جواب نہ ملا۔ تیسری دفعہ اجازت مل گئی۔ دیکھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کھری چارپائی پر لیٹے ہیں جسم مبارک پر بان سے نشان پڑ گئے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے ادھر ادھر نظر اٹھا کر دیکھا تو توشہ خانے میں چند مٹی کے برتن اور چند سوکھی مشکوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ یہ دیکھ کر آنکھیں بھر آئیں اور پوچھا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ نے ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے؟''

ارشاد فرمایا!

''نہیں!''

عرض کیا!

''کیا میں یہ خوشخبری دوسرے مسلمانوں کو سنادوں؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''اگر تو پسند کرتا ہے تو بتادے۔''

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے زور سے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ یہ مہینہ 29 روز کا تھا۔ مہینہ پورا ہوا تو مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بالا خانے سے اتر آئے۔ سب سے پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے۔ انہوں نے عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے تو ایک ماہ کا عہد فرمایا تھا اور ابھی تو 29 دن ہوئے ہیں۔

ارشاد فرمایا!

''مہینہ کبھی انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔''

چونکہ ازواج مطہرات نان ونفقہ کی طالب تھیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنی بیویوں کی رضامندی کے لئے اپنے دامن کو زخارف دنیوی سے ملوث نہیں کرسکتے، لہٰذا تخییر کی آیت نازل ہوئی!

''یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَھَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًاo وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًاo''

''اے نبی! اپنی ازواج سے فرمادیجئے کہ اگر تم کو دنیوی زندگی اور اس کی آرائش و زینت کی خواہش ہے تو آؤ میں تمہیں مال و دولت اور دنیا کی زینت دے کر اچھی طرح رخصت کردوںo اور اگر تمہیں خدا اور اس کا

رسول اور آخرت پسند ہے تو اللہ نے تم نیک عورتوں کیلئے بڑا ثواب مہیا کر رکھا ہے o"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 22، سورۃ احزاب)

اس آیت کے نزول کے بعد مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا!

"میں تمہارے سامنے ایک بات پیش کرنا چاہتا ہوں اس کا جواب اپنے والدین سے مشورہ کر کے دینا۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

"ارشاد فرمایئے!"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات پڑھ کر سنائیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں کس بات کے بارے میں اپنے والدین سے مشورہ لوں؟ میں خدا اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔"

یہ جواب سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی اور مسرت سے تمتمانے لگا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ جواب دوسری بیویوں پر ظاہر نہ ہو۔"

ارشاد فرمایا!

"میں معلم بن کر آیا ہوں جابر بن کر نہیں۔"

سیدہ عائشہ اور تیمم کا حکم:

ایک اور سفر میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گلے میں ہار تھا جو ٹوٹ کر گر پڑا۔ پہلے واقعہ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنبیہ ہو چکی تھی، لہٰذا فوراً سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا گیا۔ صبح قریب تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلہ کو پڑاؤ کا حکم فرمایا اور ایک شخص کو ہار ڈھونڈنے کے لیے دوڑایا۔

اتفاق یہ کہ جہاں فوج نے پڑاؤ ڈالا وہاں مطلق پانی نہ تھا۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگے!

''ام المومنین عائشہ نے فوج کو کس مصیبت میں ڈال رکھا ہے؟''

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدھے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ دیکھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے زانو پر سر رکھے آرام فرما رہے ہیں۔ نہایت غصے سے فرمایا!

''بیٹی! ہر روز تم ہی سب کیلئے مصیبت کا باعث بنتی ہو۔''

آپ رضی اللہ عنہ بہت غصہ میں تھے۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آیتِ تیمم نازل فرمائی۔

(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 372)

اس آیت میں مسلمانوں کو بتایا گیا کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کر کے نماز ادا کر لیا کرو۔ تیمم کی سہولت نازل ہونے سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خاص مسرت حاصل ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر تین مرتبہ فرمایا!

''اِنَّکِ لَمُبَارِکَۃٌ اِنَّکِ لَمُبَارِکَۃٌ اِنَّکِ لَمُبَارِکَۃٌ''

''بیٹی! بلاشک تو بڑی مبارک ہے۔ بیشک تو مبارک ہے۔ بیشک تو برکت والی ہے۔''

(مسند احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 373)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے تیمم کر کے نماز صبح ادا کی اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس سہولت پر بہت خوش ہوئے۔

سیدہ عائشہ اور حجۃ الوداع:

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حجۃ الوداع کے موقع پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ جب مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھنے کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو خوشبو لگائی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام سرف میں پہنچے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حیض شروع ہو گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم ان کے پاس آئے تو وہ رو رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تسلی دی اور فرمایا!

"اس چیز کو تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تمام بیٹیوں کے مقدر میں کر دیا ہے، اس لیے اس میں پریشانی والی کوئی بات نہیں۔ تم وہی سب کام کرو جو حاجی کرتے ہیں لیکن جب تک پاک نہ ہو جاؤ اس وقت تک طواف نہ کرنا۔"

اس طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے تمام مناسک حج ادا کیے اور جب منیٰ پہنچی تو پاک ہو گئیں لہٰذا انہوں نے طواف کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہی وسیلہ سے عورتوں کو ایسی حالت میں حج کے احکام معلوم ہوئے۔

فضائل ومناقب:

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل، مناقب، عظمت اور شان کتب احادیث میں اس کثرت سے موجود ہیں جو کہ کسی دوسری خاتون کیلئے نہیں ہے۔ چند ایک فضائل ملاحظہ فرمائیں!

1: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کنواری خاتون سے نکاح نہ کیا اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے محبوب ترین زوجہ ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا!

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو دنیا میں سب سے زیادہ کون عزیز ہے؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"عائشہ!"

پھر پوچھا!

"مردوں میں۔"

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"عائشہ کے والد۔"

(مسند احمد، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 203) (طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 67) (المعجم الکبیر، جلد نمبر 23، صفحہ نمبر 43) (الصحیح البخاری، حدیث نمبر 3663) (الصحیح المسلم، حدیث نمبر 2384)

(السنن الترمذی، حدیث نمبر 3880)

2: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''مردوں میں بہت سے افراد کامل ہوئے ہیں لیکن عورتوں میں مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کے سوا کوئی کامل نہیں اور پھر فرمایا!

''وَفَضْلُ عَائِشَۃَ عَلَى النِّسَآءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ''

''اور عائشہ کو تمام عورتوں پر ایسے فضیلت ہے جیسے ثرید کو تمام کھانوں پر۔''

(الصحیح البخاری، حدیث نمبر 3773) (الصحیح المسلم، حدیث نمبر 2446) (السنن الترمذی، حدیث نمبر 3881) (السنن النسائی، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 262) (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 2381) (مسند احمد، جلد نمبر 2، صفحہ 159) (المعجم الکبیر، جلد نمبر 19، صفحہ نمبر 28) (المجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 243)

3: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ آپ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دُنیا و آخرت میں بیوی ہیں۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا تو میں نے عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ فاطمہ کا ذکر تو فرما رہے ہیں میرے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟''

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ تو دنیا و آخرت میں میری بیوی ہے؟''

(السنن الترمذی، باب فضل عائشہ، حدیث نمبر 3772) (طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 66) (المعجم الکبیر للطبرانی، جلد نمبر 23، صفحہ نمبر 39) (المستدرک للحاکم، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 10) (الاحسان، بترتیب صحیح ابن حبان، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 53) (ابن ابی شیبہ، جلد نمبر 12، صفحہ نمبر 128، حدیث نمبر 12325) (ابن عساکر، فی اربعین، باب مناقب امھات المومنین، حدیث نمبر 227)

4: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام ازواج مطہرات کے ہاں ایک ایک رات قیام فرماتے جبکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں دو راتیں قیام فرماتے۔ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ جب سیدہ سودہ بن زمعہ رضی اللہ عنہا کی عمر زیادہ ہو گئی تو انہوں نے عرض کیا!

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنی باری کا دن عائشہ کو دیتی ہوں۔"

چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں دو دن قیام فرماتے ایک دن حضرت میری باری کا اور ایک دن حضرت سودہ کا۔"

(الصحیح البخاری، حدیث نمبر 5212)(الصحیح المسلم، حدیث نمبر 1463)

5: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت فرماتے تھے اور دوسرے لوگوں کو بھی اس کی تاکید فرماتے تھے کہ تم بھی ان سے محبت کرو۔

چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

"ایک مرتبہ تمام ازواج مطہرات نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنا سفیر بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ جب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری چادر میں آرام فرما رہے تھے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا!

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی ازواج مطہرات نے مجھے سفیر بنا کر بھیجا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ آپ بنت ابی قحافہ (عائشہ) کے بارے میں عدل سے کام لیں۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خاموش رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا!

"اے میری پیاری بیٹی! کیا تو اس سے محبت نہیں کرتی جس سے میں محبت کرتا ہوں؟"

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

"کیوں نہیں؟"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"پس تو بھی عائشہ سے محبت کیا کر۔"

(الصحیح البخاری، حدیث نمبر 2581)(الصحیح المسلم، حدیث نمبر 2446)(السنن النسائی، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 151)(الانوار فی شمائل نبی مختار للبغوی، حدیث نمبر 841)(مسند ابی یعلی، جلد نمبر 4،

صفحہ نمبر 470، حدیث نمبر 4934) (المجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 241) (کشف الاستار للبزار، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 240)

6: ازواج مطہرات کے دو گروہ تھے۔ ایک گروہ میں سیدہ عائشہ، سیدہ حفصہ، سیدہ صفیہ اور سیدہ سودہ اور دوسرے گروہ میں سیدہ ام سلمہ اور دیگر ازواج شامل تھیں۔ چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پتہ تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبت رکھتے ہیں اس لیے وہ خاص طور پر آپ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن تحفے تحائف بھیجتے۔ جس کو دیگر ازواج مطہرات محسوس کرتیں۔ ایک مرتبہ سیدام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گروہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس بارے میں بات کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے بڑی سمجھ داری سے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی کہ صحابہ کو حکم دیا جائے کہ عائشہ کی باری کا انتظار نہ کیا کریں بلکہ جہاں بھی آپ ہوں وہاں ہی تحفے تحائف بھیج دیا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی بات سنی مگر جواب کچھ نہ دیا۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہا واپس آ گئیں۔ تھوڑے دنوں بعد پھر سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"ام سلمہ! عائشہ کے بارے میں مجھے اذیت نہ دو کیونکہ عائشہ کے سوا کسی دوسری بیوی کے بستر میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی۔"

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اللہ کے حضور میں آپ کی اذیت سے توبہ کرتی ہوں۔"

(الصحیح البخاری، حدیث نمبر 2581) (الصحیح المسلم، باب فضل عائشہ، حدیث نمبر 2441) (السنن الترمذی، حدیث نمبر 2874) (النسائی، فی عشرۃ النساء، حدیث نمبر 11) (مسند احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 293) (السنن النسائی، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 68) (صحیح ابن حبان، حدیث نمبر 7065)

7: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے واقعہ افک کے موقع پر آپ کی برأت کے لئے سورۃ نور شریف کی بارہ آیات نازل فرمائیں اور آپ کی پاکدامنی کی گواہی ہر مسلمان کے منہ سے قیامت تک

جاری کر دی۔ آپ اس بات پر فخر کرتے ہوئے کہا کرتی تھیں!

"میرا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ میری برأت اس طرح فرمائے گا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں بتا دیا جائے گا۔ مگر میرا یہ گمان بھی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں میری برأت کے لئے آیات نازل کر دے گا۔"

(الصحیح البخاری، حدیث نمبر 4750) (الصحیح المسلم، حدیث نمبر 2770)

(السنن الترمذی، حدیث نمبر 3179) (النسائی فی عشرۃ النساء، حدیث نمبر 45)

8: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کی برکت سے تیمم کا حکم نازل ہوا۔

سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے اس وقت جوش مسرت میں فرمایا!

"اے آل ابی بکر! یہ تیمم کا حکم نازل ہونا تمہاری پہلی برکت نہیں بلکہ تمہاری برکت سے اور بھی بہت سی آسانیاں ہو چکی ہیں اور کئی سہولتوں کے احکام نازل ہو چکے ہیں۔"

(الصحیح البخاری، شریف حدیث نمبر 334-3773) (الصحیح المسلم، حدیث نمبر 367)

9: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہا سلام کیا۔ چنانچہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھوڑے کی گردن پر ہاتھ رکھے ہوئے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے باتیں کرتے ہوئے دیکھا۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ کو دحیہ کلبی کے گھوڑے کی گردن پر ہاتھ رکھے، ان سے باتیں کرتے ہوئے دیکھا ہے۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"کیا تو نے اسے دیکھا؟"

عرض کیا!

"ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''وہ دحیہ کلبی نہیں تھے بلکہ جبرائیل علیہ السلام تھے اور وہ تمہیں سلام کہتے ہیں۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں عرض کیا!

''وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ تعالیٰ انہیں اچھی جزا دے۔ میزبان بھی بہترین ہے اور مہمان بھی بہترین ہے۔''

(الصحیح البخاری، باب ذکر الملائکہ، حدیث نمبر 3217) (الصحیح المسلم، باب فضل عائشہ، حدیث نمبر 2447) (مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 84، باب فضائل صحابہ، حدیث نمبر 1635) (المعجم الکبیر للطبرانی، جلد نمبر 23، صفحہ نمبر 34) (مسند حمیدی، حدیث نمبر 277) (صفۃ الصفوۃ، لابن الجوزی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 20) (المجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 243)

10: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ظاہری زندگی کے آخری ایام ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گزارے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات پر فخر کیا کرتی تھیں۔

11: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اسی حجرے میں قیامت تک آرام فرما ہوئے۔

12: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''جب بھی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسرت وخوشی کی حالت میں دیکھتی تو میں عرض کرتی !یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے بارگاہ رب العزت میں دعا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے دعا فرماتے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ عَائِشَۃَ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِھَا وَمَا تَاَخَّرَ وَمَا اَسَرَّ وَمَا اَعْلَنَتْ

''یااللہ! عائشہ کی اگلی اور پچھلی مخفی اور ظاہری تمام خطائیں معاف فرمادے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا سنتیں تو مارے خوشی کے بہت زیادہ ہنستیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے!

''عائشہ میری دعا نے تمہیں خوش کر دیا۔

تو آپ رضی اللہ عنہا عرض کرتیں!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی دعا مجھے کیوں خوش نہیں کرے گی''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے!

"بخدا! میں ہر نماز کے بعد ایسی ہی دعا اپنی امت کے لئے کرتا ہوں۔"

(المستدرک للحاکم، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 11) (صحیح ابن حبان، حدیث نمبر 7067)
(المجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 243) (کشف الاستار، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 238)

13: جب آیت تخییر نازل ہوئی تو باوجود اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا!

"اپنے والدین سے پوچھ کر جواب دینا۔"

آپ رضی اللہ عنہا نے فوراً عرض کیا!

"اس میں والدین سے پوچھنے کا کیا مطلب۔؟ میں اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں!"

(الصحیح البخاری، حدیث نمبر 4785-4788) (الصحیح المسلم، حدیث نمبر 1475)
(نووی شرح صحیح مسلم، جلد نمبر 10، صفحہ نمبر 78)

14: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

"اللہ تعالیٰ نے مجھے دیگر ازواج مطہرات پر دس باتوں سے فضیلت عطا کی ہے۔"

☆ میرے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج میں سے کوئی کنواری نہ تھی۔

☆ میرے سوا کسی اور زوجہ کے والدین مہاجر نہ تھے۔

☆ جبرائیل امین علیہ السلام ریشم کے ایک کپڑے میں میری تصویر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے اور کہا ان سے شادی کریں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے میری براءت نازل فرمائی۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میں ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور بیوی کے ساتھ تو اس طرح غسل نہیں فرمایا۔

☆ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے بستر پر آرام فرما ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی۔

☆ جب مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر میری گود میں تھا۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہوتے اور میں آپ کے آگے لیٹی ہوئی ہوتی۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات وصال فرمایا جس رات میری باری تھی۔

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرے میں وصال کے بعد آرام فرما ہوئے۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 63) (اربعین لابن عساکر، صفحہ نمبر 32) (المعجم الکبیر، جلد نمبر 23، صفحہ نمبر 29) (المجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 241) (المستدرک للحاکم، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 10) (مسند ابی یعلی، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 336) (سیر اعلام النبلاء، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 141)

15: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو عبادتِ الٰہی سے اتنا شغف تھا کہ فرض نمازوں کے علاوہ سنتیں اور نوافل بھی کثرت سے ادا کیا کرتی تھیں۔ تہجد اور چاشت کی نماز کا ساری عمر ناغہ نہیں کیا۔ رمضان کے علاوہ اکثر روزے رکھتیں۔ بعض روایات کے مطابق ہمیشہ روزے سے رہتیں۔ حج کی شدت سے پابند تھیں۔ کوئی سال ایسا کم ہی گزرتا جس سال آپ رضی اللہ عنہا حج نہ فرماتیں۔

16: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پردے کی بہت پابند تھیں۔ آیت حجاب کے بعد تو اس میں مزید شدت آ گئی۔ ایک مرتبہ اسحاق تابعی جو کہ نابینا تھے آپ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہا نے ان سے پردہ فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا!

''مجھ سے کیا پردہ میں تو نابینا ہوں؟''

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

''اگرچہ تم مجھے نہیں دیکھتے لیکن میں تمہیں دیکھتی ہوں۔''

آپ رضی اللہ عنہا اکثر رات کے وقت طواف فرماتیں جب مرد موجود نہ ہوتے اور اگر کبھی دن کو طواف کا موقع پیش آتا تو خانہ کعبہ مردوں سے خالی کرا لیا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ حج کے موقع پر چند بیبیوں نے عرض کیا!

''ام المومنین! چلیں حجر اسود کو بوسہ دے لیں؟''

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

''تم جا سکتی ہو میں مردوں کے ہجوم میں نہیں جا سکتی۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پردے کے اہتمام کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا

ہے کہ جب تک آپ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مزار تھے اس وقت تک آپ رضی اللہ عنہا بلا تردد یہاں پر آتی رہیں اور یہاں پر سوتی بھی رہیں۔ لیکن جیسے ہی یہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہا فرماتیں!

”پہلے تو یہاں میرے شوہر اور والد تھے لیکن اب عمر کے آجانے سے مجھے یہاں بلا پردہ آتے حجاب آتا ہے۔“

یہ آپ رضی اللہ عنہا کا تقویٰ تھا حالانکہ شریعت اسلامیہ میں فوت شدگان سے پردہ نہیں۔

(الصحیح البخاری، باب طواف النساء، مسند احمد، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 117)

(طبقات ابن سعد، جز نساء، صفحہ نمبر 47)

17: ایک شخص نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے سامنے ناشائستہ الفاظ میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا!

”اُغْزِبْ مَقْبُوْحًا مَنْبُوْحًا تُؤْذِیْ حَبِیْبَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ“

”بدبخت! مردود! دور ہو جا! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری زوجہ کو اذیت دیتا ہے؟“

(السنن الترمذی، حدیث نمبر 3882) (طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 65)

(المطالب العالیہ، للطیالسی، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 128)

18: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اخلاق کا ایک ممتاز جوہر ان کی طبعی فیاضی اور کشادہ دستی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ذرہ ذرہ جوڑ کر جمع کرتیں اور جب کچھ رقم جمع ہو جاتی تو ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیتیں۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے سامنے پوری ستر ہزار کی رقم خدا کی راہ میں تقسیم کی اور دوپٹہ کا گوشہ جھاڑ دیا۔

ایک روایت کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے۔ شام ہونے سے پہلے پہلے آپ رضی اللہ عنہا نے وہ تمام اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کر دیے اور ایک پائی بھی اپنے پاس نہ رکھی۔ اس دن آپ روزے سے تھیں۔ خادمہ نے عرض کیا!

"سیدہ! آپ کا روزہ تھا آپ ایک درہم رکھ لیتیں میں آپ کے لیے گوشت تیار کر دیتی؟"

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

"تم نے یاد دلا دیا ہوتا تو میں رکھ لیتی۔"

آپ رضی اللہ عنہا جس مکان میں رہتی تھیں وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں فروخت کر دیا اور جو رقم ملی وہ سب کی سب غرباء اور ضرورت مندوں میں تقسیم کر دی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جو کہ سیدہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے، آپ رضی اللہ عنہا کے سب سے زیادہ چہیتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہا کی خدمت اکثر یہی کیا کرتے تھے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی فیاضی کو دیکھتے دیکھتے گھبرا گئے اور انہوں نے کہہ دیا!

"سیدہ کا ہاتھ روکنا چاہیے۔"

جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بات کا علم ہوا تو آپ رضی اللہ عنہا نے قسم کھالی کہ اب کبھی ابن زبیر سے بات نہ کروں گی۔ وہ میرا ہاتھ روکے گا۔؟ بہت عرصہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے ناراض رہیں۔ آخر بہت لوگوں کی سفارش سے انہیں معاف فرمایا۔

(مسند امام احمد بن حنبل، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 99) (طبقات ابن سعد، جز نساء، صفحہ نمبر 45)

(الصحیح البخاری، باب سخاوۃ النفس، موطا امام مالک، باب الترغیب فی الصدقہ

اُمّ المومنین کا علمی مقام:

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا وہ عظیم خاتون ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں دس سال گزارے اور شارح قرآن اور صاحب حدیث کے ہر ہر قول وفعل کا مشاہدہ کیا اور اس کو پوری دنیا تک پہنچایا۔ چونکہ آپ رضی اللہ عنہا کی یادداشت بڑی پختہ تھی اس لیے آپ رضی اللہ عنہا کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا یاد تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا کے فضل وکمال علم کا اندازہ کرنے کے لئے چند ایک دلائل پیش خدمت ہیں!

1: صحابی رسول حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

"ہم صحابیوں کو کوئی مشکل بات ایسی پیش نہیں آئی کہ جس کے بارے میں ہم نے ام

المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا ہو اور ان کے پاس سے ہمیں معلومات نہ ملیں ہوں۔"

2: امام زہری رحمۃ اللہ علیہ جو کہ تابعین کے پیشوا ہیں فرماتے ہیں!

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالم تھیں۔ بڑے بڑے صحابہ ان سے دقیق و مشکل مسائل پوچھا کرتے تھے۔"

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 26)

3: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

"میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کوئی بھی ایسی شخصیت نہیں دیکھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو جاننے والی ہو، صاحب رائے ہو، زیادہ فقیہ ہو، آیتوں کے شان نزول اور فرائض کے مسائل کا واقف ہو۔"

4: عطا بن ابی الرباح تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ فقیہ، سب سے زیادہ صاحب علم اور عوام میں سب سے زیادہ اچھی رائے والی تھیں۔"

5: حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے!

"میں نے حلال و حرام، علم و شاعری اور طب میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو عالم نہیں دیکھا۔"

(زرقانی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 227)

6: محمود بن لبید کا قول ہے!

"ازواج مطہرات کو بہت سی احادیث زبانی یاد تھیں لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان سب سے بڑھ کر تھیں۔"

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 126)

7: امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

"اگر تمام مردوں اور امہات المومنین کا علم ایک جگہ جمع کیا جاتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم پھر بھی ان سب سے وسیع ہوتا۔"

8: ایک مرتبہ حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تربیت یافتہ تھے) سے پوچھا گیا!

''کیا ام المومنین فرائض کا علم جانتی تھیں؟''

تو انہوں نے جواب دیا!

''خدا کی قسم! میں نے بڑے بڑے صحابہ کو ان سے فرائض کے مسائل دریافت کرتے دیکھا ہے۔''

9: وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِىْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 22، سورۃ احزاب، آیت نمبر 34)

''اور (نبی کی بیویو!) یاد کرو اسے جو تمہارے گھروں میں اللہ کی آیات اور حکمت میں سے پڑھا جاتا ہے۔''

اس حکم قرآنی کے مطابق تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن علم القرآن حاصل کرنے میں بڑی کوشش کرتی تھیں اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تو ان سب سے بڑھ کر تھیں کیونکہ یہ ہر وہ بات جو ان کی سمجھ میں نہ آتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا جھجک پوچھ لیا کرتی تھیں۔ دوسری یہ کہ جب قرآن مجید نازل ہوتا تو سب سے پہلی آواز آیات قرآنی کی جس کان میں پڑتی وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی ہوتیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''مجھ پر سوائے عائشہ کے بستر کے کسی اور بیوی کے ہاں وحی نازل نہیں ہوتی۔''

10: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے عالم علم قرآن ہونے کی ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں بڑی بڑی سورتیں تلاوت فرمایا کرتے تھے اور اکثر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتیں۔ آپ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات سنتیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ پڑھتی جاتیں۔ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''جب سورۃ البقرہ اور سورۃ نساء نازل ہوئیں تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی۔''

11: چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ تک قرآن مجید کتابی صورت میں موجود نہیں

تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر ملال فرما جانے کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے کتابی شکل میں مرتب کروایا۔ اسی طرح بعض دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی اپنے طور پر روزانہ تلاوت کیلئے قرآن مجید ترتیب دے لیے تھے۔ اسی طرح ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے ایک غلام ابو یونس سے قرآن مجید کا ایک نسخہ لکھوالیا تھا چونکہ اختلاف قرأت کا اثر عراق میں زیادہ تھا اس لیے عراق سے ایک صاحب آئے اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا!

”آپ اپنا قرآنی نسخہ مجھے دکھائیں تا کہ میں اپنے نسخہ کی ترتیب کرلوں۔“

آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے نسخہ قرآن سے ہر ہر سورت کی ابتدائی آیات پڑھ کر ترتیب درست کروادی۔

12: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تربیت رہنے اور جس بات کی سمجھ نہ لگتی ہو بلا جھجک پوچھ لینے کی وجہ سے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو قرآن مجید کی ایک ایک آیت کے طرزِ قرأت، محل و معنی، موقع اور استدلال، شان نزول اور وجہ شان نزول وغیرہ پر مکمل آگاہی و دسترس حاصل ہوگئی تھی۔ اس لیے جب بھی آپ رضی اللہ عنہا کے سامنے کوئی مسئلہ پیش کیا جاتا آپ قرآن مجید سے استدلال کرتیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین وارشادات کو سامنے رکھتیں۔

13: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قرآن مجید کی آیات کی تفسیریں بطریق صحیح بہت کم مروی ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع صحیح میں تفسیر کا بہت بڑا حصہ داخل کیا ہے لیکن زیادہ تر ان میں تابعین کی روایتوں سے لغات کا حل ہے۔ ترمذی شریف میں بھی حقیقی تفسیر کا حصہ ہے لیکن امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں بڑی احتیاط فرمائی ہے اور خالص تفسیر کا حصہ مسلم شریف کے آخر میں درج کیا ہے۔ گو یہ مختصر ہے مگر اس میں زیادہ تر حضرات ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کی مرویات ہیں۔ کتب احادیث میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی تفسیری مرویات کی تعداد کافی ہے۔

14: علم حدیث میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہ صرف دیگر امہات المومنین رضی اللہ عنھن پر بلکہ دیگر اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی فوقیت حاصل تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے وصال بعد آپ رضی اللہ عنہا اڑتالیس سال زندہ رہیں۔ اس عرصہ میں آپ رضی اللہ عنہا تمام عالم اسلام کے لئے رشد و ہدایت اور علم و فضل کا مرکز بنی رہیں اور خواتین صحابہ کے علاوہ مرد حضرات بھی ام المومنین سے فیض حاصل کرتے رہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کے مشہور ترین تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں!

حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عمرو بن العاص، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت بریرہ، عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد بن ابی بکر، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، سروق بن اجدع، معاذہ بنت عبداللہ العدویہ، صفیہ بنت شیبہ، عمرہ بنت عبدالرحمٰن اور عائشہ بنت طلحہ۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین

15: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا شمار مجتہدین صحابہ میں ہوتا ہے۔ اس حیثیت سے ان کا مقام اس قدر بلند ہے کہ ان کا نام حضرت عمر فاروق، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ لیا جاتا ہے۔

16: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فقہی مقام یہ تھا کہ آپ رضی اللہ عنہا خلفاء راشدین کے دور میں فتوے دیا کرتی تھیں اور جس بات پر آپ کا فتویٰ موجود ہوتا دیگر کسی رائے کی ضرورت نہ رہتی۔

17: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علم و فضل کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ موجودہ کتب احادیث میں ان سے دو ہزار دو سو دس (2210) احادیث مروی ہیں اور احکام شرعیہ کا ایک چوتھائی حصہ ان سے منقول ہے۔

18: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حج سے کبھی ناغہ نہ فرماتی۔ حج کے ایام میں آپ رضی اللہ عنہا کا خیمہ کوہ شبیر کے دامن میں نصب ہوتا تھا۔ چونکہ حج کے ایام میں ہر جگہ سے لوگ مکہ و مدینہ جمع ہوتے تھے۔ اس لیے ان دنوں میں آپ رضی اللہ عنہا کے پاس سائلوں کا جم غفیر جمع رہتا۔ طرح طرح کے سوالات پوچھے جاتے۔ ام المومنین ہر ہر سوال کا جواب قرآن و سنت کی روشنی میں عطا فرماتیں۔ اگر سائل کو کوئی سوال پوچھتے ہوئے شرم محسوس ہوتی تو آپ رضی اللہ عنہا فرماتیں!

”میں تمہاری ماں ہوں اور ماؤں سے کیا پردہ؟“

حلیہ اور لباس:

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان لڑکیوں میں سے تھیں جن کی جسمانی بالیدگی نہایت تیزی کے ساتھ ترقی کرتی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا نو سال کی عمر میں مکمل بالغ ہو چکی تھیں۔ لڑکپن میں آپ رضی اللہ عنہا دبلی پتلی اور چھریری سی تھیں لیکن رنگ سرخ و سفید تھا۔ حمیرا آپ کو سرخ و سفید رنگت کی وجہ سے ہی کہا جاتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا خوش رو اور صاحب جمال تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا اخلاق نہایت بلند تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا نہایت فیاض، رحم دل، سنجیدہ، قانع اور عبادت گزار تھیں۔

زہد و قناعت کی وجہ سے صرف ایک جوڑا اپنے پاس رکھتیں تھیں اور اسی کو دھو دھو کر پہنتی تھیں۔ کبھی کبھی زعفرانی رنگ کے کپڑے بھی زیب تن کیا کرتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک کرتا تھا جس کی قیمت اس وقت پانچ درہم تھی۔ یہ اس زمانہ کے لحاظ سے اس قدر بیش قیمت تھا کہ دلہنوں کے لئے عاریتاً مانگا جاتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا کبھی کبھار زیور بھی پہنا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہا نے سونے کے کنگن پہنے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا!

"میں تمہیں اس سے اچھی بات نہ بتاؤں۔ چاندی کے کنگن بنا کر ان کو زعفرانی رنگ دے کر پہن لو۔"

آپ رضی اللہ عنہا کے گلے میں سیاہ و سفید مہروں کا یمنی ہار ہوتا تھا اور آپ انگلیوں میں کبھی کبھار سونے کی انگوٹھیاں بھی پہنتی تھیں۔

اولاد:

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا کی کنیت ام عبداللہ آپ کے بھانجے اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے نام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود رکھی تھی۔ عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آغوش میں ہی پرورش پائی۔ ان کے علاوہ جن بچوں کی سیدہ رضی اللہ عنہا نے پرورش کی ان کے نام یہ ہیں!

مسروق بن اجدع، عمرہ بن عائشہ بن طلحہ، اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر، عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد، عبداللہ بن یزید اور عمرہ بنت عبدالرحمٰن رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ ان کے علاوہ محمد ابن ابی بکر کی لڑکیوں کو بھی سیدہ رضی اللہ عنہا نے پالا اور ان کی شادی بھی کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں بھی آپ رضی اللہ عنہا نے ایک انصاری لڑکی کی پرورش کی تھی جس کی شادی کا ذکر احادیث میں بھی موجود ہے۔

انتقال رسول اللہ ﷺ

یہ صفر المصفر 11 ہجری کے آخری ایام تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف لائے تو وہ سر کے درد کی وجہ سے بے قرار تھیں اور کراہ رہی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تیمارداری کی۔ واپسی کے وقت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں بھی درد شروع ہو گیا جو کہ مرض وصال کی ابتداء تھی کیونکہ اس دن سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا دن تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے۔ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ حسن سلوک کی یہ زندہ مثال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شدید علیل ہونے کے باوجود بھی ان کی باری کا خیال رکھتے اور جس زوجہ محترمہ کی باری ہوتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں قیام فرماتے۔ یہ سلسلہ پانچ دن تک جاری رہا پھر جب کمزوری زیادہ ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا!

”اگر آپ سب اجازت دیں تو میری تیمارداری عائشہ کے ہاں کی جائے؟“

تمام ازواج مطہرات اس پر راضی ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے کر آئے اور بقیہ آٹھ دن بھی گزارے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام کرنے میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے ذہانت و فطانت، فہم و شعور، قوت حافظہ اور سرعت فہم جیسی خوبیوں سے نوازا ہے اس لیے وہ میرے آخری اقوال و فعال دیکھیں اور ان کو میری امت تک پہنچائیں۔ چنانچہ ہوا بھی ایسا ہی جیسا غیب دان نبی صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے متعلق اکثر صحیح حالات سیدہ عائشہ رضی

اللہ عنہا کے ذریعے ہی امت تک پہنچے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ روز بروز مرض کی شدت میں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ کمزوری اتنی زیادہ ہوگئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امامت کیلئے مسجد میں بھی تشریف نہ لے جاسکے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صبح کی نماز کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے منتظر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مرتبہ اٹھنے کی کوشش کی مگر کمزوری غالب آگئی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے خیال کیا کہ جو کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں مصلی امامت پر کھڑا ہوگا لوگ اسے منحوس خیال کریں گے اس لیے میں نے عرض کیا!

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابوبکر بہت رقیق القلب ہیں ان سے یہ نہ ہو سکے گا اور وہ رو دیں گے اس لیے کسی اور کو حکم دیا جائے۔"

لیکن حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہی حکم دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا تم عرض کرو۔ انہوں نے عرض کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"تم یوسف والیاں ہو جنہوں نے حضرت یوسف کو بہکانا چاہا تھا۔ کہہ دو کہ ابوبکر امامت کروائیں۔"

دراصل اس میں حکمت یہ تھی کہ غیب دان نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خلیفہ کا انتخاب فرما رہے تھے تاکہ بعد میں کوئی اختلاف پیدا نہ ہو۔

وصال شریف سے کچھ دیر پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما وہاں تشریف لائے۔ ان کے پاس مسواک تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کی طرف دیکھا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

"حضور! کیا مسواک لے کر دوں؟"

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کے اشارے سے فرمایا!

"ہاں!"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مسواک لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دی مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کمزوری کی وجہ سے اسے نرم نہ کر سکے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مسواک کو اپنے منہ میں چبا کر نرم کر دیا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب اچھی طرح مسواک کی۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات پر فخر کیا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے لعابِ دہن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا کے آخری دن اور آخرت کے پہلے دن جمع فرمایا۔

پیر کا دن تھا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں اپنا سر مبارک رکھا اور لیٹ گئے۔ کچھ دیر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا!

''اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی''

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے حجرے میں تین چاند ٹوٹ کر آ گرے ہیں۔ میں نے اپنا یہ خواب اپنے والد جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سنایا۔ جب مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرے میں رونق افروز ہوئے تو میرے والد محترم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان تین چاندوں میں سے ایک یہ ہیں اور ان تینوں میں سے یہ سب سے افضل ہیں۔ بعد کے واقعات نے یہ ثابت کر دیا کہ باقی دو چاند حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما تھے۔ جنہیں وصال کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے تیرہ برس بعد تک آپ رضی اللہ عنہا روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی سوتی رہیں کیونکہ یہاں پر ایک آپ رضی اللہ عنہا کے سرتاج تھے اور دوسرے والد محترم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہاں پر مدفون ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہا فرماتیں!

''اب مجھے وہاں بے پردہ جاتے حجاب آتا ہے۔''

(الصحیح البخاری، باب مرض النبی، حدیث نمبر 4451) (الفتح الباری شرح صحیح البخاری، جلد نمبر 8،

صفحہ نمبر 144)(الصحیح المسلم، جلد 3، صفحہ نمبر 1257)(مسند امام احمد، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 48)

خلفائے راشدین، عہدِ صدیقی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے اور دو سال تک مسند خلافت پر متمکن رہے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے پاس موجود تھیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا!

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن میں کتنے کپڑے تھے؟"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

"تین کپڑے تھے۔"

پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا!

"حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس دن وصال فرمایا؟"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا!

"پیر کے دن۔"

انہوں نے پوچھا!

"آج دن کونسا ہے؟"

تو بتایا گیا کہ دوشنبہ یعنی پیر۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا!

"آج رات تک میرا بھی وصال ہو جائے گا۔ مجھے انہیں کپڑوں میں کفن دیا جائے۔"

عرض کیا گیا!

"یہ کپڑے پرانے ہیں۔"

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا!

"فوت شدہ سے زیادہ زندوں کو نئے کپڑوں کی ضرورت ہے۔"

چنانچہ اسی روز پیر کے دن 13 ہجری میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔ نمازِ جنازہ کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو روضۂ انور

پر لے جایا گیا اور اندر دفن کرنے کی اجازت مانگی گئی تو یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ کی خوشخبری سن کر پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں ادباً چند قدم پیچھے کر کے حبیب کو حبیب سے ملا دیا گیا۔ اس طرح سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو سال بعد ہی اپنے والد کے سائے سے بھی محروم ہو گئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں چند باغات تھے جن کی آمدن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل بیت کے مصارف پورے کیا کرتے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ مبارک میں ان مصارف کو اسی طرح برقرار رکھا۔

عہدِ فاروقی:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے تو انہوں نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے سابقہ مصارف کے علاوہ ان کے سالانہ وظیفے مقرر کر دیئے۔ قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج میں دو روایات بیان کی ہیں ایک کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تمام ازواج مطہرات کے بارہ بارہ ہزار اور دوسری روایت کے مطابق جس کو بخاری و مسلم نے بھی درج کیا ہے تمام ازواج مطہرات کے دس دس ہزار اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بارہ ہزار وظیفہ مقرر کیا۔ اس اضافے کی وجہ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں عائشہ کو دو ہزار زیادہ اس لیے دیتا ہوں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب تھیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ازواج مطہرات کے درمیان تحفے تحائف کی تقسیم میں اس قدر خیال رکھتے تھے کہ آپ نے ازواج مطہرات کی تعداد کے مطابق نو پیالے تیار کروائے تھے۔ جب بھی کوئی چیز آتی ایک ایک پیالے میں برابر برابر ڈال کر ہر ایک کی بارگاہ میں بھیج دیتے تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''عمر فاروق تحائف کی تقسیم میں اس قدر احتیاط کرتے تھے کہ اگر کوئی جانور بھی ذبح کرتے تو ان کے سری پائے تک تقسیم کر کے ازواج مطہرات کے پاس بھیج دیتے۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ خواہش تھی کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن ہوں۔

لیکن آپ رضی اللہ عنہ یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہیں کرتے تھے۔ جب آپ کا آخری وقت آیا تو اپنے صاحبزادے سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا کہ ام المومنین سے جا کر عرض کرو کہ عمر نے سلام بھیجا ہے اور خواہش ہے کہ وہ اپنے رفیقوں کے پہلو میں دفن ہو، اگر آپ اجازت دیں تو.....؟

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا!

"اگرچہ وہ جگہ میں نے اپنے لیے رکھی ہے لیکن عمر کے لیے خوشی سے یہ ایثار گوارہ کرتی ہوں۔"

اس اجازت مل جانے کے باوجود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی کہ میرے وصال کے بعد میرے جنازہ کو لے جا کر حجرہ کے سامنے رکھنا اور پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اجازت طلب کرنا اگر آپ اجازت دے دیں تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر کے ساتھ دفن کر دینا اور اگر اجازت نہ ملے تو کہیں اور دفن کرنا۔

عہد عثمانی:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد خلافت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف متفقہ نقاط کے ساتھ آئی ۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں بہت زیادہ شر پھیل چکا تھا۔ باغیوں نے ساری مملکت اسلامی کا دورہ کیا اور کچھ لوگوں کو اپنا ہم نوا بنا لیا۔ اس تحریک میں وہ تابعین بھی شامل ہو گئے جو اعلیٰ عہدوں سے محروم تھے اس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حکومت جلد ہی غیر مستحکم ہو گئی ۔ الختصر باغیوں اور ان کے ہم نوا لوگوں کی وجہ سے حج کے دنوں میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا گیا۔ یہ محاصرہ اڑھائی تین ہفتے جاری رہا اور بلا آخر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے شہید کر دیا گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اماموں کے امام ! کہہ کر پکارا کرتی تھیں۔

عہد علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسند خلافت حضرت علی المرتضیٰ رضی

اللہ عنہ کے سپرد کی گئی۔ آپ کے ابتدائی زمانہ سے ہی سورشوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مصر میں محمد بن ابی حذیفہ نے خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ شام میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آزادی کی تحریک شروع کر دی۔ حجاز میں قاتلانِ عثمان سے قصاص کا مسئلہ کھڑا ہو گیا۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت حج کے لئے مکہ گئی ہوئی تھیں واپسی پر راستے میں طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے باغیوں کے ہاتھوں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر انہیں دی اور مدینہ کی خرابی حالات کا ذکر کیا۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہا واپس مکہ تشریف لے آئیں۔ جب حالات زیادہ نزاکت اختیار کر گئے تو آپ رضی اللہ عنہا نے اصلاح کی کوشش شروع کر دی۔ آپ نے اس مہم کا آغاز بصرہ کی طرف روانگی سے کیا۔ ایک منزل ختم ہونے پر آپ کے ساتھ تین ہزار کی جمعیت ہو گئی۔ بصرہ پہنچ کر آپ رضی اللہ عنہا نے کوفہ کے رئیسوں کو خطوط لکھے اور بعض کے ہاں خود تشریف لے گئیں جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھیوں کی تعداد تیس ہزار تک پہنچ گئی۔ ادھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس لشکر کی تیاری کا پتہ چلا تو وہ بھی اپنے ساتھ مدینہ منورہ سے سات سو افراد کو لے کر چلے جو کہ بصرہ پہنچنے تک بیس ہزار ہو گئے۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے خیمہ زن ہو گئیں۔ اب وہی مسلمان جو غیر مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرتے تھے اپنے بھائیوں سے جنگ کیلئے تیار تھے۔ چونکہ دونوں اطراف سے جنگ کوئی بھی نہیں چاہتا تھا اس لیے صلح کی تحریک شروع ہوئی کیونکہ دونوں فریق اپنے آپ کو حق پر مانتے تھے اس لیے یہ تحریک کافی مشکل تھی۔ بہرحال ایک وفد حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا وہ تو پہلے سے ہی صلح کیلئے تیار تھے۔ اس کے بعد یہ وفد حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا!

"ام المومنین! آپ کی اس مہم سے غرض کیا ہے؟"

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا!

"عثمان غنی کے قاتلوں کی سزا اور صلح کی دعوت۔"

انہوں نے کہا!

"ام المومنین! غور فرمائیں کہ پانچ سو آدمیوں کو سزا دینے کیلئے پانچ ہزار افراد مارے جا چکے ہیں اور پانچ ہزار کیلئے ہزاروں کا خون مزید بہانہ پڑے گا کیا یہ اصلاح ہے؟"

یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہا صلح کیلئے راضی ہو گئیں۔

(تاریخ طبری، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 3182)

جب اس صلح کی خبر فوج میں قاتلانِ عثمان اور ان کے ساتھیوں کو ہوئی تو انہیں اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ چنانچہ انہوں نے سازش کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھیوں پر رات کی تاریکی میں حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں جنگِ جمل جیسی افسوسناک جنگ مسلمانوں کو دیکھنا پڑی۔ جس میں دونوں اطراف کے ہزاروں مسلمان کام آئے۔ اس جنگ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ غالب رہے۔ صلح کے بعد ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو پورے اعزاز کے ساتھ مکہ واپس بھیج دیا گیا۔ یہاں کچھ دیر قیام کے بعد آپ رضی اللہ عنہا واپس مدینہ طیبہ آ گئیں اور باقی زندگی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور پر گزار دی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چار سال تک خلیفہ رہے۔ ان کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ چھ ماہ تک اور پھر ان کی دستبرداری کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تقریباً بیس سال تک خلیفۃ المسلمین رہے۔ اس تمام عرصہ میں اکثر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی رہیں۔

وفات:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے تقریباً بیس سال حکومت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے آخری سالوں میں 58 ہجری رمضان المبارک میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں بلکہ مسلمانوں کے عام قبرستان میں دیگر ازواجِ مطہرات کے ساتھ دفن کیا جائے اور رات کو ہی دفن کیا جائے دن کا انتظار نہ کیا جائے۔ آپ رضی اللہ عنہا تھوڑے دن بیمار رہیں اور 7 رمضان المبارک بروز منگل 58 ہجری بمطابق 13 جون 678 عیسوی میں نمازِ وتر ادا کرنے کے بعد فوت ہوئیں۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً چھیاسٹھ سال تھی۔

(المعارف، صفحہ نمبر 134)

جیسے ہی لوگوں کو آپ رضی اللہ عنہا کے وصال کی خبر ملی ہر کوئی اپنے گھروں سے نکل آیا۔

آپ رضی اللہ عنہا کی جنازہ رات کے وقت ہی مدینہ کے قائم مقام گورنر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہا نے پڑھائی۔ آپ رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں اتنا ہجوم تھا کہ روایات کے مطابق اتنا ہجوم پہلے کبھی دیکھنے میں نہ آیا۔

طبقات ابن سعد، صفحہ نمبر 52 پر یہ روایت موجود ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ پر اتنا رش تھا کہ روز عید کے اژدھام کا گمان ہوتا تھا۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا کی وصیت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہا کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر، عبد اللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر، عبداللہ بن عتیق عروہ بن زبیر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہا کو قبر میں اتارا جو کہ آپ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے اور بھانجے لگتے تھے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے وصال پر پورا عالم اسلام آبدیدہ اور غم زدہ تھا۔ ایک مدنی سے کسی نے پوچھا!

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے وصال پر اہلِ مدینہ نے کتنا غم کیا؟“

اس نے جواب دیتے ہوئے کہا!

”وہ جس جس کی ماں تھی اسی کو ان کا غم تھا۔ یعنی تمام مسلمان اس غم میں برابر کے شریک تھے۔“

مسند ام سلمہ، صفحہ نمبر 224 پر یہ روایت موجود ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے وصال پر رونا دونا سن کر بولیں!

”عائشہ کے لئے جنت واجب ہے کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پیاری بیوی تھیں۔ اللہ تعالیٰ عائشہ پر رحمت بھیجے کہ یہ اپنے باپ کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔“

* * *

(4)

اُمّ المومنین سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا

تعارف:

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ازواج مطہرات میں چوتھا نمبر ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا عقل و فہم، علم و عمل، کردار و گفتار اور فقہی مسائل میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد تمام امہات سے ممتاز تھیں۔ آپ قدیم الاسلام تھیں یعنی ان ابتدائی چند لوگوں میں سے تھیں جنہوں نے اعلانِ نبوت کے ابتدائی زمانہ میں ہی اسلام کی دولت سمیٹ لی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا چونکہ ابتدائی زمانہ میں ہی مسلمان ہو گئی تھیں، اس لیے آپ رضی اللہ عنہا نے کفارِ مکہ کی بہت زیادہ تکالیف اور مصائب و آلام برداشت کیے۔ آپ رضی اللہ عنہا صبر و تحمل، بردباری اور صاف گوئی میں اپنی مثال آپ تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا شرافت و سیادت اور امارت و آسائش کی گود میں پلی بڑھی تھیں۔ چونکہ آپ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی عرب کے مشہور ترین رئیس تھے اس لیے مال و دولت کی فراوانی تھی اور ہر قسم کی آسائش میسر تھی۔

نام و کنیت:

آپ رضی اللہ عنہا کا اصل نام ہند اور کنیت ام سلمہ تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا کی کنیت اتنی مشہور ہوئی کہ اصل نام کی بجائے اس کنیت سے ہی پکاری جانے لگیں۔

سلسلہ نسب:

1: آپ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام ابو امیہ سہیل تھا۔ بعض روایات میں ابو امیہ حذیفہ بھی آیا ہے۔ والد کی طرف سے آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب یوں ہے!

ام سلمہ بنت ابو امیہ سہیل یا حذیفہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم بن یقظہ بن کعب۔

اس طرح کعب پر جا کر آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

ساتھ مل جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا قریش کے مشہور خاندان بنو مخزوم سے تعلق رکھتی تھیں۔

2: ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام عاتکہ تھا۔ والدہ کی طرف سے آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب یوں آتا ہے!

ام سلمہ بنت عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ بن مالک بن خذیمہ (یا جذیمہ) بن علقمہ بن جذل الطعان بن فراس بن غنم بن مالک بن کنانہ۔

بعض حضرات نے عاتکہ سے عاتکہ بنت عبدالمطلب سمجھا ہے اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کی بیٹی سمجھا ہے، لیکن یہ غلط ہے ان کا نام ہند ہے۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 86) (الاصابہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 221) (جمرۃ انساب العرب، صفحہ نمبر 146) (الاستیعاب، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 1920) (نسب قریش، بلو بیری، صفحہ نمبر 300) (انساب الاشراف، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 1429) (اسد الغابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 289)

والد کی فیاضی:

روایات کے مطابق حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے والد ابوامیہ مکہ مکرمہ کے مشہور ترین اور مخیر ترین سرداروں میں سے تھے۔ ان کی فیاضی کا یہ عالم تھا کہ بیسیوں افراد ان کے دسترخوان پر پلتے تھے۔ ان کی دریا دلی، دولت اور سخاوت کے چرچے ہر طرف تھے۔ ان کی ایک صفت یہ بھی تھی کہ جب کبھی سفر کرتے جتنے بھی قافلے والے ساتھ ہوتے ان کے زادراہ، قیام و طعام اور دوسری ضروریات سفر یہ پوری کرتے۔ اس لیے ان کو لوگوں نے ''زاد الراکب'' یعنی سواروں کے زادراہ کا لقب دے رکھا تھا۔ اس وجہ سے جو بھی ان کے ساتھ سفر کرتا وہ سفری اخراجات سے غنی ہو جاتا۔

ولادت اور ابتدائی حالات:

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے آٹھ سال قبل مکہ مکرمہ میں قبیلہ مخزوم کے رئیس ابوامیہ کے ہاں پیدا ہوئیں۔ چونکہ آپ رضی اللہ

عنہا کا والد رئیس اور شرفاء مکہ میں سے تھا، اس لیے یہ کہنا بجا ہوگا کہ آپ رضی اللہ عنہا نے ساری زندگی کبھی بھی بدحالی اور پریشانی نہیں دیکھی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے بڑے نازونعم سے پرورش پائی۔ جب جوان ہوئیں تو اپنے ہم پلہ اپنے چچازاد بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم کے ساتھ شادی ہوگئی۔ آپ رضی اللہ عنہ بھی اپنے اصل نام کی بجائے اپنی کنیت ابوسلمہ سے مشہور ہوئے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولہب کی لونڈی ثوبیہ کا دودھ پیا تھا، گویا کہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رضاعی بھائی تھے۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ویسے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھی تھے۔ ان کی والدہ برہ بنت عبدالمطلب تھیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور آپ کے شوہر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ان خوش قسمت ترین افراد میں سے تھے جنہوں نے ابتدائی زمانہ میں ہی اسلام قبول کرلیا تھا اور اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ ہونے کا شرف حاصل کیا۔ چونکہ یہ دونوں ہستیاں رئیس زاد تھیں اس لیے ان کے قبائل نے ان کے اسلام قبول کرنے پر بہت سخت ردعمل ظاہر کیا اور ہر طرح سے ان پر مصائب وآلام کے پہاڑ توڑ دیئے۔ جوں جوں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا کفار ویسے ویسے ہی اپنے ظلم وزیادتی میں اضافہ کرتے جاتے۔

ہجرت:

جب کفار مکہ کا ظلم وتشدد حد سے تجاوز کر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اجازت دی کہ جو کوئی مسلمان اپنے دین اور جان کی حفاظت کرنا چاہتا ہے وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائے۔ چنانچہ امام نووی نے التہذیب، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 362 پر لکھا ہے کہ حضرت ام سلمہ اور حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہما نے سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔

طبقات ابن سعد، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 203 پر موجود ہے کہ ان دونوں میاں بیوی نے حبشہ کی دونوں ہجرتوں میں شرکت کی۔ حبشہ میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد جب یہ واپس مکہ آئے تو پھر کفار کے مظالم کا نشانہ بن گئے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی۔ اس ہجرت میں بھی ان کو یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ اہل

سیر اور مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا پہلی خاتون ہیں جو ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائیں۔

(الاصابہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 223) (الاستیعاب، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 1921)
(سیر اعلام النبلاء، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 206) (نسب قریش، صفحہ نمبر 337)

اسی طرح اہل سیر اور مورخین نے یہ بات بھی بیان کی ہے کہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جو ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آئے۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی مدینہ کی طرف ہجرت کا واقعہ بھی بڑا دردناک ہے۔ جب ان حضرات نے ہجرت کا قصد کیا تو ان کے پاس صرف ایک ہی اونٹ تھا۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے اس پر اپنی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور اپنے بیٹے سلمہ رضی اللہ عنہ کو سوار کیا اور خود نکیل پکڑ کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب ان کی روانگی کا پتہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خاندان بنو مغیرہ کو چلا تو وہ اکٹھے ہو کر آئے اور حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم تو جا سکتے ہو لیکن اس حالت میں ہم اپنی لڑکی کو تمہارے ساتھ نہیں بھیج سکتے۔ چنانچہ انہوں نے زبردستی ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے اونٹ کی نکیل پکڑ لی۔ جب اس بات کا پتہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے خاندان بنو عبد الاسد کو چلا تو وہ جمع ہو کر آئے اور بنو مغیرہ سے کہا کہ اگر تم اپنی لڑکی کو ہمارے لڑکے کے ساتھ نہیں جانے دیتے تو ہمارے لڑکے کا لڑکا بھی تمہارے پاس نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کو دونوں قبائل کے لوگ اپنی اپنی طرف کھینچنے لگے۔ اس کھینچا تانی کے نتیجہ میں حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کا بازو اپنی جگہ سے ہل گیا۔ بالآخر بنو اسد جناب سلمہ رضی اللہ عنہ کو چھین کر لے گئے۔ اس طرح حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کے درمیان تفریق ڈال دی گئی۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ تو ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے خاندان والوں نے روک لیا اور حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کو ان کے ددھیال والے لے گئے۔ اس جدائی میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا برا حال تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا روزانہ صبح سویرے گھر سے نکلتیں اور وادیٔ ابطح کے ایک بلند ٹیلے پر بیٹھ جاتیں اور سارا سارا دن روتی رہتیں۔ اسی طرح پورا ایک سال گزر گیا۔ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری یہ حالت دیکھ کر میرے خاندان کے ایک شخص کو مجھ پر رحم آ گیا۔ اس نے

اپنے قبیلے والوں کو اکٹھا کر کے ان سے کہا!

”یہ لڑکی ہمارا ہی خون ہے ہم کب تک اس بے کس کو اس کے خاوند اور بچے سے جدا رکھیں گے۔ اے بنو مغیرہ! بخدا! ہمارا قبیلہ بڑا شریف اور شجاع ہے جو ظلم کو دوست نہیں رکھتا۔“

اس نیک دل آدمی کی تقریر سن کر دوسرے لوگوں کو بھی رحم آ گیا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اجازت دے دی کہ وہ مدینہ جا سکتی ہیں۔ جب بنو عبدالاسد نے یہ واقعہ سنا تو انہوں نے بھی حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کو واپس کر دیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بچے کو گود میں لیا اور تنِ تنہا مدینہ کی طرف چل پڑیں۔ جب آپ رضی اللہ عنہا مکہ سے باہر نکلیں تو ایک شریف النفس آدمی حضرت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ انہیں ملے۔ یہ ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے مگر تھے بڑے شریف النفس اور کعبۃ اللہ کے کلید بردار۔

عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کی چونکہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے بہت دوستی تھی اس لیے وہ اکثر ان کے گھر آیا جایا کرتے تھے۔ جب انہوں نے آپ کی زوجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو پہچان کر پوچھا!

”کدھر کا ارادہ ہے؟“

ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

”مدینہ اپنے خاوند کے پاس جا رہی ہوں؟“

انہوں نے پوچھا!

”آپ کے ساتھ کوئی مرد نہیں ہے؟“

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا!

”نہیں! صرف میرا اللہ ہے اور یہ بچہ ہے۔“

اس پر حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا!

”مردانگی سے بعید ہے کہ قریش کی ایک عورت تنہا سفر کرے اور میں اس کی مدد نہ کروں۔“

یہ کہہ کر عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کی نکیل پکڑ لی اور ان کے ساتھ ہو لیے۔ یہ تین افراد کا قافلہ منزل بہ منزل سفر طے کرتے ہوئے جب مدینہ پہنچا!

اور قبا کی وادی نظر آئی تو عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ جاؤ تمہارے خاوند اسی بستی میں مقیم ہیں اور خود واپس چلے گئے۔

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے پوری زندگی میں عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ جیسا شریف آدمی نہیں دیکھا۔ دوران سفر جہاں کہیں بھی پڑاؤ ہوتا تو یہ اونٹ بٹھا کر خود دور چلے جاتے اور جب میں اتر جاتی تو یہ اونٹ کہیں باندھ دیتے اور خود کہیں دور علیحدہ سو جاتے اور جب صبح روانگی کا وقت ہوتا تو اونٹ پر کجاوہ رکھ کر دور ہٹ کر کھڑے ہو جاتے اور جب میں اطمینان کے ساتھ بیٹھ جاتی تو یہ اونٹ کی مہار پکڑ کر چلنے لگ پڑتے۔

(زرقانی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 272-273)

جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچیں تو انہوں نے اپنی بیوی بچے کو پا کر خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب قبا پہنچیں تو لوگ ان کا حال دریافت کرتے اور یہ پوچھتے کہ وہ کن کی بیٹی ہیں۔ جب سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے والد کا نام بتاتیں تو لوگوں کو یقین نہ ہوتا کیونکہ ایک تو آپ نے تنہا سفر کیا تھا اور لوگ یہ ماننے کیلئے تیار نہ تھے کہ اتنے بڑے رئیس کی بیٹی تنِ تنہا اتنا دشوار گزار سفر طے کرے اور دوسرا آپ کے پاس ساز و سامان نہ تھا۔ اس پر سیدہ خاموش ہو جاتیں لیکن جب کچھ عرصہ بعد لوگ حج بیت اللہ کے ارادہ سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایک رقعہ اپنی خیر خیریت کا اپنے والد کو بھجوایا تب لوگوں کو یقین آیا کہ واقعی آپ ابو امیہ کی بیٹی ہیں۔ پھر لوگوں کی نظروں میں آپ رضی اللہ عنہا کی قدر و منزلت مزید بڑھ گئی۔

(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 300)

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب کبھی ہجرت کا ذکر کرتیں تو فرماتیں!

"میں نہیں جانتی کہ اہل بیت میں سے کسی نے وہ مصائب اٹھائے ہوں جو اسلام کی خاطر خاندان ابو سلمہ کو برداشت کرنا پڑے۔"

شوہر کی وفات اور حرم نبوی میں داخلہ، ابو سلمہ کی وفات:

حضرت عبداللہ جو کہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہا کی کنیت سے مشہور تھے، بڑے بہادر،

جی دار اور ماہرِ حرب تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے 2 ہجری میں جنگِ بدر میں شرکت کی اور اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ پھر 3 ہجری میں جنگِ اُحد میں شرکت کی اور بڑی دلیری کے ساتھ لڑے۔ اسی جنگ میں ابواسامہ جشمی نے ایک زہر آلود تیر ان کو مارا جو ان کے بازو میں لگا، ایک ماہ کے مسلسل علاج سے زخم بظاہر مندمل ہو گیا لیکن زہر اندر ہی اندر اپنا کام کرتا رہا۔ جنگِ احد کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ طلحہ اور اسد بن خولید وادی قطن میں لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کیلئے ابھار رہے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سازش کو ابتداء میں ہی ختم کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس لیے آپ نے محرم الحرام کے اوائل میں حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ڈیڑھ سو مجاہدین ان کی سرکوبی کیلئے بھیجے۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے بڑی حکمت کے ساتھ ان سازشیوں کی جمعیت کو ختم کیا اور بہت سی بھیڑ بکریاں اور اونٹ وغیرہ مالِ غنیمت لے کر کامیاب واپس لوٹے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس مہم کو 39 دنوں میں سر کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کامیاب واپسی کے تھوڑے دن بعد ہی آپ رضی اللہ عنہ کا جنگِ اُحد والا زخم پھر تازہ ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ تھوڑے دن بیمار رہے اور جمادی الآخر 4 ہجری میں وصال فرما گئے۔ وصال کے وقت ان کی زبان پر یہ الفاظ تھے!

''اے اللہ! میرے اہل وعیال کی اچھی طرح نگہداشت فرمانا۔''

روایت کے مطابق حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خود جا کر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے وصال کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی۔ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو پورے گھر میں صفِ ماتم بچھی ہوئی تھی۔ خواتین پردے کے پیچھے آہ و فغاں میں لگی ہوئی تھیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بار بار یہ کہتی!

''ہائے! غربت میں یہ کیسی موت آئی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دلاسہ دیا اور فرمایا!

''ان کے لئے دُعائے مغفرت کرو اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرو۔

''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلَهٗ وَاعْقِبْنِیْ مِنْهُ عُقْبٰی حَسَنَةً''

''اے اللہ! مجھے اور انہیں بخش دے اور مجھے ان کے بعد اچھا نعم البدل عطا فرما۔''

دوسری روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے آخری وقت ان کی عیادت کے لئے آئے لیکن جیسے ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے تو ان کی روح پرواز کر گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے ان کی دونوں آنکھوں کو بند کیا اور فرمایا!

''انسان کی روح جس وقت اٹھائی جاتی ہے تو اس کی دونوں آنکھیں اس کو دیکھنے کے لئے کھل جاتی ہیں۔''

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 172)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ خود بڑے اہتمام کے ساتھ پڑھائی اور اس میں نو تکبیریں کہیں۔ جنازہ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ زائد تکبیریں سہواً تھیں؟ اگر نہیں تو اس میں راز کیا ہے؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''یہ سہواً نہیں تھیں بلکہ یہ تو ہزار تکبیروں کے مستحق تھے۔''

(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 289) (زرقانی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 275)

حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن میرے شوہر بارگاہِ نبوی سے واپس آئے تو بہت خوش تھے۔ میں نے وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا ہے کہ جس کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ یہ دُعا مانگے!

''اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا''

''اے اللہ! میری مصیبت میں میرا اجر قائم فرما اور اس سے بہتر میرے لیے اس کا قائم مقام بنا۔''

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میرے خاوند حضرت ابوسلمہ فوت ہوئے تو مجھ پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ چنانچہ اس دعا کو میں نے اپنا معمول بنا لیا۔ جب میں دعا پڑھتی اور اس جگہ پہنچتی کہ ''میرے لیے اس سے بہتر قائم مقام بنا'' تو میں سوچتی کہ ابوسلمہ

سے بہتر مسلمان کون ہوسکتا ہے؟ لیکن چونکہ یہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا اس لیے میں اس دعا کو کثرت کے ساتھ پڑھتی رہی۔

ایک اور روایت کے مطابق حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا!

''میں نے سنا ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر اس کی زندگی میں فوت ہو جائے اور وہ عورت اس کے بعد شادی نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی مرد کی بیوی فوت ہو جائے اور وہ اس کے بعد دوسری شادی نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس مرد کو جنت میں داخل کرتا ہے۔ اس لیے آؤ ہم دونوں یہ عہد کریں کہ ہم میں سے جو بھی پہلے فوت ہو جائے تو دوسرا اس کے بعد شادی نہیں کرے گا۔''

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا!

''تم میرا کہا مانو گی؟''

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا!

''کیوں نہیں! اس سے بڑھ کر میرے لیے اور سعادت کی کون سی بات ہوسکتی ہے۔''

تو حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا!

''اگر میں پہلے فوت ہو جاؤں تو تم ضرور شادی کر لینا۔''

اس کے بعد حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے یہ دعا مانگی!

''یا اللہ! اگر میں ام سلمہ کی زندگی میں انتقال کر جاؤں تو تو اسے مجھ سے بہتر شخص عطا فرمانا۔''

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 88) (سیر اعلام النبلاء، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 203)

حرم نبوی میں:

جب حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا اس وقت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حاملہ تھیں۔ وضع حمل کے بعد جب عدت گزر گئی تو انہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے نکاح کا پیغام دیا جو انہوں نے مسترد کر دیا۔ پھر آپ کے ماموں زاد حضرت عمر فاروق رضی اللہ

عنہ نے پیغامِ نکاح بھیجا تو انہوں نے یہ بھی مسترد کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام نکاح بھیجا تو انہوں نے کہا!

''مَرْحَباً بِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ''

کیونکہ ان کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کی سعادت نصیب ہو جائے گی۔ انہوں نے پیغام نکاح قبول کر لیا لیکن تین عذر پیش کیے!

1: میں بہت زیادہ غیرت والی عورت ہوں سوکنوں کو برداشت نہ کر سکوں گی۔

2: میں بچوں والی عورت ہوں، بچوں کی کفالت ونگہداشت میرے ذمہ ہے۔

3: میں ایسی عورت ہوں جس کا یہاں کوئی وارث موجود نہیں ہے جو میری شادی کا اہتمام کر سکے اور بعض روایات کے مطابق تیسرا عذر بیان کیا کہ میری عمر زیادہ ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے یہ عذر سنے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کے گھر تشریف لائے اور فرمایا!

''اپنی جس غیرت کا تم نے ذکر کیا ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ تم سے دور کر دے۔ جن بچوں کا تم نے ذکر کیا ہے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کیلئے کافی ہوگا اور تیسری بات جو تم نے بیان کی ہے کہ تمہارا کوئی وارث اس وقت موجود نہیں ہے تو تمہارا نہ تو کوئی موجودہ وارث اور نہ کوئی غائب وارث ایسا ہو سکتا ہے جو مجھے ناپسند کرے۔''

چنانچہ ان کی شادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شوال 4 ہجری کی آخری تاریخوں میں ہوگئی۔

(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 296) (تفسیر الطبری، جلد نمبر 22، صفحہ نمبر 7) (تفسیر القرطبی، جلد نمبر 14، صفحہ نمبر 182) (الثمین، صفحہ نمبر 20) (الاستیعاب، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 1921) (دلائل النبوۃ، للبیہقی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 463) (تہذیب للنووی، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 362)

روایات کے مطابق چونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی غریب الوطنی، اسلام کے لئے برداشت کی گئی تکالیف، غربت اور بے سہارگی کا بے حد احساس تھا اس لیے یکے بعد دیگرے ان کو نکاح کا پیغام دیتے رہے۔ ان میں سے کسی کی بھی خواہش دنیاوی نہ تھی۔ ام المومنین سیدہ ام سلمہ

رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''جب میں اپنے شوہر حضرت ام سلمہ کے وصال کے بعد دعا مانگتی تو جب میں یہاں تک پہنچی کہ مجھے اس سے اچھا نعم البدل عطا فرما تو میں سوچتی کہ ابو سلمہ سے زیادہ اچھا مسلمان اور کون ہوسکتا ہے لیکن پھر بھی میں یہ دعا کرتی رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ابو سلمہ سے بہتر نعم البدل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں مجھے عطا فرمایا۔''

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شادی ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضرت سیدہ زینب بنت خذیمہ رضی اللہ عنہا (جن کا وصال ہو چکا تھا) کے گھر میں ٹھہرایا۔ اس گھر کا کل اثاثہ دو چکیاں، ایک گھڑا جس میں جو رکھے ہوئے تھے، چمڑے کا ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور ایک ہانڈی اور چند برتن تھے۔ جس دن آپ رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آئیں اسی دن آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھوں سے جو پیسے، روٹیاں تیار کیں، ان پر گھی لگایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ ولیمہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ تین دن تک رہے اور جب جانے لگے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑ لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''تم اپنے شوہر کی نظر میں کم نہیں ہو۔ اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس سات دن قیام کروں اور پھر باقی ازواج کے ہاں بھی سات سات دن رہوں؟''

اس پر سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

''حضور! تین دن ہی ٹھیک ہیں کیونکہ میں اتنی زیادہ جدائی برداشت نہ کرسکوں گی۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا اور وہ رخصت ہو کر آئیں تو ان کا طریقہ زندگی ایسا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کا مزاج دوسری ازواج کے ساتھ ملتا ہی نہیں لیکن چند ہی دنوں میں وہ دوسری ازواج کی طرح زندگی گزارنے لگیں۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 93) (مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 295) (مسند امام شافعی، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 26) (مسند ابو یعلی، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 244) (الفتح الباری شرح صحیح

البخاری، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 81) (المطالب العالیہ، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 133) (سیر اعلام النبلاء، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 205) (الاصابہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 223)

کتب احادیث میں یہ بات موجود ہے کہ ازواج مطہرات کے دو گروہ تھے ایک گروہ میں حضرت سیدہ عائشہ، حضرت سیدہ حفصہ، حضرت سیدہ صفیہ اور حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ عنہن تھیں اس گروہ کی لیڈر حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ دوسرے گروہ میں حضرت سیدہ ام سلمہ، حضرت سیدہ زینب بنت جحش اور دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن شامل تھیں۔ اس گروہ کی لیڈر حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبت تھی اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ان کی باری میں تحفے تحائف بھیجتے تھے۔ دوسری ازواج اس بات کو محسوس کرتی تھیں۔ چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو یہ مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ آپ رضی اللہ عنہا چونکہ فہم وفراست میں درجۂ کمال پر تھیں اس لیے انہوں نے موقع دیکھ کر مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا۔ چند دن بعد پھر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بات کی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر جواب نہ دیا بلکہ خاموشی اختیار کی۔ جب تیسری مرتبہ بھی یہی بات کہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

”ام سلمہ! عائشہ کے بارے میں مجھے اذیت نہ پہنچاؤ کیونکہ سوائے اس کے لحاف کے تم میں سے کوئی بھی ایسی نہیں ہے جس کے ہاں وحی نازل ہوتی ہو۔“

اس پر سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

”میں آپ کو اذیت پہنچانے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہوں۔“

(الصحیح البخاری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 532)

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب حرم نبوی میں داخل ہوئیں تو ان کے ساتھ ان کے پہلے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے چار بچے تھے۔ انہوں نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا!

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا مجھے ان بچوں کی پرورش کا اجر ملے گا؟“

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"ہاں!"

نبی کریم ﷺ سے محبت:

1: ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑا پیار تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا ہر وقت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے میں لگی رہتیں۔ آپ کی محبت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے پاس ایک غلام حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ تھے آپ نے ان کو اس شرط پر آزاد کر دیا کہ ساری زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کریں گے۔

2: ام المومنین نے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر و حضر میں، قیام و طعام میں اور لیل و نہار میں بڑے قریب کے ساتھ دیکھا یہی وجہ ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد انہی نے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات ہمیں بتائے۔ فقہ، حدیث، علم القرآن، مردم شناس اور علم رائے میں آپ رضی اللہ عنہا اپنی مثال آپ تھیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اکثر وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت و خدمت میں گزارتیں۔ ایک دن جب مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ علیل دیکھا تو ان کی چیخ نکل گئی۔ اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع کیا اور فرمایا!

"مصیبت کے وقت چیخنا مسلمانوں کے لئے مناسب نہیں۔"

3: ام المومنین کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ ایسا ہار پہن لیا جس میں سونے کی بھی آمیزش تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہار دیکھا تو اسے ناپسند فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اسی وقت اس ہار کو توڑ دیا۔

4: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذرا برابر ناراضگی برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔ جب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے انہیں اپنا وکیل بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس بھیجا تا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب امہات کے ہاں تحائف بھیجیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''اے ام سلمہ! عائشہ کے معاملے میں مجھے اذیت نہ دو۔''

تو فوراً انہوں نے عرض کیا!

''میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتی ہوں آپ کو اذیت دینے سے۔''

5: ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو فرامینِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سننے کا بہت شوق تھا۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہا اپنے بال گندھوا رہی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور خطبہ دینا شروع کیا۔ ابھی آپ کی زبان سے

''اَیُّهَا النَّاسُ!''

''اے لوگو!''

ہی نکلا تھا کہ مشاطہ کو حکم دیا کہ بال باندھ دے۔ اس نے کہا!

''اتنی بھی کیا جلدی ہے؟ ابھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَیُّهَا النَّاسُ ہی فرمایا ہے۔''

تو آپ رضی اللہ عنہا غصے سے اٹھ کھڑی ہوئیں اور خود ہی اپنے بالوں کو باندھ لیا اور فرمایا!

''کیا ہم 'الناس' (لوگوں) میں شامل نہیں۔''

پھر پورا خطبہ بڑے غور سے سنا۔

6: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر محبت تھی کہ آپ رضی اللہ عنہا نے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ موئے مبارک چاندی کی ڈبیہ میں محفوظ کر کے رکھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرما جانے کے بعد جب بھی کوئی بیمار آتا تو آپ رضی اللہ عنہا ان موئے مبارک کو پانی کے پیالے میں پھیر کر اسے پلا دیتیں تو اسے شفا ہو جاتی۔

واقعہ ایلاء:

واقعہ ایلاء 9 ہجری میں پیش آیا۔ (اس کی تفصیل ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مختصر تذکرہ میں ہو چکی ہے۔) جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس بات کی خبر ہوئی

کہ ازواج مطہرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مال و دولت طلب کر رہی ہیں تو انہوں نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سمجھایا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو تنبیہ کی تو یہ دونوں زائد مصارف کے مطالبہ سے دست بردار ہو گئیں۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے چونکہ آپ رضی اللہ عنہا ان کی رشتہ دار تھیں اس ناطے سے ان کو سمجھانا چاہا تو انہوں نے سخت لہجہ میں کہا!

"عَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ خَطَّابٍ دَخَلْتَ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى تَبْغِيَ اَنْ تَدْخُلَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاَزْوَاجِهٖ"

"اے ابن خطاب! تعجب ہے کہ تم ہر بات میں دخل دیتے ہو یہاں تک کہ اب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی ازواج کے معاملات میں بھی دخل دینے لگے ہو؟"

چونکہ جواب بہت سخت تھا اس لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خاموشی کے ساتھ واپس تشریف لے آئے۔ رات کو یہ خبر مشہور ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام ازواج کو طلاق دے دی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور تمام واقعہ بیان کیا اور جب سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا قول نقل کیا تو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے۔

(الصحیح البخاری، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 720)

فضائل و مناقب:

1: علم و فضل میں ویسے تو تمام ازواج مطہرات بلند ترین مرتبہ پر فائز تھیں لیکن ان میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا لاجواب تھیں۔

2: ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے 387 احادیث مروی ہیں۔ اس لیے وہ محدثین صحابہ رضی اللہ عنہم کے تیسرے طبقہ میں شامل ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کو حدیث کی سماع کا بہت شوق تھا جب بھی مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوتے اور آپ کے کانوں میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پہنچتی تو آپ رضی اللہ عنہا ہر کام چھوڑ

کر مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سننے لگ جاتیں۔

3: آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرز پر قرآن مجید کی تلاوت فرماتی تھیں جب کوئی پوچھتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح تلاوت فرماتے تھے تو خود ویسی تلاوت کر کے سائل کو بتا دیتیں۔

4: علمِ قرآن، علمِ حدیث کے ساتھ ساتھ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بہت بڑی فقیہ بھی تھیں۔ آپ آیاتِ قرآنی پر غور کرتی رہتیں اور ان سے مسائل نکالتیں رہتیں۔ جب کسی آیت میں کچھ ابہام پاتیں فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے فتاویٰ کو جمع کیا جائے تو ایک مکمل کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ اس اعتبار سے آپ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ تمام ازواج مطہرات میں اعلیٰ ترین مقام رکھتیں ہیں۔

5: ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس علم کے ساتھ ساتھ اسے لوگوں کو سمجھانے کا ملکہ بھی تھا۔ جب تک سائل مکمل طور پر مطمئن نہ ہو جاتا آپ رضی اللہ عنہا اسے مسئلے کی جزیات بیان کرتی رہتیں اور جب اس کی تسلی وتشفی ہو جاتی تو مطمئن ہوتیں۔

6: آپ رضی اللہ عنہا علم حدیث وفقہ میں تو مکمل دسترس رکھتی تھیں اس کے ساتھ ساتھ آپ علمِ اسرار سے بھی کافی آشنا تھیں۔ یہ وہ علم تھا جس میں اس وقت حضرت خذیفہ رضی اللہ عنہ اتھارٹی تصور کیے جاتے تھے۔

7: آپ رضی اللہ عنہا کے تقویٰ اور پرہیز گاری کا یہ عالم تھا کہ فرائض وسنت کی ادائیگی کے علاوہ آپ ہر پیر، جمعرات اور جمعہ کو روزہ رکھتی تھیں۔

8: ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت کرتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے غلام سفینہ کو اس شرط پر آزاد کیا کہ ساری زندگی مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کریں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی محبت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہا نے سونے کی امیزش والا ہار پہنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ناپسند کیا تو فوراً اسے توڑ دیا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایامِ مرض میں طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو فرطِ غم سے آپ رضی اللہ عنہا کی چیخ نکل گئی۔

9: آیت تطہیر سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہی نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے استفسار پر انہیں بتایا کہ تم اور تمہاری بیٹی بھی اہل بیت میں شامل ہو۔

10: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد تمام ازواج مطہرات کے حجروں کا دورہ فرماتے تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرے سے شروع کرتے چونکہ وہ سب سے بڑی تھیں۔

11: ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا شریعت اسلامیہ کی سختی سے پابند تھیں۔ نہ خود اس کی خلاف ورزی کرتی تھیں اور نہ دوسروں سے اس کی خلاف ورزی برداشت کرتی تھیں۔

12: ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہا مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ جبرائیل علیہ السلام آئے اور آپ علیہ السلام سے باتیں کرتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب وہ چلے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا!

"جانتی ہو کہ یہ کون تھے؟"

تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

"یہ دحیہ کلبی تھے!"

لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات دوسرے لوگوں کو بتائی تو پتہ چلا کہ وہ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔

13: ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے زمانے کی بہت حسین وجمیل خاتون تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے بال نہایت گھنے تھے۔ عقل شعور، فہم وفراست، چال ڈھال، علم وعمل میں اپنی مثال آپ تھیں۔

(الاصابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 672) (مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 289)

14: ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا السابقون الاولون میں سے تھیں۔ یعنی آپ رضی اللہ عنہا ابتدائی زمانے میں ہی اسلام کی دولت سے مالا مال ہونے والوں میں سے تھیں۔

15: ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اسلام کیلئے بہت تکالیف برداشت کیں۔ اپنے گھر بار، والدین، شوہر اور بچے کی بھی جدائی برداشت کی۔ آپ رضی اللہ عنہا جب ہجرت کا ذکر کرتیں تو فرماتیں!

''میں نہیں جانتی کہ اہل بیت میں سے کسی نے وہ مصائب اٹھائے ہوں جو اسلام کی خاطر خاندانِ ابوسلمہ کو برداشت کرنے پڑے۔''

16: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو حجۃ الوداع کے موقع پر ان کی بیماری کی وجہ سے اونٹ پر سوار ہو کر بیت اللہ شریف کا طواف کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

17: ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا لوگوں کی فطرت شناس اور صائب الرائے خاتون تھیں۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ رضی اللہ عنہا کے دیئے گئے مشورہ سے آپ کی فہم و فراست اور فطرت شناسی کا پتہ چلتا ہے۔ امام زرقانی اور علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں!

''صنف نازک کی پوری تاریخ میں اصابت رائے کی ایسی عظیم الشان مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کامل العقل اور صائب الرائے خاتون تھیں۔''

18: ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بہت فیاض تھیں۔ سائل کبھی بھی آپ کے گھر سے خالی ہاتھ نہ گیا۔ اگر کچھ اور نہ ہوتا تو کھجور ہی اسے عطا فرما دیتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کنبہ ہی ایسا ہے کہ خود تو بھوکا رہ سکتا ہے لیکن دوسرے کو بھوکا پیاسا نہیں دیکھ سکتا۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس مال و زر نہیں رکھتے تھے جو آتا اسی وقت تقسیم کر دیا، اسی وجہ سے تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا بھی یہی طریقہ تھا۔ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا چونکہ ایک سخی باپ کی بیٹی تھیں اس لیے سخاوت انہیں ورثہ میں ملی تھی۔ اس لیے جو بھی سائل گھر میں آتا اسے کچھ نہ کچھ ضرور عطا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ چند مساکین (جن میں عورتیں بھی شامل تھیں) سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آئے اور بڑی لجاجت اور سوز کے ساتھ سوال کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا کے پاس ام الحسین بیٹھیں ہوئی تھیں انہوں نے ان کو ڈانٹا اور سخت الفاظ استعمال کیے۔ حضرت سیدہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کو منع کیا اور فرمایا!

''ہمیں اس کا حکم نہیں ہے۔''

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنی خادمہ کو حکم دیا کہ ان کو کچھ نہ کچھ دو اور خالی ہاتھ نہ جانے دو

اگر گھر میں کچھ نہ ہوتو ایک ایک کھجور ہی ان کے ہاتھ میں رکھ دو۔

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا خود تو فیاض تھی ہی لیکن آپ دوسروں کو بھی اس طرف مائل فرماتی تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا!

’’میرے پاس بہت مال جمع ہوگیا ہے کہ اب مجھے اس کی بربادی کا ڈر ہے۔‘‘

سیدہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

’’اسے خرچ کر دو! کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے کچھ صحابہ ایسے بھی ہیں جو میرے وصال کے بعد مجھے کبھی نہ دیکھیں گے۔‘‘

(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 1)

صحابہ کرام کی سفارش:

1: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ مشہور صحابی رسول تھے۔ کسی غلطی کی وجہ سے حکم ہونے کے باوجود جنگ تبوک میں شرکت نہ کر سکے۔ جنگ سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے سخت ناراض ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ ان کا سوشل بائیکاٹ کیا جائے۔ چنانچہ تمام مسلمانوں نے ان کا سوشل بائیکاٹ کیا حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کے بیوی بچے بھی آپ سے علیحدہ ہو گئے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کی کئی مرتبہ سفارش کی۔ جس وقت حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول ہونے کے سلسلے میں وحی نازل ہوئی اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ یہ رات کا وقت تھا۔ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی سفارش کرنے کی وجہ سے ان کی قبولیت توبہ کی خبر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

’’یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر حکم ہوتو اس کی خبر کعب کے پاس بھیج دوں۔‘‘

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

’’لوگوں کا جم غفیر اکٹھا ہو جائے گا پھر تمہیں کوئی سونے بھی نہیں دے گا۔‘‘

2: غزوۂ بنو قریظہ میں یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ وہ مشورہ کے لئے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ہمارے پاس بھیج دیں۔ انہوں نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہا کا انتخاب اس لیے کیا تھا کہ ان کے بنو قریظہ کے ساتھ حلیفانہ تعلقات تھے۔ اس لیے انہیں امید تھی کہ اس مشکل وقت میں ہماری ضرور کچھ مدد کریں گے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ایلچی بنا کر بھیج دیا تو تمام یہود ان کے اردگرد جمع ہو گئے اور عورتوں اور بچوں نے رونا شروع کر دیا۔ ان کو روتا دیکھ کر حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا دل بھر آیا۔ جب بنو قریظہ نے ان سے پوچھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو تسلیم کرلیں اور آپ کے فیصلہ پر راضی ہو جائیں؟ تو انہوں نے کہا! ''ہاں! بہتر ہے لیکن ساتھ ہی بے اختیاری میں ان کا ہاتھ گردن کی طرف اٹھ گیا اور انہوں نے اشارہ کر دیا کہ تمہیں قتل کرنے کا مسلمانوں کا ارادہ ہے۔ ابھی آپ اس مجلس سے ہٹے ہی تھے کہ دل میں خیال آیا کہ میں نے اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ خیانت کر دی ہے۔ جو راز مجھے نہ بتانا چاہیے تھے میں نے وہ ان کو بتا دیا ہے۔ چنانچہ آپ وہاں سے سیدھے مسجد نبوی شریف میں آئے اور اپنے آپ کو ایک ستون کے ساتھ باندھ لیا اور قسم کھائی کہ جب تک اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول نہیں فرما لیتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں سے مجھے کھول نہیں دیتے اس وقت تک نہ میں کچھ کھاؤں گا نہ کچھ پیوں گا، نہ اس جگہ سے ہٹوں گا اور جس شہر میں مجھ سے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خیانت سرزد ہوئی ہے وہاں کبھی قدم نہ رکھوں گا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''اگر وہ سیدھا میرے پاس آجاتا تو میں اس کیلئے استغفار کرتا لیکن اب چونکہ وہ ایسا کر گزرا ہے اس لیے میں اس کو اپنے ہاتھ سے اس وقت تک نہ کھولوں گا جب تک اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہ فرمائے۔''

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کے ستون کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔ صرف قضائے حاجت اور نماز کیلئے ان کو کھول دیا جاتا تھا اور بعد از فراغت پھر باندھ دیا جاتا تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ نہ کچھ کھاتے اور نہ کچھ پیتے۔ آپ فرماتے!

''میں اسی طرح رہوں گا۔ جب تک میری توبہ قبول نہیں ہو جاتی یا مجھے موت نہیں آ جاتی۔''

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھ کر ان کی سفارش کی۔ صبح جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو مسکرائے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ ہنسائے! اس وقت ہنسنے کا کیا سبب ہے؟''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''اللہ تعالیٰ نے ابولبابہ کی توبہ قبول فرمائی ہے!''

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں یہ خوشخبری ابولبابہ کو سنا دوں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''ہاں! اگر چاہو تو۔''

چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اپنے حجرے کے دروازے پر آئیں اور بلند آواز سے کہا!

''ابولبابہ! تمہیں مبارک ہو۔ اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی ہے۔''

اس آواز کا کانوں میں پڑنا تھا کہ سارا مدینہ مبارکباد دینے کیلئے مسجد نبوی میں اُمڈ آیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ستون سے کھولنا چاہتے تھے لیکن انہوں نے فرمایا!

''میں اس وقت تک نہ کھلوں گا جب تک مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے ہاتھوں سے نہ کھولیں گے۔''

چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کیلئے مسجد میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو کھولا۔

(الطبرانی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 54) (زرقانی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 32) (طبقات ابن سعد، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 54) (البدایہ والنہایہ، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 119) (السیرۃ النبویہ، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر

(146

صلح حدیبیہ:

یکم ذی القعدہ 6 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ حج کے ارادہ سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ کفار مکہ کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی اطلاع ملی تو انہوں نے اس قافلے کو حدیبیہ کے مقام پر روک لیا۔ حدیبیہ ایک کنویں کا نام تھا اور اس کے اردگرد کی آبادی اسی نام سے مشہور تھی۔ یہ مکہ سے نو میل کے فاصلے پر ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ایلچی بنا کر کفار مکہ کے پاس بھیجا اور فرمایا!

”انہیں جا کر کہو کہ ہم لڑائی کیلئے نہیں آئے بلکہ ہمارا ارادہ صرف حج کا ہے۔ حج ادا کرنے کے بعد ہم واپس چلے جائیں گے۔“

جب حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ مکہ پہنچے تو کفار نے ان کو تو حج کرنے کی اجازت دے دی مگر باقی سب کو اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا!

”یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مسلمان تو حج نہ کریں اور عثمان حج کر لے؟“

چنانچہ کفار نے آپ رضی اللہ عنہ کو عزت و احترام سے روک لیا اور یہ خبر مسلمانوں تک پہنچا دی کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لی۔ جس کو بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ جب کفار مکہ کو اس بیعت کا حال معلوم ہوا تو وہ مسلمانوں کی بہادری اور جان نثاری سے ڈر گئے اور ان 4 شرائط پر مسلمانوں سے صلح کر لی!

1: دس سال تک صلح رہے گی اور دونوں طرف سے آمد و رفت میں کوئی روک ٹوک نہ ہوگی۔

2: اس سال نہیں بلکہ اگلے سال سے مسلمانوں کو حج بیت اللہ کی اجازت ہوگی۔ طواف کے وقت مسلمانوں کے پاس کسی قسم کا ہتھیار نہیں ہوگا۔

3: تمام قبائل خود مختار ہیں کہ اگر وہ قریش کے ساتھ ملنا چاہیں تو فبہا اور اگر مسلمانوں کے ساتھ

ملنا چاہیں تو پھر بھی ان پر کوئی پابندنہ ہوگی۔

4: اگر قریش کا کوئی شخص مسلمان ہو کر مدینہ چلا جائے تو اسے واپس کر دیا جائے اور اگر کوئی مسلمان کافر ہو کر مکہ آجائے تو اسے واپس نہ کیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمِ الٰہی کے تحت تمام شرطوں کو قبول کر لیا اور صلح پر دستخط کر دیئے۔ عام مسلمان اس حکمت کو نہ سمجھ سکے اور اس کو اپنی شکست گرداننے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کے بعد مسلمانوں سے فرمایا!

"یہاں ہی قربانی کی جائے اور بال منڈواکر احرام کھول لیا جائے۔"

شکستہ دل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس حکم کی تعمیل میں کچھ تامل کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ حکم دیا مگر کوئی بھی اپنی جگہ سے نہ اٹھا۔ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے ساتھیوں کا یہ رویہ دیکھا تو بہت ملول ہوئے اور اپنے خیمہ میں تشریف لے آئے۔

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو افسردہ دیکھا تو وجہ پوچھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا حال بیان کیا تو ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! شکستہ دل مسلمانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو اچھی طرح نہیں سمجھا۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود باہر تشریف لے جا کر قربانی کریں اور احرام کھولنے کے لئے بال منڈوائیں۔ آپ کو دیکھ کر دوسرے صحابہ بھی اس پر عمل کرنے لگیں گے۔"

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشورے کو قبول فرمایا اور خود باہر جا کر قربانی کے جانور ذبح کیا اور اپنے بال منڈوا لیے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان حتمی ہے تو سب قربانیاں کرنے لگے اور ایک دوسرے کے بال مونڈھنے لگے۔

(الصحیح البخاری، حدیث نمبر 2731-2732) (الفتح الباری، کتاب الشروط، جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 245) (مسند امام احمد، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 323)

امام زرقانی رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ "صنفِ نازک (عورتوں) کی پوری تاریخ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جیسی اصابت رائے کی عظیم مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔"

(زرقانی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 272)

خندق، حجۃ الوداع اور کربلا، غزوۂ خندق:

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اگرچہ جنگِ خندق میں شامل نہ تھیں لیکن مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنا قریب تھیں کہ آپ رضی اللہ عنہا کی گفتگو اچھی طرح سے سنتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات واحوال کو دیکھتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود مسلمانوں کو اینٹیں اٹھا اٹھا کر دے رہے تھے۔ میں نے جب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر جب حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ پر پڑی جو کہ دوسرے صحابہ سے زیادہ اینٹیں اٹھا رہے تھے تو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا!

''اے سمیہ کے بیٹے! تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔''

(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 289)

حجۃ الوداع:

10 ہجری میں مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار شمع رسالت کے پروانوں کے ساتھ 25 ذیقعد بروز ہفتہ حج کیلئے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی تھیں۔ یہی وہ حج ہے جس کو حجۃ الوداع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس مبارک موقع پر تمام ازواج مطہرات کے ساتھ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی شامل تھیں لیکن وہ بیمار تھیں اور پیدل طواف نہیں کر سکتی تھیں۔ انہوں نے اپنا عذر بارگاہ رسالت میں پیش کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''جب نماز فجر کھڑی ہو جائے تو آپ اونٹ پر سوار ہو کر ہی طواف کر لینا۔''

چنانچہ ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا۔

(الصحیح البخاری، جلد نمبر 1، صفحہ 219)

واقعۂ کربلا:

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العزت نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی کربلا میں کلمہ پڑھنے والوں کے ہاتھوں ہی شہادت کی خبر

دے دی تھی اور کربلا کی خاک بھی ایک بوتل میں ڈال کر دے دی تھی اور کہا تھا کہ جب یہ خاک خون ہو جائے تو یہ وہ وقت ہو گا جب حسین اور ان کے ساتھی شہید کر دیئے جائیں گے۔

چنانچہ غیب دان نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا کہ اس وقت میری ازواج میں سے صرف ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہی موجود ہوں گی اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خاک سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دے دی اور فرمایا!

"جب یہ خاک خون میں تبدیل ہو جائے تو سمجھ لینا کہ میرے نواسے حسین کو کربلا میں شہید کر دیا گیا ہے۔"

چنانچہ جس وقت حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اور ان کے جانثار میدانِ کربلا میں یزیدی فوج سے برسرِپیکار تھے اس وقت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر اور داڑھی مبارک غبار آلود ہے۔ لباس سے سفر کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غمگین اور افسردہ ہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیا حال ہے؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"میں حسین کے مقتل سے آ رہا ہوں۔ میرا ہی کلمہ پڑھنے والوں نے میرے نواسے کو بھوکا اور پیاسا شہید کر دیا ہے۔"

جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کھلی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور آپ فرما رہی تھیں کہ اہل عراق نے حسین کو قتل کر دیا، خدا ان کو قتل کرے، انہوں نے حسین کی تذلیل کی، خدا انہیں ذلیل کرے اور ان پر لعنت کرے۔ جب آپ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کی ہوئی کربلا کی مٹی دیکھی تو وہ خون ہو چکی تھی۔

آیت تطہیر اور پردہ، اہل بیت:

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تھے کہ آیت تطہیر نازل ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک ران پر حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو اور دوسری ران پر حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ بٹھایا اور ان پر اپنی چادر اوڑھ کر فرمایا!

"رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ"

"اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں تم پر نازل ہوں اے میرے اہل بیت!
بے شک اللہ بڑی تعریف والا اور بڑی شان والا ہے۔"

حضرت زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ میں اور میری والدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا پاس ہی بیٹھی ہوئی تھیں۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا یہ دیکھ کر رو پڑیں۔ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے رونے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے عرض کیا!

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے انہیں مخصوص کر دیا اور مجھے اور میری بیٹی کو چھوڑ دیا؟"

اس پر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"بیشک تم اور تیری بیٹی اہل بیت میں سے ہیں۔"

(المعجم الکبیر، جلد نمبر 24، صفحہ نمبر 281)(السمط الثمین، صفحہ نمبر 106)
(تاریخ دمشق، لابن عساکر، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 172)(المجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 171)

پردہ:

آیت حجاب نازل ہونے سے پہلے خواتین پردہ کی پابند نہ تھیں لیکن پھر بھی پردہ عزت کی علامت ہے۔ جتنے بھی روسا ہوتے وہ اپنی خواتین کو پردے میں رکھتے اور کسی غیر کے سامنے لانے میں شرم محسوس کرتے۔ جو خواتین جتنی باپردہ ہوتی ان کی عزت و شرافت اتنی ہی زیادہ ہوتی۔ چونکہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن معزز ترین اور پاکیزہ ترین خواتین تھیں اس لیے وہ آیت حجاب نازل ہونے سے قبل بھی سوائے قضائے حاجت کے باہر نہ جاتی اور اپنے قریبی عزیزوں کے سوا کم ہی کسی سے ملتی تھیں لیکن جب آیت حجاب نازل ہوئی تو اب صرف ذی محرم لوگوں سے

ملنے کی اجازت ہوئی۔

سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا صحابی تھے اور مسجد نبوی کے موذن بھی تھے۔ چونکہ وہ نابینا تھے اس لیے ازواج مطہرات کے حجروں میں آجایا کرتے تھے۔ جب آیتِ حجاب نازل ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج کو ان سے پردہ کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو نابینا ہیں ہمیں تو دیکھ بھی نہیں سکتے۔''

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''تم تو ان کو دیکھتی ہو۔''

(مسند امام احمد، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 296)

حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کا غلام نبہان بھی تھا جس نے اونٹ کی مہار پکڑی ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''جب غلام مکاتبت کر لے اور اس کے پاس اتنا مال ہو جائے کہ جس کو ادا کر کے وہ آزادی حاصل کر سکتا ہو تو اس سے پردہ ضروری ہو جاتا ہے۔''

سیدہ ام سلمہ کا علمی مقام:

1: ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو حدیث کے سماع کا بہت شوق تھا اس لیے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو بھی قول اور فعل دیکھتیں تو اسے محفوظ کر لیتیں اور جس بات کی سمجھ نہ آتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتیں۔ علمی لحاظ سے اگرچہ تمام ازواج مطہرات بہت بلند مرتبہ پر فائز ہیں لیکن ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن میں حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہما کا کوئی جواب نہ تھا۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج حدیث کا خزانہ تھیں تاہم حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کا ان میں کوئی حریف و مقابل نہ تھا۔

2: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا قرآن مجید کی تلاوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح

کرتی تھیں۔ آپ کی طرز اور لہجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز اور لہجے سے بہت ملتا تھا۔ ایک مرتبہ کسی نے آپ سے پوچھا!

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح قرآن مجید کی تلاوت فرماتے ہیں؟''

آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہر آیت الگ الگ کر کے تلاوت فرماتے تھے اور پھر خود اس طرح تلاوت کر کے سنائی۔

3: علم قرآن کے علاوہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا حدیث اور فقہ میں بھی اپنی مثال آپ تھی۔ سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں ان کا کوئی حریف نہ تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا سے 387 احادیث مروی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نہ صرف عالمہ تھیں بلکہ فصاحت و بلاغت اور سائل کو مطمئن کرنا بھی آپ کا ایک فن تھا۔ بعض حضرات میں علم تو بہت ہوتا ہے لیکن وہ سائل کو مطمئن نہیں کر سکتے جس کی وجہ سے سائل در بدر سوال پوچھتا رہتا ہے۔ جب بھی کوئی سائل آپ رضی اللہ عنہا سے کوئی مسئلہ پوچھتا تو آپ اس وقت تک مطمئن نہ ہوتیں جب تک اس کی تشفیع نہ ہو جاتی۔

آپ رضی اللہ عنہا کی علمی ثقاہت و فقاہت کا اندازہ ابن قیم کے اس بیان سے لگایا جا سکتا ہے کہ اگر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فتاوی کو جمع کیا جائے تو ایک مکمل کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا کے فتاوی بالعموم متفق علیہ ہیں۔ اگر آپ کے علمی مقام کا اندازہ کرنا ہو تو ان کے شاگردوں پر نظر ڈالیں جس میں بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نظر آتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے مشہور شاگردوں کے نام یہ ہیں!

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر، اسامہ بن زید، مصعب بن عبداللہ، عبداللہ بن رافع، سلمان بن یسار، ابوعثمان النہدی، سعید بن المسیب، ابووائل، عبدالرحمٰن بن حارث، ابوبکر بن عبد الرحمٰن، عثمان بن عبداللہ، عرو بن زبیر، نافع، شعبہ، کریب مولا ابن عباس، نافع مولیٰ ابن عمر، ہند بنت حارث، سفیہ بنت شیبہ، زینت بنت ابوسلمہ، خیرۃ ام حسن بصریؒ، صفیہ بن محصن، وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

4: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور مروان بن حکم اکثر

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔ مروان تو یہ بھی کہتے تھے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ہوتے ہوئے ہم دوسروں سے کیوں مسائل دریافت کریں؟

5: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ تابعین کی ایک بہت بڑی جماعت نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے علم وفضل کے خزانے حاصل کیے۔ علم وفضل کے علاوہ حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا زہد وتقویٰ میں بھی بے مثال تھیں۔ فرائض وسنت کی ادائیگی تو ایک طرف آپ نفلی عبادات کی بہت کثرت فرماتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا ہر ہفتے میں پیر، جمعرات اور جمعہ کو روزہ رکھتیں تھیں۔ آپ شریعت مطاہرہ کی سختی سے پابند تھیں اور اگر کوئی اس کی خلاف ورزی کرتا تو فوراً اسے ٹوک دیتیں۔ اس کی مثال کیلئے اتنا بیان کرنا ہی کافی ہے کہ بعض امراء نے نماز کے مستحب اوقات کو چھوڑ دیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے ان کو تنبیہ فرمائی اور کہا!

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر کو ٹھنڈ کر کے پڑھا کرتے تھے اور تم جلدی پڑھتے ہو؟“
(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 28)

6: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما عصر کے بعد (مغرب سے تھوڑی دیر پہلے) دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ مروان بن حکم نے ان سے پوچھا کہ آپ یہ نماز کیوں پڑھتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اپنی خالہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسی نماز پڑھا کرتے تھے۔

مروان نے اس بات کی تصدیق کیلئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آدمی بھیجا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

”مجھے یہ حدیث ام سلمہ سے پہنچی ہے۔“

چنانچہ جب سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

”خدا عائشہ کی مغفرت فرمائے انہوں نے بات نہیں سمجھی۔ میں نے ان سے یہ بھی کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں ان کے پڑھنے کی ممانعت فرما دی تھی۔

(صحیح البخاری، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 627) (مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 299-303)

7: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ رمضان المبارک میں غسلِ جنابت صبح اٹھتے ہی کرنا چاہیے ورنہ روزہ نہیں ہوتا۔ اس کا ذکر کسی نے حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ اور ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے کیا تو دونوں نے فرمایا!

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو جنابت کی حالت میں روزہ رکھتے تھے۔''

جب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ جواب سنا تو ان کا رنگ اُڑ گیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اپنے خیال سے رجوع کیا اور کہا!

''میں کیا کروں؟ مجھے فضل بن عباس نے اسی طرح بیان کیا تھا لیکن ظاہر ہے کہ سیدہ عائشہ اور سیدہ ام سلمہ زیادہ جانتی ہیں اس لیے میں اپنے عمل سے رجوع کرتا ہوں۔''

(مسند امام احمد، جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 306)

اولاد:

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو کوئی اولاد نہ تھی لیکن پہلے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت درہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا۔ ان کے مختصر حالات ملاحظہ فرمائیں۔

سلمہ رضی اللہ عنہ:

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ حبشہ میں پیدا ہوئے۔ اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ انہی کی وجہ سے ام المومنین نے ام سلمہ کی کنیت اختیار کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمہ رضی اللہ عنہ کا نکاح اپنی بہت ہی لاڈلی حضرت امامہ بنت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہم سے خود فرمایا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ہدیہ پیش کیا گیا۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے کہا کہ یہ عائشہ کے حصے میں آئے گا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہار اپنے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت پیار کرتے تھے۔

عمر رضی اللہ عنہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے منجھلے بیٹے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ حبشہ میں پیدا ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت یہ نو سال کے تھے، اس حساب سے ان کی تاریخ پیدائش 2 ہجری ہوئی۔ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں انہیں فارس اور بحرین کا گورنر مقرر کیا تھا۔ جب حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے خلاف فتنہ کھڑا ہوا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے عمر رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ کی حفاظت کیلئے پیش کر دیا۔ انہوں نے عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں 83 ہجری میں مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔

درہ رضی اللہ عنہا:

حضرت درہ رضی اللہ عنہا ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔ ان کا ذکر بخاری شریف میں آیا ہے۔ ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا!

"سنا ہے کہ آپ درہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"یہ کیسے ممکن ہے اگر میں نے اس کی پرورش نہ کی ہوتی (اور اس کی والدہ سے شادی نہ کی ہوتی) تو بھی وہ میرے لیے حلال نہ تھی کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔"

(الصحیح البخاری، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 764)

زینب رضی اللہ عنہا:

حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ یہ حبشہ میں پیدا ہوئیں۔ پہلے ان کا نام برہ رکھا گیا پھر مصطفٰی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام زینب رکھا۔ عبداللہ بن زمعہ بن الاسود الاسدی سے ان کا نکاح ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہا بہت بڑی فقیہ تھیں۔ بچپن میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت غسل فرما رہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو ان کے چہرے پر پانی چھڑکا جسکی یہ برکت ہوئی کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے

تمام اعضاء پر بڑھاپے کے اثرات ظاہر ہو گئے مگر چہرہ ویسا ہی تروتازہ اور جوان رہا۔

حضرت عطاف رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ نے مجھے بتایا کہ میں نے زینب کا چہرہ اس وقت دیکھا جب وہ بڑھاپے کی منزلیں طے کر رہی تھیں۔ ان کے چہرے پر جوانی کے اثرت میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوا تھا۔

جب آیت تطہیر نازل ہوئی تو یہ اپنی والدہ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنین کریمین اور ان کے والدین رضی اللہ عنہم کیلئے فرمایا!

”یہ میرے اہل بیت ہیں۔“

تو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے روتے ہوئے شکوہ کیا!

”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تو مخصوص کر لیا لیکن ہمیں چھوڑ دیا؟“

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

”تو اور تیری بیٹی زینب بھی اہل بیت میں شامل ہیں۔“

جیسا کہ ہم ابتداء میں عرض کر چکے ہیں کہ بعض کم عقل اور بدعقیدہ لوگ ازواج مطہرات کو اہل بیت میں شامل نہیں کرتے اور بعض کم عقل اور بدعقیدہ ضد میں آ کر اولادِ رسول اور دامادانِ رسول کو اہل بیت سے نکال دیتے ہیں، یہ دونوں فریقین کم عقلی اور بدعقیدگی کی انتہا تک پہنچے ہوئے ہیں۔ کوئی بھی صاحبِ عقل وفہم اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا کہ اولاد تو گھر والوں میں شامل ہو اور اولاد کی ماں گھر والوں میں شامل نہ ہو۔

وصال:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا اور سب سے آخر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔ وصال کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر چوراسی سال تھی اور آپ کا وصال یزید کے دورِ حکومت میں واقعہ حرا کے بعد ہوا۔ واقعہ حرا 63 ہجری میں پیش آیا۔ آپ رضی اللہ عنہا کا نمازِ جنازہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہا نے پڑھایا اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔

* * *

(5)

اُمُّ المومنین سیّدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا

تعارف:

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچویں زوجہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کردار، گفتار، عبادات و ریاضت اور شب بیداری میں اعلیٰ درجہ پر فائز تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں ذرا سی تیزی تھی مگر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ ہر وقت خوشنودی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں مصروف رہتیں۔ آپ رضی اللہ عنہا بلند ہمت، حق گو، سخاوت شعار، حاضر جواب اور بہت زیادہ سمجھ دار تھیں۔ آپ اکثر روزے سے ہوتیں۔ تلاوت قرآن پاک آپ کا خاص مشغلہ تھا۔ آپ اعلان نبوت سے پانچ سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں یہ وہ وقت تھا جب قریش کعبہ شریف کی تعمیر میں مصروف تھے۔

نام اور سلسلہ نسب:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام حفصہ اور والد کا نام عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھا۔ والد محترم کی طرف سے آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب کچھ یوں ہے!

حفصہ بنت عمر بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بن لوی۔

جناب لوی پر آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا تھا جو کہ مشہور صحابی سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔ آپ خود بھی صحابیہ تھیں اور فقیہ

اسلام حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آپ کے صاحبزادے تھے۔ آپ کا نسب یوں ہے!

زینب بنت مظعون بن حبیب بن وھب بن حذافہ بن جمح۔

(عیون الاثر، لابن عبدالبر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 395) (المعجم الکبیر، جلد نمبر 23، صفحہ نمبر 186)

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 81)

اسلام:

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تو السابقون الاولون۔ یعنی ابتداء میں ہی قبول اسلام کا شرف حاصل کرنے والے تھے جیسے ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا آپ کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی مشرف با اسلام ہوگئیں اور ساتھ ہی آپ کے دیگر گھر والے بھی مسلمان ہو گئے۔ جب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے ہوش سنبھالا تو اس وقت ان کے تمام گھر والے مسلمان تھے۔

شادی:

1: حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح حضرت خنیس بن خذافہ رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ یہ بھی مسلمان تھے اور قبیلہ السہمی سے تعلق رکھتے تھے۔ کفار کے مظالم سے تنگ آکر حضرت خنیس رضی اللہ عنہ نے اعلانِ نبوت کے چھ سال بعد حبشہ کی طرف ہجرت کی اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت مدینہ سے کچھ عرصہ قبل مکہ واپس آگئے اور کچھ عرصہ بعد حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

حضرت خنیس رضی اللہ عنہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے جانباز سپاہی تھے۔ انہوں نے 2 ہجری میں جنگ بدر میں شرکت کی اور اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ آپ رضی اللہ عنہ 3 ہجری میں غزوہ احد میں شریک ہوئے اور بڑی بہادری سے لڑے۔ اس جنگ میں آپ کو کچھ کاری زخم بھی آئے۔ آپ کو مدینہ واپس لایا گیا اور علاج معالجہ کیا گیا لیکن یہ زخم صحیح نہ ہو سکے اور آپ نے انہیں زخموں کی وجہ سے جام شہادت نوش کیا۔

2: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوگئیں اور ان کی عدت پوری ہوگئی تو میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا

ان دنوں اُن کی زوجہ حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو چکا تھا۔ جب میں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو آپ رضی اللہ عنہ کو بہت مغموم پایا۔ جب میں نے ان سے غمگین ہونے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا!

”میں اس لیے پریشان ہوں کہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو سسرالی رشتہ تھا وہ منقطع ہو گیا۔“

میں نے ان سے کہا!

”فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ“

”میں آپ پر حفصہ کا رشتہ پیش کرتا ہوں؟“

انہوں نے کہا!

”میں اس پر غور کروں گا۔“

کچھ دنوں بعد جب دوبارہ ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا!

”ابھی میں نکاح نہیں کرنا چاہتا۔“

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

پھر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے کہا!

”اِنْ شِئْتَ زَوَّجْتُكَ حَفْصَةَ“

”اگر آپ چاہیں تو حفصہ سے نکاح کر لیں۔“

میری بات سن کر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خاموش رہے اور مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ مجھے ابوبکر کی اس بے توجہی پر کچھ رنج ہوا تو میں نے اس بات کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کیا اور عرض کیا!

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے عثمان کو بھی حفصہ کے ساتھ نکاح کی پیشکش کی لیکن انہوں نے بے التفاتی سے کام لیتے ہوئے میری پیشکش کو ٹھکرا دیا۔“

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

”يَتَزَوَّجُ حَفْصَةَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْ عُثْمَانَ وَيَتَزَوَّجُ عُثْمَانُ خَيْرٌ مِّنْ حَفْصَةَ“

”حضرت حفصہ سے شادی وہ کریں گے جو عثمان سے بہتر ہوں گے اور عثمان اس سے

شادی کریں گے جو حفصہ سے بہتر ہوں گی۔"

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دیا اور خود حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی۔

(الصحیح البخاری، حدیث نمبر 5122) (السنن النسائی، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 83-77) (مسند امام احمد حنبل، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 12) (طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 83) (الصحیح البخاری، کتاب النکاح، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 767) (جامع الاصول، جلد نمبر 11، صفحہ نمبر 408)

حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ 3 ہجری میں ہوا۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 81) (صفتہ الصفوۃ، لابن جوزی جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 38) (الفتح الباری شرح صحیح البخاری، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 81) (تہذیب الاسماء والصفات للنووی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 338) (الانساب الاشرف، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 422) (سیر اعلام النبلاء، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 227)

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا جب حرم نبوی میں داخل ہوئیں اس وقت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں دو ازواج حضرت سیدہ سودہ بنت زمعہ اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں۔ حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سن رسیدہ تھیں اور حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما ہم پلہ اور ہم عمر تھیں۔

حضرت ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں اس لیے ان کے مزاج میں اپنے والد کی طرح تیزی تھی۔ اس تیزی کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گفتگو بھی کر لیتی تھیں۔ چنانچہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

"ہم لوگ زمانۂ جہالت میں عورتوں کو ذرا برابر بھی اہمیت نہ دیتے تھے لیکن اسلام کی برکت سے ان کی عظمت وشان بہت زیادہ ہوگئی اور جب خواتین کے بارے میں آیات نازل ہوئیں تو ان کی قدر وعظمت اور زیادہ ہوگئی۔ ایک مرتبہ میری بیوی نے مجھے کسی معاملے میں رائے

دی تو میں نے اس سے کہا!

"تم کو رائے اور مشورے سے کیا تعلق؟"

اس نے جواب دیا!

"اے ابن خطاب! تم کو میری ذرا سی بات بھی برداشت نہیں ہوئی حالانکہ تمہاری بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برابری گفتگو کر لیتی ہے؟"

میں یہ سن کر فوراً اٹھا اور حفصہ کے پاس گیا اور ان سے کہا!

"بیٹی! یہ میں نے کیا سنا ہے کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برابر کا جواب دیتی ہے؟"

وہ بولیں!

"ہاں! ہم ایسا کرتی ہیں۔"

میں نے کہا!

"خبردار! میں تمہیں عذاب الٰہی سے ڈراتا ہوں۔ تم اس خاتون (عائشہ) کی ریس نہ کرو جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے اپنے حسن پر ناز ہے۔"

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے مزاج کی تیزی کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے۔ دیکھا تو ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں۔ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے رونے کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے عرض کیا!

"مجھے حفصہ نے تانہ دیا ہے کہ تم ایک یہودی کی بیٹی ہو۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"حفصہ خدا سے ڈرو۔"

پھر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا!

"صفیہ! تم نبی کی بیٹی ہو تمہارا چچا پیغمبر ہے اور تم پیغمبر کے نکاح میں ہو۔ حفصہ تم پر کس بات میں فخر کر سکتی ہے؟"

واقعہ تحریم:

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول مبارک تھا کہ عصر کی نماز کے بعد تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ہاں تھوڑی دیر کیلئے حال احوال دریافت کرنے کیلئے تشریف لے جاتے۔ اتفاقاً چند روز حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں معمول سے زیادہ دیر ہو گئی جس کی وجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے معلوم کی تو پتہ چلا کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے کسی عزیز نے شہد تحفتاً بھیجا ہے چونکہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد بہت پسند تھا اس لیے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لاتے تو وہ شہد پیش کرتیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو تناول فرماتے ہاس لیے معمول سے ذرا زیادہ دیر آپ کے ہاں رکتے۔

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کا ذکر حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے کیا اور کہا کہ اس کی کوئی تدبیر کرنی چاہیے۔ چونکہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت نظافت پسند تھے اس لیے آپ کو ہر قسم کی ذرا سی بدبو بھی ناگوار گزرتی۔ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ طے ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے ہاں تشریف لائیں تو ہر کوئی یہ پوچھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے بو کیسی آ رہی ہے۔؟ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں کہ میں نے شہد کھایا ہے تو کہنا چاہیے کہ شہد مغافیر کا شہد تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا ہے۔ مغافیر عرب میں ایک قسم کا پھول ہوتا ہے جس میں ذرا سی نبید جیسی بو ہوتی ہے۔ چونکہ شہد کی کھیاں جس قسم کے پھولوں سے رس چوستی ہیں شہد میں اس قسم کا ذائقہ اور بو بھی آ جاتی ہے چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے تو انہوں نے حسب پروگرام یہی سوال و جواب کیا۔ پھر حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے بھی یہی سوال و جواب کیا اور جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی ایسا ہی کیا تو حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو سخت ناپسند کیا کہ ان کے منہ سے مغافیر کی بو آئے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد نہ کھانے کی قسم کھالی۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئی!

"یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ"

(القرآن الکریم، سورۃ تحریم، آیت نمبر 1)

"اے نبی! اپنی بیویوں کی خوش دلی کیلئے اللہ کی حلال کی ہوئی چیز کو اپنے

اوپر حرام کیوں کرتے ہو؟"

جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قسم کو توڑ کر اس کا کفارہ ادا کیا۔

(الصحیح البخاری، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 729)

واقعہ تحریم کے کچھ دن بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی راز کی بات سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دی اور تاکید فرمائی کہ اسے کسی اور کو نہ بتانا لیکن وہ اس بات کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوشیدہ نہ رکھ سکیں اس پر یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں!

"اور جب پیغمبر نے اپنی بعض بیویوں سے راز کی بات کہی اور انہوں نے اس کو افشا کر دیا اور اللہ نے اپنے نبی کو اس کی خبر کردی اور نبی نے اس کا کچھ حصہ ان سے کہا اور کچھ نہ کہا تو انہوں نے کہا کہ کس نے آپ کو خبر کردی تو نبی نے کہا مجھے خدائے علیم وخبیر نے خبر دی ہے۔"

ان آیات کے شانِ نزول کے متعلق حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک روز سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اپنے باپ کے گھر گئی ہوئی تھی کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنے کیلئے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اصابت فرمائی۔ چونکہ یہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن تھا اس لیے جب انہیں اس بات کا پتہ چلا تو انہیں بہت غیرت آئی اور بارگاہ رسالت میں عرض کیا!

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آپ سے ایسی بات پہنچی ہے جو آپ نے اپنی ازواج میں سے کسی دوسری زوجہ کو نہیں دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

"اچھا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں اسے اپنے لیے حرام کرلوں اور پھر اس سے قرابت نہ کروں"

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا!

"حضور! میں کیوں نہ راضی ہوں گی؟"

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اوپر حرام

کرلیا اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا!

"اس بات کا ذکر کسی اور سے نہ کرنا۔"

لیکن سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے اس کا ذکر حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات سے آگاہ کر دیا اور مندرجہ بالا آیات نازل فرمائیں۔

(تفسیر طبری، جلد نمبر 28، صفحہ نمبر 157) (تفسیر ابن کثیر، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 412)
(الفتح الباری، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 525) (الدر المنثور، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 214)

اور بعض روایات کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ کو اس طرح راضی کیا کہ انہیں خبر دی کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد تمہارے والد عمر فاروق رضی اللہ عنہ میرے خلیفہ ہوں گے اور اس تمام معاملہ کو پوشیدہ رکھنے کیلئے کہا لیکن آپ اسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوشیدہ نہ رکھ سکیں۔

حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت تو قرآن مجید میں موجود ہے اور یہ آیت تلاوت کی!

"وَاِذَا اسر النبی اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہ حَدِیْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِہٖ"

چونکہ ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راز کو پوشیدہ نہ رکھ سکیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراض ہو کر سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو ایک طلاق دے دی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو ایک طلاق دے دی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور عرض کیا!

"یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے حفصہ کو طلاق دے دی جب کہ وہ روزے رکھنے والی، راتوں کو نماز پڑھنے والی ہے اور وہ تو جنت میں بھی آپ کی زوجہ ہوگی۔"

پس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے رجوع کر لیا۔

حصول علم کا شوق:

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو علم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا اسی لیے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی تعلیم کا خاص اہتمام فرماتے۔ مسند امام احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق حضرت شفا بنت عبداللہ عدویہ رضی اللہ عنہا نے ان کو لکھنا سکھایا اور ان کو چیونٹی کے کاٹنے کا دم بھی سکھایا۔ بعض اہل سیرت و مورخین کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے تمام کتابت شدہ اجزاء اکٹھے کر کے ان کو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھوا دیا اور یہ اجزاء تا زندگی ان کے پاس رہے۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سرکاری طور پر قرآن مجید کا نسخہ تیار کروایا تو ان اجزاء کو سامنے رکھتے ہوئے اس کو ترتیب دیا۔ اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب قرآن مجید کی نقول تیار کروانے کے لئے اور سرکاری اخراجات سے عوام کو قرآن مجید مہیا کرنے کیلئے نسخے تیار کروائے تو جس نسخے کو بطور نمونہ سامنے رکھا گیا وہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا نسخہ تھا۔ اس کی نقول کی تیار کرنے کے بعد وہ ان کو واپس کر دیا گیا۔ ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو دین میں تفقہ کا بھی ایک خاص ملکہ حاصل تھا۔ وہ مختلف آیات پر غور و فکر کرتیں اور ان سے مختلف نکات نکالتیں رہتیں۔ چونکہ آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مزاج شناس تھیں اس لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا موڈ دیکھ کر بے باکی کے ساتھ سوالات پوچھ لیا کرتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کا جواب بھی مفصل دے دیا کرتیں تھیں۔ ام مبشر انصاریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہیں موجود تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

> ”میں امید کرتا ہوں کہ اصحاب حدیبیہ جہنم میں داخل نہیں کئے جائیں گے۔“

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر عرض کیا کہ قرآن مجید میں تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے!

> ”تم میں سے ہر شخص جہنم میں سے گزرنے والا ہے۔ یہ تیرے رب کا لازم کیا ہوا ہے جو پورا ہو کے رہے گا۔“

(القرآن الکریم، سورۃ تحریم، آیت نمبر 7)

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''ہاں! اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ بھی تو ارشاد فرمایا ہے!''

''پھر ہم ان لوگوں کو بچالیں گے جو ڈرتے تھے اور ظالموں کو اس میں گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔''

(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 285)

ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام و تابعین کرام نے تعلیم حاصل کی۔ ان میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں!

حضرت عبداللہ بن عمر، حمزہ بن عبداللہ، مطلب بن ابی وداعہ، عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام، عبداللہ بن صفوان بن امیہ، عبدالرحمٰن تیتر بن شکل، صفیہ بنت ابی عبیدہ (زوجہ عبداللہ بن عمر) حارثہ بن وہب، ام بشر انصاریہ رضوان اللہ علیہم۔

تدوینِ حدیث میں بھی ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا بڑا ہاتھ ہے۔ حضرت عمر و بن رافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ام المومنین کیلئے مصحف لکھا کرتا تھا۔

کتب احادیث میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے ساٹھ احادیث مروی ہیں، چار متفق علیہ ہیں، چھ مسلم شریف میں ہیں اور باقی دیگر کتب احادیث میں موجود ہیں۔

فضائل اور عاداتِ کریمانہ، فضائل و محاسن:

1: ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے کروایا۔ چنانچہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بے التفاتی کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''اللہ تعالیٰ نے عثمان کا نکاح تیری بیٹی سے زیادہ اچھی عورت سے کر دیا ہے اور تیری بیٹی کا نکاح عثمان سے زیادہ اچھے آدمی سے کر دیا ہے۔''

2: سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا دنیا و آخرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں۔ چنانچہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو پیغام دے کر بھیجا!

"میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دو کہ اس طلاق سے رجوع کر لیں کیونکہ حفصہ رضی اللہ عنہا جنت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہوں گی۔"

دُنیا میں اور جنت میں مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہونا بہت بڑی فضیلت ہے۔

3: ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے خاندان کے سات آدمیوں نے جنگ بدر میں شرکت کی یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ وہ سات افراد یہ ہیں!

آپ رضی اللہ عنہا کے والد گرامی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، آپ کے چچا حضرت زیاد رضی اللہ عنہ، آپ کے شوہر حضرت حنیس رضی اللہ عنہ، آپ کے تین ماموں حضرت عثمان بن مظعون، حضرت عبداللہ بن مظعون، حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہم اور ان کے ماموں کے بیٹے حضرت سائب بن عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ۔

4: ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی طویل نمازوں کی گواہی اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے دی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام دیا!

"اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ حفصہ سے رجوع فرمالیں کیونکہ وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والی، بہت زیادہ نماز پڑھنے والی اور بہت زیادہ پرہیز گار خاتون ہے۔"

5: وصال کے وقت بھی حضرت ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا روزے کی حالت میں تھیں۔

6: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے اجزاء کو جمع کر کے حضرت ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھوا دیا۔ جو تا زندگی آپ رضی اللہ عنہا کے پاس رہے۔ یہ وہ اعزاز ہے جو کسی اور زوجہ کے حصے میں نہیں آیا۔

7: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی جو نقلیں تیار کروائیں وہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے نسخہ کو دیکھ کر تیار کی گئیں۔ ہمارے پاس جو قرآن پاک کے نسخے ہیں وہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے نسخے کے عین مطابق ہیں۔

8: ام المومنین حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بہت بڑی علامہ اور فقیہ تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی تعلیم کا خود انتظام فرمایا اور حضرت شفاء بنت عبداللہ عدویہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ ان کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔

9: اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھی صریح مخاطب فرمایا ہے۔ یہ اعزاز کسی اور خاتون کو حاصل نہیں ہے۔

10: ام المومنین سیدہ عائشہ حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرماتی ہیں۔!

''جس طرح آپ کے والد گرامی حضرت عمر فاروق مضبوط ارادے کے مالک ہیں ویسی ہی ان کی صاجبزادی حضرت سیدہ حفصہ بھی مضبوط ارادے کی مالکہ ہیں۔''

11: ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا دینی مسائل پوچھنے اور بات کرنے میں بہت جری تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا قرآنِ مجید کی آیات سے نقاط نکالتی رہتیں اور جس بات میں کچھ مشکل محسوس کرتیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا جھجک پوچھ لیتیں۔

12: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو خبر دے دی تھی کہ میرے بعد حضرت ابوبکر اور ان کے بعد تمہارے والد عمر فاروق لوگوں کے امیر ہوں گے۔

13: ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے وصال سے قبل اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو وصیت کی کہ میری تمام جائیداد فروخت کر کے اللہ کی راہ میں تقسیم کر دینا۔

(عیون الاثر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 396)

اخلاق وعادات:

1: ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو امت میں اختلاف سے سخت نفرت تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ مبارکہ میں جب جنگ صفین کا واقعہ پیش آیا اور اس کا خاتمہ تحکیم پر ہوا تو آپ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس کو فتنہ سمجھ کر گوشہ نشین ہونا چاہتے تھے۔ کیونکہ قاتلانِ عثمان سے قصاص لینے کے سلسلہ میں حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی گفتگو منافقین کے ہنگامے کی نظر ہو گئی تھی۔ ایک دن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی بہن حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس

آئے اور کہا!

"آپ دیکھ رہی ہیں کہ لوگوں کا کیا حال ہے۔؟ اس لیے میں اس معاملے سے گوشہ نشیں ہونا چاہتا ہوں۔"

سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا!

"گو کہ اس شرکت میں تمہارا کوئی فائدہ نہیں ہے تاہم اس کوشش میں تمہیں شریک رہنا چاہیے کیونکہ لوگوں کو تمہاری رائے کا انتظار ہوگا اور مجھے ڈر ہے کہ تمہارے نہ جانے سے اور گوشہ نشینی اختیار کرنے سے ان میں اختلاف پیدا ہو جائے گا۔"

چنانچہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے سمجھانے پر اس معاملہ کی اصلاح میں شریک رہے۔

(الصحیح البخاری، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 589)

2: مدینہ طیبہ میں صیاد نامی ایک شخص تھا اس میں دجال کی بہت سی علامات پائی جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کے متعلق کچھ شک تھا۔ ایک دن اس کی حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سرِ راہ ملاقات ہو گئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھنا بھی گوارا نہ کیا لیکن وہ آپ کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ اس پر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے سخت سست کہا۔ اس پر وہ اس قدر پھولا کہ سارا راستہ بند ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ چونکہ بہت بہادر اور زاہد تھے اس لیے اس کو مارنا شروع کر دیا۔ اس بات کی خبر جب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا!

"تمہیں اس سے کیا غرض۔؟ اس کو چھوڑ دو۔ تمہیں پتہ نہیں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دجال کے خروج کا محرک اس کا غصہ ہوگا۔"

(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 283)

3: ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان بہ [illegible] تھا اور یہ ہر کام باہمی مشاورت سے کرتی تھیں لیکن مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ [illegible] میں زیادہ حصہ حاصل کرنے کیلئے ان میں کبھی کبھار رشک و رقابت کا اظہار ہو

جاتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا دونوں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں شریک تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کے ساتھ ساتھ چلتے اور ان سے باتیں کرتے رہتے۔ ایک روز سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا!

”آج رات میں تمہارے اونٹ پر اور تم میرے اونٹ پر سوار ہوگی۔“

اس پر وہ راضی ہوگئیں۔ چنانچہ ان دونوں نے اپنے اپنے اونٹ بدل لیے۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا کہ اس میں عائشہ رضی اللہ عنہا نہیں بلکہ حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے باتیں کرنے لگے۔ جب یہ قافلہ منزل پر پہنچا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا تو اپنے پاؤں کو اذخر (یہ ایک قسم کی گھاس ہوتی ہے) کے درمیان لٹکا کر کہنے لگیں!

”اے اللہ! کسی سانپ یا بچھو کو مقرر کر کہ وہ مجھے ڈس جائے۔“

وصال:

حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے شعبان 45 ہجری میں مدینہ طیبہ میں تریسٹھ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ یہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہا کا دور خلافت تھا۔ مدینہ کے گورنر مروان بن الحکم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور کچھ دیر تک جنازے کو کندھا بھی دیا۔ پھر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جنازے کو قبر تک لے گئے۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ابن عمر کے صاحبزادوں حضرت عاصم، حضرت سالم، حضرت عبداللہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو قبر میں اتارا۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 86) (المستدرک للحاکم، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 15) (العیون الاثر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 296) (اسد الغابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 67) (الاستیعاب، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 1812) (تہذیب الاسماء والصفات للنووی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 339)

(6)

اُمُّ المومنین سیّدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

مختصر تعارف:

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں چھٹا نمبر ہے۔ آپ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد تھیں۔ آپ خود اپنے نکاح کے ولی ہونے کے اعتبار سے تمام ازواج مطہرات میں ممتاز ہیں۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر ازواج سے کہا کرتیں!

> "لَیْسَتِ امْرَءَۃٌ مِّنْھُنَّ اِلَّا زَوَّجَھَا اَبُوْھَا اَوْاَخُوْھَا اَوْاَھْلِھَا غَیْرِیْ زَوَّجَنِیَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَاءِ"

> "میری علاوہ تم میں سے ایسی کوئی بھی عورت نہیں مگر اس کی شادی یا تو اس کے باپ یا اس کے بھائی یا اہل خاندان نے کی مگر میری شادی کا آسمان سے خود اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ اہتمام فرمایا۔"

حضرت سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا وہ عظیم الرتبت خاتون ہیں جن کی وجہ سے اسلام سے دو ایسی رسموں کا قلع قمع ہوا جو اسلامی مزاج کے تحت خلاف تھیں۔ ان میں ایک تو غلام اور آزاد، غریب اور مالدار، صاحب نسب اور غلام کے درمیان تمیز کا خاتمہ کر کے سب کو مساوی حقوق عطا کرنا اور دوسرا اپنے متبنٰی بیٹے کی بیوی سے بعد از طلاق نکاح کرنا شامل تھا۔ جس کو عرب بہت برا خیال کرتے تھے۔

نام وکنیت:

ام المومنین کا پہلا نام برہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تبدیل کر کے زینب رکھا۔ آپ کی کنیت ام الحکم تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا قریش کے خاندان اسد بن خذیمہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا اعلان نبوت سے سترہ سال قبل مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔

سلسلہ نسب:

آپ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام جحش بن راب تھا۔ والد کی طرف سے آپ رضی اللہ عنہا کا نسب نامہ کچھ یوں ہے!

زینب بنت جحش بن راب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خذیمہ۔

آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام امیمہ تھا جو جناب عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں۔ اس طرح آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد محترم حضرت عبداللہ اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی والدہ امیمہ دونوں جناب عبدالمطلب کی بیوی فاطمہ بنت عمرو مخزومی کے بطن سے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ امیمہ کے اسلام لانے میں اختلاف ہے۔

(الصحیح المسلم، حدیث نمبر 2142) (الصحیح البخاری، باب الارب الالمفرد، حدیث نمبر 821)

ابتدائی حالات:

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا قریش کے معزز ترین خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کو اسلام کے ابتدائی زمانہ میں دولت اسلام سے مالا مال ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا دین داری، پرہیز گاری، زہد و تقویٰ اور حق گوئی میں ممتاز مقام رکھتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی تھے۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام اور متبنیٰ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔

نکاحِ اول:

1: جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی عمر تقریباً سات سال تھی تو ان کی والدہ ان کو ساتھ لے کر اپنے میکے ملنے جا رہی تھیں کہ راستے میں ڈاکوؤں نے قافلے کو لوٹ لیا اور سب مال و اسباب کے ساتھ ساتھ لوگوں کو بھی غلام بنا لیا۔ ان میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ ڈاکوؤں نے آپ رضی اللہ عنہ کو مکہ میں آ کر فروخت

کر دیا۔ آپ کو حضرت ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حکیم بن خزام نے چار سو درہم میں خرید لیا اور پھر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تو انہوں نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا والد ایک شاعر تھا اور اپنی قوم بنی کلب کے اشراف میں سے تھا۔ وہ اپنے چچا کے ساتھ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو تلاش کرتا ہوا مکہ پہنچ گیا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کی مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجودگی سے آگاہ ہو گیا۔ جب وہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا!

"يَا ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَا ابْنَ سَيِّدِ قَوْمِهِ أَنْتُمْ جِيْرَانُ اللّٰهِ تَفُكُّوْنَ الْعَانِيَ، وَتُطْعِمُوْنَ الْجَائِعَ، وَقَدْ جِئْنَاكَ فِي ابْنِنَا فَتُحْسِنُ إِلَيْنَا فِي فِدَائِهِ"

"اے عبدالمطلب کے بیٹے! اپنی قوم کے سردار! تم خدا کے پڑوسی ہو! تم قیدیوں کو چھڑاتے ہو! بھوکوں کو کھلاتے ہو! ہم اپنے بیٹے لیے حاضر ہوئے ہیں!"

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"میں اسے بلاتا ہوں اور اسے اختیار دیتا ہوں اگر وہ تمہیں اختیار کر لے تو تمہارا اور اگر مجھے اختیار کر لے تو میرا اور جو مجھے اختیار کر لے تو میں اس پر ہرگز کسی کو اختیار نہیں دیتا۔"

انہوں نے اس بات کو قبول کر لیا جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور انہیں اختیار دیا گیا تو انہوں نے اپنے والدین کی بجائے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کیا۔ اس وقت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے سامنے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو آزاد کر دیا اور اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا۔ اس دن سے آپ رضی اللہ عنہ زید بن حارثہ کی جگہ زید بن محمد کے نام سے مشہور ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک سیاہ فام غلام سے سفید فام اور عرب لوگوں کا سردار بنا دیا اور جب مواخات قائم فرمائیں تو حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنے چچا حضرت حمزہ رضی

اللہ عنہ کا بھائی بنایا۔ یہ ظلم و جبر کی پستی ہوئی اس مخلوق پر اتنا بڑا احسان ہے جس کی مثال دینے سے تاریخ عالم قاصر ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نکاح اپنی پھوپھی زاد حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کر دیا تا کہ غلام اور آقا، امیر اور غریب، اعلیٰ نسب اور ادنیٰ نسب وغیرہ کی تمام تمیزات ختم ہو جائیں۔

جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بالغ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح اپنی باندی برکہ (ام ایمن) سے کر دیا۔ ام ایمن حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی ملکیت تھیں۔ ان کے وصال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں آئیں۔ یہ ابتدائی دور میں ہی اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئیں۔ مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت بھی کی۔ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی قدر و منزلت اور بڑی عزت و احترام فرمایا کرتی تھیں۔ ان کے بطن سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے جو کہ بہت جلیل القدر صحابی تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے دوسرے نکاح کا پیغام اپنی پھوپھی زاد حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کیلئے بھیجا لیکن انہوں نے اور ان کے بھائی حضرت عبداللہؓ بن جحش رضی اللہ عنہ نے صاف انکار کر دیا کہ ایک اعلیٰ نسب کا نکاح ایک آزاد کردہ غلام سے کیونکر ہو سکتا ہے؟

عرب کا یہ دستور تھا کہ غلام سے مناکحت کو اپنے لیے ننگ و عار سمجھا جاتا تھا۔ چونکہ اسلام بڑے اور چھوٹے اعلیٰ نسب اور غلام کے درمیان تفریق کو ختم کرنا چاہتا تھا اس لیے اس نکاح کو مثال بنانا مقصود تھا۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرما دی!

> "وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا٥"

(القرآن المجید، پارہ 22، سورۃ احزاب، آیت نمبر 36)

> "کسی بھی مومن مرد یا عورت کیلئے یہ گنجائش نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دیں پھر ان کو اس کام میں کوئی اختیار باقی رہے، جو اللہ اور اس کے حکم سے روگردانی کرے وہ کھلم کھلا گمراہی میں جا پڑا۔"

جب اس آیت مبارکہ کی خبر حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو وہ فوراً اس نکاح کے لیے تیار ہو گئے۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کر دیا اور ان کا مہر دس دینار، ساٹھ درہم، چار کپڑے، پچاس مد غلہ اور تیس صاع کھجوریں مقرر کیا۔ نکاح کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہنے لگیں۔ چونکہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اس نکاح کو پسند نہیں کرتی تھیں اور اپنے اعلیٰ نسب ہونے کا اظہار کرتی تھیں اس لیے ابتدائی دنوں سے ہی دونوں میاں بیوی کے درمیان رنجش شروع ہو گئی۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بے اعتنائی کا شکوہ کیا کرتے اور اکثر کہتے کہ میں نے زینب کو چھوڑ دینا ہے، لیکن مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم طلاق دینے سے منع کرتے اور فرماتے!

’’تم نے میری خاطر اس تعلق کو قبول کیا ہے اس لیے اسے چھوڑنے سے مجھے ندامت ہوگی۔‘‘

المختصر! بار بار کی لڑائی سے تنگ آ کر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے باوجود حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ یہ شادی بمشکل ایک سال قائم رہ سکی۔ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی اس وقت آپ کی عمر 34 سال اور طلاق کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر 35 سال تھی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بار بار طلاق دینے سے منع فرماتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید فرقان حمید فرماتا ہے!

’’وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ اَمْسِکْ عَلَیْکَ زَوْجَکَ وَاتَّقِ اللّٰہَ‘‘

(القرآن المجید، پارہ نمبر 22، سورۃ احزاب، آیت نمبر 37)

’’اور جب تم اس شخص سے جس پر خدا نے اور تم نے احسان کیا تھا تم یہ کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو نکاح میں لیے رہو اور خدا سے ڈرتے رہو۔‘‘

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تو کچھ عرصہ بعد مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا نکاح ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔ ان سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک لڑکی رقیہ رضی اللہ عنہا اور ایک لڑکا زید بن زید رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

حرمِ نبوی میں:

جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی اور ان کی عدت پوری ہو چکی تو اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ زینب سے نکاح فرمالیں۔ چونکہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا ہوا تھا اس لیے آپ علیہ السلام منافقین کی باتوں سے پس و پیش فرما رہے تھے۔ عرب میں یہ رواج تھا کہ جس طرح حقیقی بیٹے کی بیوی سے نکاح نہیں ہو سکتا ویسے ہی منہ بولے بیٹے کی بیوی سے بھی نکاح نہیں ہو سکتا تھا اور سگے بیٹے کی طرح وہ بھی جائیداد اور دیگر معاملات میں وارث ہوتا۔ اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار اور خاص کر منافقین کی باتوں کی وجہ سے اس نکاح میں دیر فرما رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کا دوسرا حصہ نازل فرمایا!

”وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَ النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ“

(القرآن المجید، پارہ 22، سورۃ احزاب، آیت 37)

”اور آپ مخفی رکھے ہوئے تھے اپنے دل میں وہ بات جس کو اللہ تعالیٰ فرمانے والا تھا اور آپ کو اندیشہ تھا لوگوں (کے طعن و تشنیع) کا حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔“

امام زین العابدین بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم اجمعین فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی وجہ سے جس بات کو چھپا رہے تھے وہ یہ تھی!

”مَا اَوْحَى اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ اِلَيْهِ اَنْ زَيْنَبَ سَيُطَلِّقُهَا زَيْدٌ وَيَتَزَوَّجُهَا عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ“

(تفسیر روح المعانی، جلد نمبر 22، صفحہ نمبر 24)

"اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی فرمائی کہ حضرت زید حضرت زینب کو طلاق دے دیں گے اور آپ ان سے نکاح فرمائیں گے۔"

دوسری بات جو مفسرین نے بیان کی ہے وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منافقین اور کفار کی طعن تشنیع کی وجہ سے یہ نکاح نہیں فرما رہے تھے کہ وہ کیا کہیں گے کہ محمد نے اپنے متبنیٰ کی بیوی سے نکاح کر لیا، لیکن جب آیت کا یہ حصہ نازل ہوا تو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام نکاح کیلئے حضرت زید رضی اللہ عنہ کا ہی انتخاب کیا۔ اس انتخاب میں ایک حکمت تو یہ تھی کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنی مرضی سے طلاق دی ہے۔ چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انہیں پیغام نکاح دیا تو انہوں نے اسی وقت کہا!

"میں اس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتی جب تک میں اپنے پروردگار سے مشورہ (استخارہ) نہ کرلوں۔"

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا استخارہ کیلئے مصلی پر کھڑی ہو گئیں۔ علماء فرماتے ہیں چونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اس بارے میں اپنے عزیز یا رشتہ دار سے مشورہ طلب نہیں کیا تھا بلکہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے رجوع کیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص ولایت سے فرشتوں کی موجودگی میں آپ کا نکاح مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا اور تمام آسمانوں پر اس کا اعلان بھی فرما دیا۔ اب باری زمین پر اس نکاح کے اعلان کی تھی چنانچہ اللہ رب العزت نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمادی!

"فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝"

(القرآن المجید، سورۃ احزاب، پارہ نمبر 22، آیت نمبر 37)

"پھر جب پوری کرلی زید نے اسے طلاق دینے کی خواہش تو ہم نے اس

سے آپ کا نکاح کر دیا تا کہ ایمان والوں پر کوئی حرج نہ ہو اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں جب وہ طلاق دے دیں اور اللہ کا حکم تو ہر حال میں ہو کر رہتا ہے۔"

جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم متبسم ہوئے اور فرمایا!

"کون ہے جو حضرت زینب کے پاس جائے اور انہیں بشارت دے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں پر ان کا نکاح مجھ سے کر دیا ہے۔"

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا بھاگی ہوئی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچی اور انہیں یہ خوشخبری سنائی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اتنا خوش ہوئیں کہ اپنا سارا زیور جو اس وقت آپ نے پہن رکھا تھا سلمہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا، سجدہ شکر ادا کیا اور یہ منت مانی کہ اس نعمت کے ملنے پر دو ماہ کے روزے رکھوں گی۔

(الاصابہ، رواہ ابن سعد عن ابن عباس، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 313)

نکاح کے بعد اللہ رب العزت نے فرمایا!

"مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ○"

"اور محمد تم مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔"

(پارہ 22، سورۃ احزاب، آیت 40)

اور ساتھ ہی ساتھ یہ حکم بھی دے دیا کہ "اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ" کہ لوگوں کو ان کے حقیقی باپ کی نسبت سے پکارا کرو۔ اس کے بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ کو زید بن محمد نہیں بلکہ زید بن حارثہ کے نام سے پکارا جانے لگا۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح ہو جانے کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور بغیر اجازت کے گھر میں داخل ہو گئے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے بغیر خطبہ اور بغیر گواہ کے میرے ساتھ نکاح

فرمالیا ہے؟“

تو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

”تیرے ساتھ میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر کر دیا ہے اور جبرائیل اور دوسرے فرشتے اس نکاح کے گواہ ہیں۔“

(الصحیح المسلم، حدیث نمبر 1428) (السنن النسائی، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 79)

(مسند امام احمد، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 195)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی تو مجھے خیال ہوا کہ زینب بنت جحش میں حسن و جمال تو پہلے سے موجود ہے اب وہ اس بات پر بھی فخر کریں گی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نکاح آسمانوں پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہے۔

(الاصابہ بترجمہ زینب، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 313)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہونے کے بعد مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا!

”تمہارا نام کیا ہے؟“

سیدہ نے جواب دیا!

”میرا نام برہ ہے۔“

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کا نام تبدیل کر کے زینب رکھ دیا۔

(الصحیح المسلم، حدیث نمبر 2142) (البیہقی، فی الاداب، حدیث نمبر 611)

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آسمانوں پر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح اللہ رب العزت نے فرمایا اور زمین پر آپ رضی اللہ عنہا کا خطبہ نکاح آپ کے بھائی ابو احمد بن جحش نے پڑھا۔

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح تین، چار یا پانچ ہجری میں ہوا۔

(ابن عبد البر فی الاستیعاب، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 1849)

(البیہقی فی دلائل النبوہ، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 467)

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا حق مہر چار سو درہم مقرر فرمایا۔

ولیمہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو میری والدہ ام سلیم (جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ میں خالہ لگتی تھیں) نے مالیدہ بنایا اور اس کو ایک طشت میں رکھ کر مجھے کہا!

"انس! اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ اور عرض کرنا میری والدہ نے بھیجا ہے، وہ آپ کو سلام کہتی ہیں اور عرض کرتی ہیں کہ یہ ہماری طرف سے ایک قلیل سا ہدیہ ہے قبول فرمائیں۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

"میں وہ مالیدہ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنی والدہ کی طرف سے سلام پیش کیا اور اس قلیل سے ہدیہ کو قبول کرنے کی درخواست کی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول کیا اور فرمایا!

"اسے یہاں رکھ دو۔ فلاں فلاں کو لے آؤ اور راستے میں جو بھی ملے اسے بھی بلا لانا۔"

چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا کہ جن جن کے نام لیے گئے تھے انہیں بھی اور جو کوئی راستہ میں ملا میں اسے بھی بلا لایا۔ جب وہ سب آ گئے تو صفہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حجرہ بھر گیا۔"

راوی نے پوچھا ان کی تعداد کتنی تھی تو حضرت انس رضی اللہ عنہا نے بتایا!

"تین سو یعنی تین ہزار۔"

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"انس! وہ طشت لاؤ۔"

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"دس دس کا حلقہ بنا لو اور ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے۔"

چنانچہ تمام لوگوں نے کھانا شروع کیا اور سب سیر ہو گئے۔ ایک گروہ داخل ہوتا اور سیر ہو کر باہر نکلتا پھر دوسرا، پھر تیسرا، یہاں تک کہ سب نے سیر ہو کر کھایا۔ پھر محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا!

"انس! اب طشت کو اٹھا لو۔"

جب میں نے اس کو اٹھایا تو میں نہیں سمجھتا کہ جب میں نے اسے رکھا تھا اس وقت وہ مالیدہ زیادہ تھا یا جب میں نے اسے واپس اٹھایا اس وقت۔"

(بخاری شریف حدیث نمبر ۵۱۶۳، مسلم شریف حدیث نمبر ۱۴۲۸، نسائی شریف جلد ۶ صفحہ ۱۳۶)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کا ولیمہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے اہتمام کے ساتھ فرمایا کہ ایسا ولیمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی کسی زوجہ کا نہیں ہوا تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بیوی کے ولیمہ میں اس قدر اہتمام نہیں فرمایا۔ آپ نے ایک بکری کو ذبح کیا اور لوگوں کو پیٹ بھر کر گوشت روٹی کھلائی۔ لوگ کھانا کھا کر چلے گئے لیکن تین اشخاص وہیں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شدید حیا کی وجہ انہیں تو کچھ نہیں کہا لیکن خود مجلس سے اٹھ کر ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں چلے گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نکاح کی مبارک باد دی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پھر واپس تشریف لائے تو یہ تینوں ابھی بھی بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ اسی حجرے میں امیر المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بھی دیوار کی طرف منہ کرکے بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پھر باہر تشریف لے گئے اور باری باری تمام ازواج کے پاس تشریف لے گئے۔ تمام ازواج مطہرات نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارکباد دی۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو تب یہ تینوں واپس چلے گئے تو اللہ رب العزت نے آیت حجاب نازل فرمائی!

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ
اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا
طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ
یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا

سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 22، سورۃ احزاب، آیت نمبر 53)

"اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں بلا اجازت نہ چلے آیا کرو اور نہ کھانے کا وقت تاکتے ہو، اگر تمہیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ پھر جب کھانا کھا چکو تو چلے جاؤ اور باتوں میں نہ لگ جاؤ کیونکہ اس بات سے نبی کو تکلیف پہنچتی ہے۔ سو وہ تمہارے لحاظ میں کچھ نہیں کہتے مگر اللہ تعالیٰ کو حق بات کہنے میں کوئی شرم نہیں اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کی آڑ سے مانگو۔"

(الصحیح البخاری، حدیث نمبر 4791)(الصحیح المسلم، حدیث نمبر 1428)

(السنن الترمذی، حدیث نمبر 3215)

آیت حجاب ذی قعدہ 5 ہجری میں نازل ہوئی اس حساب سے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذیقعدہ 5 ہجری میں ہوا۔ نکاح کے وقت سیدہ رضی اللہ عنہا کی عمر 35 سال تھی۔ آیت حجاب کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواج مطہرات کے حجروں میں پردے ڈلوا دیئے۔

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا جب حرم نبوی میں داخل ہوئیں تو دیگر ازواج کی طرح مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لگ گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی محبت فرماتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ رضی اللہ عنہا کی بڑی خاطرداری فرماتے تھے۔

ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتی تھیں۔!

"مجھے تین باتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ناز ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی اور بیوی اس بارے میں ناز نہیں کرسکتی۔

1: میرے جدامجد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد ایک ہیں۔

2: میرا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر کیا۔

3: میرے معاملے میں سفیر جبرائیل امین علیہ السلام تھے۔

(خصائص النبوۃ للسیوطی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 246) (تفسیر طبری، جلد نمبر 22، صفحہ نمبر 14)

فضائل ومناقب:

1: ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی سب سے بڑی فضیلت تو یہ ہے کہ ان کا نکاح مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خود اللہ رب العزت نے اپنی خاص ولایت سے آسمانوں پر فرمایا اور اس نکاح کے گواہ حضرت جرائیل اور دیگر فرشتے علیہم السلام تھے۔

2: آپ رضی اللہ عنہا کے نکاح کی وجہ سے زمانۂ جاہلیت کی ایک قدیم اور بری متبنیٰ کی رسم مٹ گئی اور اللہ رب العزت نے حکم فرما دیا کہ لوگوں کو ان کے اصل باپ کی نسبت پکارا جائے۔

3: آپ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے ظلم وستم اور ذلت میں گری ہوئی قوم غلام کو ایک آزاد اور صاحب نسب وحشمت انسان کے برابر درجہ عطا کر دیا گیا اور غلام وآقا کے درمیان تمام تمیزات کا خاتمہ کر دیا گیا۔

4: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد شاندار ولیمہ کا اہتمام کیا اور کم وبیش تین سو افراد کو گوشت روٹی اور مالیدہ سے پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جو کہ کسی اور زوجہ محترمہ کیلئے نہ تھا۔

5: مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ رضی اللہ عنہا کے جدامجد ایک تھے یعنی جناب عبد المطلب رضی اللہ عنہ۔

6: سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے نکاح کے موقع پر پردہ کا حکم نازل ہوا۔

7: صدقہ وخیرات میں آپ رضی اللہ عنہا بے مثال تھیں۔ اسی وجہ سے آپ کا گھر ''ماوی المساکین'' کے نام سے مشہور تھا۔

8: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں! ''مرتبہ ومقام میں زینب بنت جحش میرا مقابلہ کرتی تھیں اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک میری ہم پلہ تھیں۔''

9: سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا زہد وتقویٰ کا ایک پہاڑ تھیں اس کا اعلان مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انہیں اواہ کہہ کر فرمایا۔

10: ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو عبادت و ریاضت کا خاص ذوق تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ رب تعالیٰ کی عبادت کیا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ اپنے گھر میں تشریف لائے تو سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو نماز اور دعا میں مشغول پایا۔ اس پر مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ''یہ بڑی نرم دل ہے۔'' اسی طرح جب حضرت زید رضی اللہ عنہا آپ رضی اللہ عنہا کے پاس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام نکاح لے کر آئے تو آپ رضی اللہ عنہا استخارہ کرنے میں مشغول ہو گئیں۔

11: ام المومنین سیدہ ام سلمہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرماتی ہیں! ''بے شک وہ بڑی نیک، بڑی روزے رکھنے والی، بڑی تہجد گزار اور بڑی کمانے والی تھیں۔ جو کماتی تھیں سارے کا سارا مساکین پر صدقہ کر دیتی تھیں۔''

12: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتی ہیں! ''میں نے کوئی عورت زینب سے زیادہ دیندار، زیادہ پرہیزگار، زیادہ راست گفتار، زیادہ فیاض، زیادہ سخی، زیادہ مخیر اور خدا تعالیٰ کی رضا جوئی میں زیادہ سرگرم نہیں دیکھی۔ صرف مزاج میں ذرا تیزی تھی جس پر ان کو بہت جلد ندامت بھی ہوتی تھی۔''

زہد و تقویٰ اور سخاوت

1: ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے زہد اور تقویٰ کی گواہی ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یوں دی کہ جب واقعہ افک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا سے میرے (سیدہ عائشہ) کے بارے میں پوچھا تو سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنی آنکھوں اور کانوں کو بچاتی ہوں۔ اللہ کی قسم! میں سوائے بھلائی کہ عائشہ کے متعلق کچھ نہیں جانتی۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے زہد اور تقویٰ نے انہیں میرے عیب (میری تہمت) کرنے سے بچالیا۔

2: ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے زہد اور تقویٰ کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضرت زید رضی اللہ عنہا کیلئے نکاح کا پیغام دیا تو انہوں نے انکار کردیا کیونکہ وہ انہیں پسند نہیں کرتی تھیں اور اپنے اعلیٰ نسب اور ان کے غلام ہونے کا بھی خیال کرتی تھیں۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ایک سیاہ فام تھے اور آپ رضی اللہ عنہ بہت حسین وجمیل تھیں لیکن جیسے ہی آیت مبارکہ نازل ہوئی فوراً آپ رضی اللہ عنہا نے اپنی ناپسندیدگی کے باوجود اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سر تسلیم خم کردیا۔

3: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرماتی ہیں!

"زینب بنت جحش مرتبہ میں میرا مقابلہ کرتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک وہ میری ہم پلہ تھیں۔ میں ان سے بڑھ کر کسی عورت کو دیندار، خدا سے ڈرنیوالی، سب زیادہ سچ بولنے والی، سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی اور سب سے زیادہ صدقہ وخیرات کرنے والی نہیں دیکھی۔"

(الصحیح المسلم، حدیث نمبر 2442) (السنن النسائی، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 46)

(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 101)

4: ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

"ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین میں مال تقسیم فرمارہے تھے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اس معاملے میں بول پڑیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہا نے انہیں جھڑک دیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"اے عمر! انہیں کچھ مت کہو کیونکہ یہ بڑی "اواہ" ہیں۔"

ایک شخص نے عرض کیا!

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اواہ کے کیا معنی ہیں؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''اواہ'' کے معنی خاشع اور متضرع ہیں۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی!

''وَاِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ''

(القرآن المجید، سورۃ ھود، آیت نمبر 75)

''بے شک ابراہیم بڑے بردبار، نرم دل اور خدا کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔''

(عیون الاثر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 398) (اسد الغابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 127)

5: ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرماتی ہیں!

''زینب بنت جحش بڑی نیک، بڑی روزے رکھنے والی، بڑی تہجد گزار تھیں اور بڑی کمانے والی تھیں اور جو کماتی تھیں سب کا سب مساکین میں صدقہ کر دیتی تھیں۔''

(الاصابہ، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 313)

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا چمڑے اور کپڑے پر دستکاری کرتیں اور چمڑا پکا کر مال حاصل کرتی اور راہ خدا میں صرف کر دیتیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

''میں نے زینب بنت جحش سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والی، سب سے زیادہ صدقہ خیرات کرنے والی، سب سے زیادہ محنت کر کے صدقہ کرنے والی اور اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے والی عورت نہیں دیکھی۔''

(اسد الغابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 126) (الاستیعاب، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 1850)

7: ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اتنی فیاض تھیں کہ ہر وقت غرباء اور مساکین کی سرپرستی فرماتی رہتی تھیں۔ آپ جو کچھ بھی پاتیں سب کس سب غرباء اور مساکین میں تقسیم فرما دیتیں۔ اسی وجہ سے آپ کا گھر ''مادی المساکین'' (مسکینوں کا ٹھکانہ) کہلانے لگا۔

آپ رضی اللہ عنہا کی سخاوت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''اَسْرَعُكُنَّ لَحَاقًا بِيْ اَطْوَلُكُنَّ يَدًا''

''تم میں سے جو سب سے لمبے ہاتھ والی ہے وہ مجھ سے سب سے پہلے ملے گی۔''

(الصحیح البخاری، حدیث نمبر 1420) (الصحیح المسلم، حدیث نمبر 2452)

8: برزہ بنت رافع کہتی ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہا نے جب پہلی مرتبہ سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو وظیفہ بھیجا تو یہ سمجھیں کہ یہ سب ازواج کا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

''اللہ عمر کی مغفرت کرے! میری نسبت وہ اسے تقسیم کرنے پر زیادہ قادر ہیں۔''

لوگوں نے بتایا!

''یہ سب آپ کا ہے۔''

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

''سبحان اللہ!''

پھر اپنے اور اس مال کے درمیان پردہ ڈال دیا۔ پھر مال لانے والے سے فرمایا!

''اسے یہاں ڈھیر کر دو اور اس پر کپڑا ڈال دو۔''

پھر مجھے (برزہ بنت رافع راوی حدیث) کو فرمایا!

''اپنا ہاتھ اس کپڑے کے نیچے لے جا اور جتنا ہاتھ میں آئے اسے فلاں بن فلاں کو دے آؤ۔''

آپ رضی اللہ عنہا اسی طرح فرماتی رہیں کہ یہ مال فلاں یتیم کو فلاں مسکین کو دے آ۔ جب برائے نام مال رہ گیا تو میں نے (برزہ) عرض کیا!

''اے ام المومنین! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے! اس مال میں آخر ہمارا بھی کچھ حق ہے۔''

اس پر ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

''اچھا جو کچھ بھی اس کپڑے کے نیچے ہے وہ تم لے لو۔''

جب آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بھیجا ہوا تمام وظیفہ اسی وقت تقسیم کر دیا تو اس کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ہو گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار درہم اور روانہ کیے اور پیغام دیا!

''ام المومنین! یہ ایک ہزار درہم میری طرف سے قبول کریں۔ بارہ ہزار تو آپ نے تقسیم کر دیئے یہ ایک ہزار تو کم از کم اپنی ضروریات کیلئے قبول فرمائیں۔''

اس پیغام کے باوجود حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وہ ایک ہزار بھی اسی وقت اللہ کی راہ

میں تقسیم کر دیئے۔

جب سارا مال تقسیم ہو چکا تو آپ رضی اللہ عنہا نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر عرض کیا!

"اَللّٰهُمَّ لَا يُدْرِكُنِيْ عَطَاءُ عُمَرَ بَعْدَ عَامِيْ هٰذَا"

''اے اللہ! اس سال کے بعد عمر کا وظیفہ مجھے نہ پائے۔''

چنانچہ سال گزرنے سے پہلے پہلے آپ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا۔

(صفۃ الصفوۃ، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 48) (حلیۃ الاولیاء، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 54)

(اصابہ، ترجمہ برزہ بنت رافع، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 254)

9: جب ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان الفاظ میں آپ کو خراج تحسین پیش کیا!

"لَقَدْ ذَهَبَتْ حَمِيْدَةٌ مُتَعَبِّدَةٌ مُفْزِعُ الْيَتَامٰى وَالْاَرَامِلَ"

''آپ اس حال میں دنیا سے رخصت ہوئیں کہ آپ عبادت گزار اور یتیموں اور بیوگان کی ملجا ماویٰ تھیں۔''

روایات:

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا بہت کم روایت کرتی تھیں۔ اس لیے احادیث کی کتابوں میں آپ رضی اللہ عنہا سے صرف گیارہ احادیث مروی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے جن راویوں نے روایت کی ہیں ان کے نام یہ ہیں!

سیدہ ام حبیبہ، سیدہ زینب بنت ابی سلمہ، حضرت محمد بن عبداللہ بن جحش اور کلثوم بن طلق رضی اللہ عنہم۔

وصال:

غیب دان نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا!

''میرے بعد تم ازواج میں سب سے پہلے مجھ سے وہ ملے گی جس کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں۔''

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لمبے ہاتھ فرمانے سے مراد صدقہ و خیرات میں زیادتی

تھی۔ چنانچہ سب سے زیادہ خیرات وصدقات کرنے والی ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا وصال سب سے پہلے ہوا۔ قاسم بن محمد کی روایت کے مطابق جب حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے وصال کا وقت آیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی کہ مجھے اس کفن میں دفنایا جائے جو کہ آپ نے خود اپنے لئے تیار کیا تھا اور پھر فرمایا!

”ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میرے لیے کفن بھیجیں تو اسے صدقہ کر دینا۔“

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کے وصال کے بعد پانچ کپڑے خوشبو لگا کر کفن کیلئے بھیجے جو آپ رضی اللہ عنہا کی وصیت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا کو بطور صدقہ دے دیئے گئے۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 115)

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے یہ بھی وصیت کی تھی کہ مجھے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تابوت پر اٹھایا جائے۔ اس سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس تابوت پر اٹھایا جا چکا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا وہ پہلی خاتون تھیں جن کو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تابوت پر اٹھایا گیا۔

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا وصال 20 ہجری میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک 53 سال تھی۔ خلیفہ وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

روایات کے مطابقت ام المومنین رضی اللہ عنہا کی تدفین کے لئے ایک خاص قسم کی کھاٹ بنائی گئی جس پر انہیں رکھا گیا اور کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا۔ خلیفۃ المسلمین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب اس کھاٹ کو دیکھا تو فرمایا!

”یہ کتنی اچھی اور کتنی ستر پوش ہے۔“

آپ رضی اللہ عنہا پہلی خاتون تھیں جن کیلئے اس طرح کی کھاٹ بنائی گئی۔ ام المومنین سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی لحد تیار کی جا رہی تھی تو گرمی بہت زیادہ تھی اس لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس جگہ پر خیمہ لگوا دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ پہلا خیمہ تھا جو بقیع میں کسی قبر پر لگوایا

گیا۔ جب جنازہ قبرستان میں لایا گیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا کو قبر میں خود اتارنے کا ارادہ ظاہر فرمایا لیکن جب دیگر ازواج مطہرات سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا!

''ان کو لحد میں وہی اتار سکتا ہے جو ان کا شرعی محرم ہے۔''

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا کو حضرت اسامہ بن زید، حضرت عبداللہ بن جحش، محمد بن عبد اللہ بن جحش اور عبداللہ بن ابی احمد بن جحش رضی اللہ عنہم نے لحد میں اتارا۔

جب سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

''افسوس! آج ایسی عورت گزر گئی جو بڑی پسندیدہ اوصاف والی، عبادت گزار اور یتیموں اور بیواؤں کی ملجا و ماویٰ تھی۔''

(الصحیح البخاری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 191) (الصحیح المسلم، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 341)

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے سب کچھ اپنی زندگی میں ہی خیرات کر دیا تھا۔ صرف ایک مکان ہی آپ رضی اللہ عنہا کا ترکہ تھا جسے خلیفہ یزید بن عبدالملک نے پچاس ہزار درہم میں خرید کر مسجد نبوی شریف میں داخل کر دیا۔

* * *

(7)

اُمُّ المومنین سیّدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

تعارف:

ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا مصطفیٰ کریم علیہ السلام کی ازواج میں ساتویں نمبر پر ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا بہت دریا دل، غریب پرور، سخی اور مساکین کی خبر گیری کرنے والی خاتون تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا بھوکوں کو نہایت فیاضی کے ساتھ کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا زمانہ جاہلیت میں ہی ''ام المساکین'' (مسکینوں کی ماں) کے لقب سے پکاری جاتی تھیں۔

نام ونسب:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام زینب، لقب ام المساکین اور آپ کو ہلالیہ اور عامریہ کے ساتھ بھی پکارا جاتا تھا۔ کیونکہ آپ ہلال بن عامر بن صعصعہ کے خاندان سے تھیں جو کہ قبیلہ بنو عامر کی ایک شاخ تھی۔ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔

سلسلہ نسب:

1: زینب بنت خزیمہ بنت الحارث بن عبداللہ بن عمر بن عبدالمناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوزان بن منصور بن عکرمہ بن حصفہ بن قیس بن عیلان۔
آپ رضی اللہ عنہا کا نسب معد بن عدنان پر جا کر مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل جاتا ہے۔

2: آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ کا نام ہند تھا۔ ہند کا سلسلہ نسب یوں ملتا ہے!
''ہند بنت عوف بن الحارث بن حماطہ الحمیریہ۔ اس طرح آپ رضی اللہ عنہا ماں کی طرف سے ام المومنین سیدہ میمونہ کی بہن ہیں۔

(الاصابہ، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 315) (سیر اعلام النبلاء، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 218)

ولادت:

ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا اعلانِ نبوت سے چودہ سال قبل مکہ کرمہ میں پیدا ہوئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا خاندان بنو ہلال مکہ کا ایک بہت معزز خاندان تھا جو کہ بیلہ بنو عامر کی ایک شاخ تھے اور یہ شاخ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھی۔

کاح:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے سے قبل آپ رضی اللہ عنہا جن کے نکاح ں تھیں اس بارے میں بہت اختلاف ہے۔ حضرت قتادہ بن دعامہ کا قول ہے کہ حضور نبی کریم بلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے سے قبل آپ رضی اللہ عنہا اپنے چچا حارث بن عبدالمطلب کے بیٹے طفیل بن حارث کے نکاح میں تھیں۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 115)

ابن قلبی کا بیان ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے سے قبل طفیل بن حارث کے نکاح میں تھیں۔ انہوں نے آپ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تو ان کے بھائی عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا۔ یہ وہ بہادر شخص تھے جنہیں جنگ بدر میں سب سے پہلے زخم لگے۔ یہ اتنی بہادری اور بے خوفی سے لڑے کہ کفار ان کے مقابلہ میں آنے سے گھبرانے لگے۔ جب یہ زخمی ہو گئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین انہیں اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا سر اپنی ران مبارک پہ رکھا۔ میدانِ بدر سے واپسی کے بعد عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے ان زخموں کی وجہ سے جام شہادت نوش کیا۔

(الاصابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 673) (عیون الاثر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 396)

(مرشد المختار، لابن طولون، صفحہ نمبر 261)

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے سے قبل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی حضرت

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہا کے نکاح میں تھیں جو کہ ام المومنین حضرت سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے سگے بھائی تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ بہت جلیل القدر صحابہ کرام میں شامل تھے۔

(مستدرک حاکم، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 33) (دلائل النبوۃ، للبیہقی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 159) (عیون الاثر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 396) (الاستیعاب، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 1853) (جوامع السیرۃ، لابن حزم، صفحہ نمبر 33)

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ 3 ہجری کو جنگ اُحد میں شریک تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے میدانِ جنگ میں جانے سے قبل دعا مانگی!

''اے خالق کون و مکاں! مجھے ایسا مقابل عطا کر جو نہایت شجاع اور غضب ناک ہو، میں تیری راہ میں لڑتا ہوا اس کے ہاتھوں قتل ہو جاؤں اور وہ میرے ہونٹ ناک اور کان کاٹ ڈالے تا کہ جب میں تجھ سے ملوں تو تو مجھ سے پوچھے کہ اے عبداللہ! تیرے ہونٹ، ناک اور کان کیوں کاٹے گئے ہیں۔؟ تو میں عرض کروں! الٰہی! تیرے اور تیرے رسول کے لئے۔''

بارگاہِ رب العزت میں آپ کی دعا قبول ہوئی اور ہاتفِ غیبی کے ذریعے انہیں شہادت کی خوشخبری عطا کی گئی۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا!

''خدا کی قسم! میں دشمن سے لڑوں گا حتیٰ کہ وہ مجھے قتل کر کے میری لاش کا مثلہ کرے گا۔

چنانچہ جب میدانِ جنگ گرم ہوا تو حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اس جوش اور بہادری سے لڑے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک چھڑی دی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اس چھڑی کو لے کر جھٹکا دیا تو وہ تلوار بن گئی۔ اسی حالت میں بے جگری کے ساتھ لڑتے لڑتے آپ رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ مشرکین نے ان کے ہونٹ ناک اور کان کاٹ کر انہیں دھاگے میں پرو دیا۔ اس طرح ان کی یہ خواہش بھی رب العزت نے قبول فرمائی۔

حرمِ نبوی:

ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد دس ماہ تک بیوہ رہیں۔ ایام بیوگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

انہیں پیغام نکاح بھیجا تو انہوں نے عرض کیا!

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ میرے معاملے میں خود مختار ہیں۔"

چنانچہ ابتدائے رمضان 3 ہجری کو مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے ان کو اپنے حبالہ عقد لے لیا۔ ان کا حق مہر ساڑھے بارہ اوقیہ (پانچ سو درہم) مقرر ہوا۔

اس وقت حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت سیدہ سودہ بنت زمعہ، حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہم اجمعین موجود تھیں۔ جبکہ حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا چھ سال قبل وصال ہو چکا تھا۔ ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے کے بعد صرف آٹھ ماہ تک زندہ رہیں۔

فضائل ومحاسن:

1: آپ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ سخی اور فیاض تھیں اور ہر وقت ضرورت مندوں کی ضروریات پورا کرنے میں لگی رہتی تھیں۔

2: آپ رضی اللہ عنہا کو ام المساکین اس لیے کہا جاتا تھا کہ آپ مساکین کو کھانا کھلانے میں بہت فیاض تھیں اور زمانہ جاہلیت میں ہی ام المساکین کے لقب سے مشہور ہو گئیں تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا یہ لقب آپ کے اسلام قبول کرنے کے بعد بھی قائم رہا۔ یقیناً آپ رضی اللہ عنہا ساری عمر غرباء اور مساکین کی دادرسی میں مصروف رہیں۔

3: آپ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں وصال فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اپنا آخری سفر طے کیا۔

4: آپ رضی اللہ عنہا مہاجرین میں سے تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے بھی مکہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

5: ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کے ایک خاوند عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شہید ہوئے اور ایک خاوند حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ جنگ اُحد میں۔

وصال:

ام المومنین سیدہ زینب بنت حذیمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے کے بعد صرف آٹھ ماہ حیات رہیں۔ ایک روایت کے مطابق تیس (۳۰) سال اور دوسری روایت کے مطابق بتیس (۳۲) سال کی عمر میں عین وقت شباب آپ رضی اللہ عنہا نے ماہ ربیع الثانی 4 ہجری میں اس دار فانی سے انتقال فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کا نماز جنازہ پڑھایا اور جنت البقیع میں دفن فرمایا۔ جنت البقیع میں ایک قبہ تھا جس کو "قبہ ازواج النبی" کہا جاتا تھا۔ یہاں پر ازواج مطہرات اسودہ خاک تھیں۔ ابن سعود نجدی نے اس قبہ کو شہید کر دیا اور تمام مزارات کے نام ونشان تک ختم کر دیئے۔ دنیا والے اپنے ورثہ کی حفاظت کرتے ہیں لیکن ان بدبختوں کا یہ حال ہے کہ جس چیز کو بھی مصطفیٰ کریم علیہ السلام کے ساتھ کچھ بھی نسبت ہے اس کا نام ونشان بھی مٹا دینا چاہتے ہیں۔

ام المومنین سیدہ زینب حضرت ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد وہ واحد زوجہ ہیں جنہوں نے مصطفیٰ کریم علیہ السلام کی ظاہری زندگی میں وصال فرمایا اور حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں دفن ہوئیں۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 116) (عیون الاثر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 396) (الاستیعاب، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 212) (جوامع السیرۃ، صفحہ نمبر 33) (کتاب المعرفۃ والتدریخ الفسوی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 322) (مرشد المختار، صفحہ نمبر 262)

* * *

(8)

اُمُّ المومنین سیّدہ جویریہ رضی اللہ عنہا

نام ونسب:

سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام برہ تھا۔ مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے اسے تبدیل کر کے جویریہ رکھا۔ اس کے بعد آپ اسی نام سے مشہور ہوئیں۔

آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب یوں ہے!

جوریہ بنت الحارث بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو۔

ولادت:

ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا ازواج مطہرات میں آٹھواں نمبر ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا بڑی عابدہ وزاہدہ اور حسنِ صورت وحسنِ سیرت کی مالکہ تھیں۔ ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا اعلانِ نبوت سے دو سال قبل رابغ اور جدہ کے درمیان علاقہ ''قدید'' میں قبیلہ ''بنو مصطلق'' کے سردار حارث بن ابی ضرار رضی اللہ عنہ کے ہاں پیدا ہوئیں۔

خاندانی وقار:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف آوری سے تقریباً پونے دوسو برس قبل ملکہ سبا کی قوم کا ایک شخص عمر بن عامر اپنے اہل وعیال کے ساتھ یمن سے ہجرت کر کے عرب کے شمالی علاقوں میں آباد ہوا۔ یہی حضرت سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا جداعلیٰ تھا۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ جفنہ، ثعلبہ، حارثہ۔

1: جفنہ کی اولاد شام کے علاقوں میں آباد ہوگئی اور غسان کے نام سے مشہور ہوئی۔ جب مصطفیٰ

کریم علیہ السلام نے اعلان نبوت کیا تو یہ لوگ اسلام دشمنی پر قائم رہے اور اسلام کی مخالفت میں اپنا پورا کردار ادا کیا۔

2: ثعلبہ بھی جزیرہ نما عرب کے شمالی علاقوں میں آباد ہوا۔ اس کے دو بیٹے تھے اوس اور خزرج۔ ان دونوں کی اولادیں مدینہ طیبہ میں آباد ہوئیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو ان دونوں قبیلوں اوس اور خزرج نے اسلام قبول کر لیا۔ جب نبی آخر الزماں علیہ السلام اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے آئے تو انہوں نے دل کھول کر اپنے ان مسلمان بھائیوں کی مدد کی یہاں تک کہ اپنی جائیدادوں کو بھی دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ خود رکھا اور دوسرا اپنے مہاجر بھائی کو دے دیا۔ انہوں نے ایثار و قربانی کا وہ عظیم الشان مظاہرہ کیا کہ جس کی مثال پوری دنیا کی تاریخ دینے سے قاصر ہے۔ مال و دولت تو ایک طرف اگر کسی انصاری کے پاس دو بیویاں تھیں اور مہاجر کے پاس ایک بھی نہیں تھی تو اس انصاری نے اپنی ایک بیوی کو طلاق دے کر اپنے مہاجر بھائی کے عقد میں دے دی۔

3: حارثہ کی اولاد سرزمین حجاز کی اس جگہ پر آباد ہوئی جسے تہامہ کہا جاتا ہے۔ اس کی اولاد بنو خزاعہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ اسی قبیلہ میں ایک شخص خزیمہ بن سعد گزرا ہے جو کہ مصطلق کے نام سے مشہور تھا اور اس کی اولاد بنو مصطلق کہلاتی تھی۔ یہ جدہ اور رابعہ کے درمیانی علاقے قدید میں آباد تھے۔ حضرت سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا اسی قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں۔ چونکہ آپ رضی اللہ عنہا سردار قبیلہ کی بیٹی تھیں اس لیے بڑے نازو نعم میں پلیں۔ جب آپ جوان ہوئیں تو آپ کا نکاح آپ کے چچازاد مسافع بن صفوان سے کر دیا گیا۔ مسافع سخت دشمن اسلام تھا۔ یہ حالت کفر میں ہی غزوہ بنی مصطلق میں مارا گیا۔

غزوۂ بنی مصطلق:

ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد حارث بن ابی ضرار کے قریش مکہ کے

ساتھ بڑے دوستانہ تعلقات تھے، اس لیے جب مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے اعلانِ نبوت فرمایا تو قریش کے ساتھ ساتھ بنو مصطلق بھی اسلام کے دشمن ہو گئے۔ روایات کے مطابق سردارانِ قریش کے اُکسانے پر حارث رضی اللہ عنہ نے (اسلام لانے سے قبل) مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لئے اور مدینہ طیبہ پر حملہ کیلئے قریبی قبائل کی مدد حاصل کرنا شروع کی جب اس جنگی تیاریوں کی خبر مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ علیہ السلام نے تحقیق کیلئے حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ تحقیقِ احوال کے بعد حضرت بریدہ رضی اللہ عنہا نے اس خبر کی تصدیق کی۔ چنانچہ مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے اس فتنہ کو ابتداء میں ہی ختم کرنے کا ارادہ فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے خلاف جہاد کا حکم دیا۔ یہ 2 شعبان سن 5 ہجری کا واقعہ ہے۔

جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بنو مصطلق کے خلاف خروج کا حکم دیا تو منافقین کی ایک بہت بڑی تعداد بھی مالِ غنیمت کی لالچ میں آپ علیہ السلام کے ساتھ ہو گئی۔ یہ وہ منافقین تھے جنہوں نے اس سے قبل کسی بھی غزوہ میں شرکت نہیں کی تھی۔ چونکہ اب انہیں فتح صاف نظر آ رہی تھی اس لیے مالِ غنیمت کے لالچ میں یہ بھی ساتھ ہو لیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام مقرر کیا اور بنو مصطلق کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔

تیز رفتاری کے ساتھ اسلامی لشکر منازل طے کرتا ہوا مریسیع (مریسیع ایک چشمے کا نام ہے جس کی وجہ سے یہ مقام ہی مریسیع کے نام سے مشہور ہو گیا) کے مقام پر پہنچ کر خیمہ زن ہوا۔ جب اسلامی لشکر کی آمد کی خبر بنو مصطلق کے سردار حارث کو ہوئی تو وہ اور اس کا لشکر سب ڈر کر بھاگ گئے مگر مریسیع کے باشندوں نے صف آرائی کی اور مسلمانوں کے مقابلے کیلئے تیار ہو گئے۔ انہوں نے مسلمانوں پر حملہ کیا جس کے جواب میں مسلمانوں نے یکبارگی ان پر حملہ کر دیا جس سے ان کے قدم اکھڑ گئے جس کے نتیجہ میں ان کے دس آدمی مارے گئے اور چھ سو گرفتار کر لیے گئے۔

مال غنیمت میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بھیڑ بکریاں ہاتھ آئیں۔ ان گرفتار شدگان میں بنو مصطلق کے سردار حارث کی بیٹی برہ (حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا) بھی تھیں۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 45) (تفسیر زرقانی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 96)

حرم نبوی میں داخلہ:

مال غنیمت کے تقسیم میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا حضرت ثابت ابن قیس رضی اللہ عنہا کے حصہ میں آئیں تو سیدہ رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہا سے درخواست کی کہ مجھ سے مکاتبت کرلیں۔ مکاتبت یہ ہوتی ہے کہ غلام اپنے آقا سے معاہدہ کرلے کہ میں اتنی رقم دے کر آزاد ہو جاؤں گا۔ جب غلام اور آقا اس پر راضی ہو جائیں اور غلام مقررہ رقم ادا کر دے تو وہ آزاد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے حضرت جویرہ رضی اللہ عنہا سے نو اوقیہ یعنی تیس تولے سونے کے عوض مکاتبت کرلی۔ چونکہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے پاس سونا نہ تھا اس لیے انہوں نے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کیا!

"آپ جانتے ہیں کہ میں سردار بنو مصطلق کی بیٹی ہوں۔ قیدی یا غلام بنالیا جانا میرے لیے بہت مصیبت کی بات ہے۔ چونکہ میں تقسیم میں ثابت ابن قیس کے حصہ میں آئی ہوں اس لیے میں نے ان سے نو اوقیہ سونے پر مکاتبت کرلی ہے۔ اب میں آپ کی خدمت میں بدل کتابت کی اعانت کیلئے حاضر ہوئی ہوں۔"

مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے ان کی تالیف قلب کے لئے فرمایا!

"اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں اس سے بہتر چیز بتلاتا ہوں۔ وہ یہ کہ میں تمہاری طرف سے مکاتب کی واجب الادا رقم دے کر تم کو آزاد کر دوں اور پھر تمہیں اپنی زوجیت میں لے لوں۔"

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

"میں اس پر راضی ہوں۔"

(ابوداؤد، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 192)

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد حارث بن ابی ضرار رضی اللہ عنہ بہت سے اونٹ اپنے ساتھ لے کر اپنی بیٹی جویریہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑنے کیلئے دربار رسالت کیلئے چلے۔ ان اونٹوں میں سے دو اونٹ انہیں بہت پسند آئے اس لیے جب وہ مدینہ کے قریب پہنچے تو ان دونوں اونٹوں کو ایک گھاٹی عقیق میں چھپا دیا تا کہ یہ فدیہ دینے سے بچ جائیں اور واپسی پر انہیں اپنے ساتھ لیا جائے۔ جب یہ مدینہ پہنچ کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور بہت سے اونٹ اپنی بیٹی کے فدیہ کے لئے پیش کیے تو غیب دان نبی علیہ السلام نے فرمایا!

”وہ دو اونٹ اس میں کم ہیں جو تم فلاں گھاٹی میں چھپا کر آئے ہو!“

حارث رضی اللہ عنہ نے اسی وقت کہا!

”اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ“

”میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔“

اور عرض کیا!

”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے علاوہ اس بات کا کسی اور کو علم نہیں ہے۔ اگر آپ اللہ کے سچے رسول نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس بات سے مطلع نہ فرماتا۔“

(خصائص الکبریٰ للسیوطی، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 236) (عیون الاثر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 399) (الاصابہ، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 281)

حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے جب اپنی بیٹی سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا فدیہ پیش کرنا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

”کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میں اس معاملے کو خود جویریہ کے اختیار اور مرضی پر چھوڑ دوں؟“

حارث رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اس پر رضا مندی کا اظہار کیا چونکہ وہ جانتے تھے کہ برہ (جویریہ رضی اللہ عنہا) کبھی بھی غلامی کی زندگی برداشت نہ کرے گی اور ہمارے ساتھ جانے کو ترجیح دے گی۔ چنانچہ حارث رضی اللہ عنہ جب اپنی بیٹی سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہ سے

ملے اور انہیں تمام معاملہ بتایا اور کہا کہ تم ہمیں رسوا نہ کرنا۔ اس پر سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

''میں اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔''

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر فدیہ لیے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شادی کے وقت سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کی عمر بیس سال تھی۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ 118) (المعجم الکبیر، جلد نمبر 24، صفحہ نمبر 59) (مصنف عبد الرزاق، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 271) (شرح معانی الاثار، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 20) (مجمع الزوائد، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 282)

خواب و تعبیر:

ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے تین رات قبل خواب دیکھا کہ چاند یثرب (مدینہ) سے آ رہا ہے اور میری آغوش میں آ کر گر جاتا ہے۔ میں نے اپنا خواب لوگوں کو بتانا پسند نہ کیا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو مصطلق پر حملہ کر دیا۔ جب ہم قیدی بنا کر مدینہ لائے گئے تو میں نے اپنے اس خواب کی تعبیر کی امید لگائی۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے میرے خواب کی تعبیر یوں پوری فرمائی مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے مجھے آزاد کر کے اپنی ازواج میں شامل فرمالیا۔

(المستدرک للحاکم، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 27) (دلائل النبوۃ، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 50) (مغازی، للواقدی، جلد نمبر 411)

باعث رحمت:

ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمالیا۔

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس نکاح کی خبر ہوئی تو انہوں نے بنی مصطلق کے تمام قیدی یہ کہتے ہوئے آزاد کر دیئے کہ اب یہ لوگ مصطفیٰ کریم علیہ السلام کے سسرالی رشتہ دار بن گئے ہیں۔ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے بنو مصطلق کے ایک سو سے بھی زیادہ گھرانوں کو ایک ہی دن میں آزاد کر دیا گیا۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

”میں نے جویریہ سے زیادہ کسی عورت کو اپنی قوم کے حق میں بابرکت اور باعثِ رحمت نہیں دیکھا۔ جن کی وجہ سے ایک دن میں سو گھرانے آزاد ہوئے۔“

(مسند امام احمد، جلد 6، صفحہ 277)

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقد کی برکت و رحمت کا اندازہ اس طرح لگایا جا سکتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا، آپ کے والد اور سو گھرانے جو قیدی بنا کر لائے گئے تھے سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ جب یہ لوگ واپس اپنے قبیلے میں گئے تو مسلمانوں کا ایثار اور محبت دیکھ کر اکثر دولت ایمان سے بہرا فروز ہوئے۔ یہ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے نکاح ہی کی برکت تھی کہ قبیلہ بنی مصطلق جو پہلے مسلمانوں کا دشمن تھا اب خود دائرۂ اسلام میں داخل ہو کر مسلمانوں کا معین و مددگار بن گیا۔ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد حارث رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہو گئے اور انہوں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے نکاح ہونے کے بارے سنا تو وہ مال و اسباب جو آپ رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے فدیہ کے لئے لائے تھے سب کا سب مدینہ کے غربا اور مساکین میں تقسیم کر دیا اور بہت خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔

اولاد:

ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کی نہ پہلے خاوند مسافع سے اولاد تھی اور نہ ہی مصطفیٰ کریم علیہ السلام سے۔

اخلاق وعادات:

1: ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

”جویریہ رضی اللہ عنہا خوب صورت اور خوب سیرت تھیں۔ ان میں حلاوت و ملاحت و وسعت تھے جس کی وجہ سے جو بھی انہیں دیکھتا اپنے دل میں جگہ دینے پر مجبور ہو جاتا۔“

2: ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بہت خوددار تھیں۔ اپنی عزتِ نفس کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ اپنی آزادی کے لئے آپ رضی اللہ عنہا کا جدوجہد کرنا اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کو غلامی کی حالت میں رہنا بہت شاق تھا۔

3: ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بڑی عابدہ اور ذاکرہ تھیں۔ عبادت سے انہیں خاص شغف تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اکثر نفلی عبادات کرتے ہوئے پاتے۔ ایک مرتبہ مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے انہیں صبح کے وقت اپنے مصلیٰ پر عبادت کرتے ہوئے دیکھا۔ دوپہر کے وقت جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے دوبارہ گزر ہوا تو آپ رضی اللہ عنہا ابھی بھی مصلیٰ پر بیٹھی عبادت کر رہی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا!

”کیا تم ہمیشہ ایسا ہی کرتی ہو؟“

حضرت سیدہ جویرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

”ہاں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!“

اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

”یہ کلمات پڑھا کرو۔ ان کو تمہاری نفلی عبادات پر ترجیح حاصل ہے۔“

وہ کلمات یہ ہیں!

”سُبْحَانَ اللّٰہِ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ خَلْقِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ خَلْقِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ

رَضٰی نَفْسِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ رَضٰی نَفْسِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ زِیْنَۃَ عَرْشِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ مَدَادَ کَلِمَاتِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ مَدَادَ کَلِمَاتِہٖ"

(السنن الترمذی، صفحہ نمبر 590)

دوسری روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ کلمات پڑھنے کیلئے بتائے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ خَلْقِہٖ	**(تین مرتبہ)**
سُبْحَانَ اللّٰہِ زِیْنَۃَ عَرْشِہٖ	**(تین مرتبہ)**
سُبْحَانَ اللّٰہِ رِضَا نَفْسِہٖ	**(تین مرتبہ)**
سُبْحَانَ اللّٰہِ مَدَادَ کَلِمَاتِہٖ	**(تین مرتبہ)**

(الصحیح المسلم، حدیث نمبر 2726) (مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 324)

(زرقانی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 255)

4: ایک مرتبہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ یہ جمعہ کا دن تھا۔ اس دن سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا روزہ سے تھیں۔ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا!

"کیا تم نے کل روزہ رکھا تھا۔"

انہوں نے جواب دیا!

"نہیں!"

آپ علیہ السلام نے پوچھا!

"کیا کل روزہ رکھنے کا ارادہ ہے؟"

آپ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا!

"نہیں!"

اس پر مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"پھر تم روزہ افطار کرلو۔"

(الصحیح البخاری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 266)

علماء کرام نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ماہ میں کم از کم تین روزے لازمی رکھا کرتے تھے اور یہ مسلسل ہوتے اور ان میں سے ایک دن جمعہ کا لازمی ہوتا تھا۔ اس لیے صرف اکیلے جمعہ کے دن روزہ رکھنے میں اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک احتیاط اسی میں ہے کہ اکیلے جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھا جائے بلکہ اس کے ساتھ ایک اور روزے کا اضافہ کرلیا جائے۔

5: ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی محبت کرتی تھیں۔ دیگر ازواج مطہرات کی طرح یہ بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر مدارت میں لگی رہتیں تھیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے تو فرمایا!

"کیا کچھ کھانے کو ہے؟"

تو انہوں نے عرض کیا!

"یارسول اللہ! سوائے صدقہ کے گوشت کے کچھ بھی نہیں ہے۔"

اس پر مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے فرمایا!

"وہ ہی لے آؤ۔ کیونکہ جس کو صدقہ دیا گیا تھا اس کو وہ پہنچ گیا ہے۔ (یعنی تمہارے لیے وہ صدقہ تھا میرے لیے تمہاری طرف سے تحفہ ہے۔)"

(الصحیح المسلم، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 400)

6: ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بڑے فضل والی تھیں۔ آپ نے مصطفیٰ کریم علیہ السلام سے چند احادیث بھی روایت کی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے جن حضرات نے

احادیث روایت کیں ان کے نام یہ ہیں!

حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابر، ابوایوب المراغی، کلثوم بن المصطلق، عبداللہ بن شداد بن الہاد، حضرت عبید بن السباق طفیل، حضرت مجاہد، حضرت کریب، رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

وصال:

ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کے سنِ وصال کے میں اختلاف ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا ربیع الاول 50 ہجری میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فوت ہوئیں اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔ وصال کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک 65 سال تھی۔ گورنر مدینہ مروان بن حکم نے آپ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 120) (عیون الاثر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 399) (تہذیب النووی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 336) (السیرۃ النبویہ لابن ہشام، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 289) (تاریخ خلیفہ بن خیاط، صفحہ نمبر 224) (زرقانی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 1253) (الاصابہ، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 265)

✿ ✿ ✿

(9)

اُمّ المومنین سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا

مختصر تعارف:

ام المومنین حضرت سیدہ صفیہ سلام اللہ علیہا کا ازواج مطہرات رسول اللہ علیہم اجمعین میں نواں نمبر ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا یہود کے قبیلہ نضیر کے سردار حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ آپ بہت زیادہ عقل مند، خوش خلق، بردبار، علم و فضل میں ممتاز، نہایت حلیم الطبع، کشادہ دل، سیر چشم اور صابرو شاکرہ خاتون تھیں۔

نام و کنیت:

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام زینت یا زینب تھا۔ عرب میں مال غنیمت کے ایسے حصہ کو جو بادشاہ یا سالار جنگ کے لئے مخصوص ہوتا تھا "صفیہ" کہتے تھے۔ چونکہ حضرت زینب غزوۂ خیبر میں خاص مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں آئیں اس لیے صفیہ کے نام سے پکاری جانے لگیں۔ ابن ابی زبالہ نے المنتخب میں آپ رضی اللہ عنہا کا نام حبیبہ بیان کیا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہا اعلانِ نبوت کے دو سال بعد یہود کے مشہور قبیلہ بنو نضیر کے سردار حیی بن اخطب کے ہاں پیدا ہوئیں۔ آپ کی کنیت "ام یحیٰ" تھی۔

سلسلہ نسب:

1: آپ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام حیی بن اخطب تھا۔ والد کی طرف سے آپ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب کچھ یوں ہے!

صفیہ (زینب یا حبیبہ) بنت حیی بن اخطب بن سعید بن ثعلبہ بن عبید بن کعب بن الخزرج بن ابی حبیب ابن النضیر بن النحام بن ینحوم۔

ام المومنین رضی اللہ عنہا کا والد حیی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھا اور یہود کے مشہور قبیلہ بنونضیر کا سردار تھا۔

2: ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام ضمرہ تھا۔ حافظ ابن سید الناس نے آپ کی والدہ کا نام برہ لکھا ہے۔ یہ شمویل کی بیٹی تھی اس کا بھائی رفاعہ بن شمویل القرظی یہود کے مشہور قبیلہ قریضہ کا رئیس تھا۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا ماں اور باپ دونوں کی طرف سے عالی نسب تھیں۔

(الفتح الباری شرح صحیح البخاری، حدیث نمبر 2035) (عیون الاثر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 401)

نکاحِ اول:

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا چونکہ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے رئیس زادی تھیں اس لیے آپ رضی اللہ عنہا نے ابتداء سے ہی خوشحالی دیکھی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے بڑے ناز و نعم میں پرورش پائی۔ جب آپ رضی اللہ عنہا کی عمر بارہ سال ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہا کی شادی بنوقریضہ کے مشہور شہسوار سلام بن مشکم سے کر دی گئی لیکن دونوں میاں بیوی میں نباہ نہ ہو سکا جس کے نتیجہ میں مشکم نے آپ کو طلاق دے دی۔ طلاق کے بعد آپ کے والد نے آپ کا نکاح کنانہ بن ابی الحقیق سے کر دیا جو خیبر کے رئیس اعظم ابو رافع کا بھتیجا اور خیبر کے سب سے مضبوط قلعہ القموص کا حاکم تھا۔

غزوۂ خیبر:

یہودیوں نے چونکہ مدینہ سے نکلنے کے بعد خیبر کو اپنا مرکز بنا لیا تھا اور روز بروز اپنی طاقت میں اضافہ کر رہے تھے اور ان کا مقصد مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنا تھا۔ کئی سال کی مسلسل تیاری کے بعد اور سامانِ حرب جمع کر لینے کے بعد انہوں نے بنوغطفان اور بنواسد کو اس شرط پر اپنے ساتھ ملا لیا کہ مدینہ کی فتح کے بعد نصف نخلستان ان کو دے دیا جائے گا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود کی جنگی تیاریوں کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر اس فتنہ کو ختم کرنے کیلئے خیبر روانہ ہوئے اور حضرت سباع بن عرفطہ غفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر کیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جانثاروں کے ساتھ

خیبر کی طرف روانہ ہوئے تو منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے یہودیوں کو مسلمانوں کی روانگی کی خبر دے دی۔ چنانچہ وہ مکمل تیاری کے ساتھ میدان میں نکل آئے لیکن ان کے اندازے سے قبل ہی مسلمان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں خیبر پہنچ گئے جس کی وجہ سے یہود کے ہوش اڑ گئے اور انہوں نے میدان میں مقابلہ کے بجائے قلعہ بند ہو کر مسلمانوں پر تیروں اور پتھروں کی بارش کر دی۔

محرم سات ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف روانہ ہوئے اور خیبر اور غطفان کے درمیان رجیع نامی وادی میں خیمہ زن ہوئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں پر اس لیے پڑاؤ کیا تا کہ یہ دونوں بستی والے اہل خیبر کی مدد نہ کر سکیں کیونکہ یہ دونوں اہل خیبر کے حلیف تھے۔ جب اہل غطفان کو مسلمانوں کی خیبر پر چڑھائی کی خبر ہوئی تو وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جمع ہو کر یہودیوں کی مدد کیلئے روانہ ہوئے۔ ابھی یہ ایک منزل ہی گئے تھے کہ پیچھے انہیں اپنے اہل وعیال میں بے چینی محسوس ہوئی۔ انہوں نے خیال کیا کہ مسلمانوں نے ہمارے اہل وعیال پر حملہ کر دیا ہے اس لئے وہ واپس ہو گئے اور اپنے اہل وعیال اور املاک میں ٹھہر گئے۔ اس طرح خیبر کا راستہ مسلمانوں کیلئے صاف ہو گیا۔

یہودیوں نے مدینہ طیبہ سے نکلنے کے بعد خیبر کو اپنا گڑھ بنا لیا تھا اور اس کے اردگرد بہت جلد چھ قلعے تعمیر کر لیے تھے۔ ان میں سب سے مضبوط اور مرکزی قلعہ القموص نامی تھا جس کا کنٹرول یہودیوں کے بہت مشہور پہلوان مرحب کے پاس تھا۔ مرحب کے بارے میں لوگوں کا خیال یہ تھا کہ وہ ایک ہزار آدمیوں کی طاقت کے برابر ہے۔ جب مسلمانوں نے خیبر پر حملہ کیا تو پانچ قلعے تو جلد ہی فتح ہو گئے مگر قموص قلعہ بار بار کی کوشش کے فتح نہ ہو رہا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم لے کر نکلے اور پہلے سے زیادہ شدت سے حملہ کیا مگر قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ جب اس کی اطلاع مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

”کل میں علم (جھنڈا) اس کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اسے دوست رکھتے ہیں۔ اس کے ہاتھ پر قلعہ فتح ہو جائے گا۔“

چنانچہ اگلے دن ہر کسی کی خواہش تھی کہ جھنڈا اسے دیا جائے۔ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا!

"اَیْنَ عَلِیّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ؟"

"علی ابن ابی طالب کہاں ہے؟"

لوگوں نے عرض کیا!

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان کی آنکھیں دکھتی ہیں اس لئے وہ اپنے خیمہ میں ہیں۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری مرتبہ بھی یہی فرمایا۔ صحابہ نے پھر یہی جواب دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ جب یہ فرمایا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی، آپ اسی وقت جلدی سے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور اپنے مرض کے بارے میں عرض کی۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن مبارک لگایا تو وہ فوراً ٹھیک ہوگئیں۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا اور قموص فتح کرنے کیلئے بھیجا۔

جب مرحب کو مسلمانوں کے حملے کیلئے آنے کی خبر ہوئی تو وہ یہ رجزیہ اشعار پڑھتا اور تکبر و غرور اور لوہے میں اٹا ہوا قلعے سے باہر نکلا!

قَدْ عَلِمَتْ خَیْبَرُ اِنِّیْ مَرْحَبُ
شَاکِی السِّلَاحِ بَطَلَ مُجَرَّبُ
اَطْعَنُ اَحْیَانًا وَحَیْنًا اَضْرَبُ
اَذَاِلْلُیُوْثُ اَقْبَلَتْ تَحْرَبُ
کَانَ حِمَایِ لِلْحِمٰی لَا یُقْرَبُ

"تمام خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں مسلح۔ دلاور اور جنگ آزمودہ۔
کبھی نیزہ چلاتا ہوں اور کبھی تلوار جب کوئی دلاور جنگ میں میرے سامنے آتے ہیں۔ میری چراگاہ سے متصل کسی اور کی چراگاہ نہیں ہوتی۔"

اس کے مقابلے پر شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ نکلے اور یہ اشعار پڑھے!

اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَہْ

اَکِیْلُکُمْ بِالسَّیْفِ کَیْلَ السَّنْدَرَہْ
لَیْثٌ بِغَابَاتٍ شَدِیْدٌ قَسْوَرَہْ

”میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔ میں تلوار سے تجھے ایسے کاٹوں گا جس طرح آگ کا درخت کاٹا جاتا ہے۔ میں نہایت ہی تند خو اور بہادر شیر ہوں۔“

جب دونوں آمنے سامنے ہوئے تو ایک دوسرے پر وار شروع کئے۔ مرحب نے وار کیا جو شیر خدا نے اپنے ڈھال پر روکا اور جب شیر خدا نے وار کیا تو یہ وار اتنا کاری تھا کہ مرحب کے سر پر پہنی ہوئی لوہے کی ٹوپی کٹی، اس کی کھوپڑی کٹی اور تلوار اس کے جبڑوں تک آ گئی۔ جب مرحب مرا تو اہل خیبر کے حوصلے پست ہو گئے اور چھٹا قلعہ قموص بھی فتح ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا تو ہم بھی آپ کے ساتھ ہو گئے۔ جب آپ قلعہ قموص کے پاس پہنچے تو اہل قلعہ مقابلہ کے لئے باہر آئے۔ ہم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے لڑنے لگے۔ دوران جنگ ایک یہودی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر وار کیا جو آپ نے اپنی ڈھال پر روکا مگر یہ وار اتنا زوردار تھا کہ آپ کی ڈھال گر گئی۔ شیر خدا نے پاس ہی قلع کے دروازے کو اکھاڑا اور اس سے ڈھال کا کام لینے لگے۔ وہ اس دروازے کو اٹھائے مسلسل لڑتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطاء فرمائی۔ جب لڑائی سے فارغ ہوئے تو ہم آٹھ آدمیوں نے اپنا پورا زور لگا دیا کہ اس دروازے کو پلٹ دیں مگر ہم ایسا نہ کر سکے۔

(تاریخ طبری، جلد اول، صفحہ نمبر 361)

جب یہود نے اپنے ساتھیوں کو مولی گاجر کی طرح کٹتے دیکھا تو بڑی عاجزی کے ساتھ صلح کی درخواست کی جو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط پر قبول فرمائی کہ زمین کی نصف پیداوار بطور جزیہ ہر سال ادا کرو گے۔ اس جنگ میں یہود کے 93 آدمی واصل جہنم ہوئے اور مسلمانوں کے 15 مجاہد شہید ہوئے۔ اس جنگ میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے خاندان کے تمام آدمی یا تو مارے گئے یا جنگی قیدی بنا لئے گئے۔ مقتولین میں آپ کے باپ، بھائی اور شوہر بھی تھے۔ اس طرح آپ نہایت قابل رحم حالت میں تھیں۔

جب خیبر فتح ہو گیا اور مال غنیمت اکٹھا کیا گیا تو ان میں چند عورتیں بھی تھیں جن میں حضرت صفیہ اور ان کی بہن بھی شامل تھیں۔ ان دونوں بہنوں کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ مدینہ لے کر آ رہے تھے۔ راستے میں جب ان کے مقتولین کے پاس سے گزرے تو حضرت صفیہ کی بہن اپنے عزیز و اقارب کی لاشیں دیکھ کر چیخنے اور سینہ کوبی کرنے لگ پڑی مگر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے ایسا کوئی عمل نہ کیا۔ جب ان دونوں کو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی اس عورت نے گریہ زاری اور ماتم شروع کر دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"اس شیطانہ کو میرے سامنے سے دور کر دو۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لیے منتخب فرمایا۔

(تزکار صحابیات، جلد اول، صفحہ نمبر 102) (تاریخ طبری، جلد اول، صفحہ نمبر 361)

حرم نبوی میں:

جب مال غنیمت تقسیم ہونے لگے تو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا!

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے ایک لونڈی عطا فرما دیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"جاؤ اور پسند کر لو۔"

حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لئے پسند کیا۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اعتراض کیا کہ حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا ماں اور باپ دونوں جانب سے عالی نسب ہیں اور سردار کی لڑکی اور سردار کی بیوی ہیں اور حسن و جمال میں بھی یکتا ہیں اس لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے لئے مخصوص فرما لیں۔ اس طرح سے صفیہ رضی اللہ عنہا کی بھی دل جوئی ہو گی اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ بھی انصاف ہو گا کیونکہ دحیہ جیسے صحابہ تو بہت ہیں مگر صفیہ جیسی غنیمت میں کوئی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی نفسیات کا جائزہ لیتے ہوئے فرمایا!

"اچھا دحیہ اور لڑکی کو بلاؤ۔"

جب یہ حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کلبی رضی اللہ عنہ سے فرمایا!

''تم اور لونڈی لے لو۔''

پھر ان کی دلجوئی کے لئے سات لونڈیوں کے بدلے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو خرید لیا اور اپنے لئے مخصوص فرمالیا۔

(روض الانف، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 6)

مدارج النبوۃ میں یہ روایت موجود ہے کہ جب حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو بارگاہ رسالت میں پیش کیا گیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اصرار پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے لئے منتخب فرمالیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود خیمہ میں تشریف لے گئے۔ جب حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے دیکھا تو استقبال کے لئے کھڑی ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہ بستر بچھادیا جو خیمہ میں تہہ کر کے رکھا تھا اور خود زمین پر بیٹھ گئیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے صفیہ! تمہارے باپ نے ہمیشہ ہمارے ساتھ دشمنی اور عداوت رکھی یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرما دیا۔ تمہارے خاندان والوں نے ہمارے ساتھ یہ یہ کیا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حق تعالیٰ کسی بندے کو دوسرے کے گناہ کے بدلے نہیں پکڑتا۔''

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''تمہیں اختیار ہے کہ اگر تم آزاد ہو کر اپنی قوم میں جانا چاہو تو جا سکتی ہو اور اگر اسلام قبول کر لو تو میں تمہیں آزاد کر کے اپنے عقد میں لے لیتا ہوں۔''

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کر لیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح فرمالیا۔ آپ رضی اللہ عنہا کی آزادی ہی آپ کا مہر قرار پائی۔

(السنن الترمذی، حدیث نمبر 1097) (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 1915) (المجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 251) (تلخیص الحبیر، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 220) (تحفۃ الاشرف، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 188)

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

”جب میں قیدی بن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ناپسندیدہ انسان میری نگاہ میں کوئی دوسرا نہیں تھا کیونکہ میرے گمان میں میرا باپ، شوہر، بھائی اور دوسرے رشتہ دار قتل ہو چکے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تمہاری قوم والوں نے ہمارے ساتھ یہ یہ کیا تو یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت و کردار اور آپ کے اخلاق نے مجھ پر یہ اثر کیا۔ جب میں اپنی جگہ سے اٹھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب، پسندیدہ اور پیارا کوئی دوسرا میرے لئے نہیں تھا۔“

(مسند ابو یعلی، حدیث نمبر 7078، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 324) (المطالب العالیہ، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 24)

خواب:

جب سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آئیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھ میں سبز نشان دیکھا۔ آپ نے فرمایا!

”اے صفیہ! یہ کیسی سبزی ہے؟“

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز میں اپنے خاوند کی گود میں سر رکھ کر سو رہی تھی کہ میں نے خواب دیکھا کہ چاند میری گود میں آ گرا ہے۔ میں نے اپنا یہ خواب اپنے خاوند کو سنایا تو اس نے اس زور سے مجھے تھپڑ مارا جس کی وجہ سے میری آنکھ میں یہ نشان پڑ گیا۔ پھر اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا!

”کیا تو یثرب کے بادشاہ کی تمنا کرتی ہے؟“

(سیرت ابن حبان، حدیث غزوہ خیبر، صفحہ نمبر 1297) (سیرت ابن ھشام، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 257) (المجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 251) (البدایہ والنھایہ، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 198)

ولیمہ:

فتح خیبر کے بعد حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم مقام صہبا میں اترے جو کہ خیبر سے ایک منزل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ صفیہ رضی

اللہ عنہا سے رسم عروسی ادا فرمائی اور یہاں پر تین دن ولیمہ کیا۔ اس وقت سیدہ کی عمر سترہ برس تھی۔ اس جگہ پر سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو دلہن بنایا۔ سیدہ کا ولیمہ بھی بڑی شان کا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہا بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب عروسی کے اگلے دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا!

"جس کے پاس جو کچھ ہے وہ لے آئے۔"

چمڑے کا دستر خوان بچھایا گیا تو کوئی کھجور لایا، کوئی ستو، کوئی پنیر اور کوئی گھی۔ ان تمام چیزوں کو ملایا گیا تو سب نے ملکر اسے کھایا۔ اس ولیمہ میں گوشت اور روٹی وغیرہ کچھ نہ تھا۔ یہ سلسلۂ دعوت تین یوم تک چلتا رہا۔

(المجمع الزوائد، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 49) (مسند ابویعلی، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 62)

خصوصیات، حسن و جمال:

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا حسن و جمال میں بے مثال تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا قد چھوٹا تھا مگر حسن ایسا تھا کہ جب آپ رضی اللہ عنہا مدینہ طیبہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلہن بن کر آئیں تو مدینہ کی خواتین آپ کے حسن کا شہرہ سن کر آپ کو دیکھنے کیلئے آئیں۔ ان میں ازواج مطہرات میں سے سیدہ زینب بن جحش، سیدہ حفصہ، سیدہ جویریہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھن بھی تھیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نقاب اوڑھ کر آئیں اور جب سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر جانے لگیں تو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پہچان لیا اور ان سے پوچھا!

"اے عائشہ! کیا دیکھا؟"

تو انہوں نے جواب دیا!

"ایک یہودیہ کو دیکھ کر آئی ہوں۔"

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"ایسا مت کہو! وہ اسلام لے آئیں ہیں اور ان کا اسلام نہایت اچھا اور بہتر ہے۔"

(الاصابہ، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 347)

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے حسن کا شہرا سن کر سیدۃ النساء سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اپنی چند سہلیوں کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہا کو دیکھنے کیلئے آئیں تو آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے کانوں کے جھمکے اتار کر دیے اور ان کے ساتھ آنے والی لڑکیوں کو بھی کچھ نہ کچھ زیور دیا۔

خانہ داری:

دیگر ازواج مطہرات کی طرح سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بھی حرم نبوی میں داخلے کے ساتھ ہی مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور دلجوئی میں لگ گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کھانا بہت لذیذ پکاتی تھیں اور اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھیجا کرتی تھیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''میں نے صفیہ سے اچھا کھانا پکانے والا کسی کو نہیں دیکھا۔''

ایک مرتبہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے کھانا پکا کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بھیجا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ دیکھ کر غصہ آ گیا کہ میری باری کے دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی دوسری زوجہ کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھائیں۔ اس لئے آپ نے پیالے پر ہاتھ مارا جس سے پیالہ ٹوٹ گیا۔ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی کے ساتھ پیالے کے ٹکڑے اکٹھے کرنے لگے اور خادمہ سے فرمایا!

''تمہاری ماں کو غصہ آ گیا تھا۔''

اس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی اپنے فعل پر ندامت ہوئی اور عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس جرم کا کفارہ کیا ہے؟''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''ایسا ہی پیالہ اور ایسا ہی کھانا۔''

چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ویسا ہی نیا پیالہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو واپس کیا۔

محبت:

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت کرتی

تھیں۔ اس کی ایک مثال تو یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا قیدی بنا کر لائی گئیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر کے اپنے قبیلے والوں کے پاس جانے کا اختیار دیا مگر انہوں نے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کیا۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا اندازہ اس طرح سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرض میں مبتلا ہوئے تو تمام ازواج مطہرات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے لئے آئیں۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے چین دیکھا تو عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کاش آپ کی بیماری مجھے لگ جائے۔''

دوسری ازواج ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگ پڑیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''واللہ! یہ سچی ہیں۔ صرف دکھاوے کیلئے نہیں کہہ رہیں بلکہ ان کو مجھ سے اتنی محبت ہے کہ یہ سچے دل کے ساتھ ایسا کہہ رہی ہیں۔''

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 128) (زرقانی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 296)

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسنِ اخلاق کا مجسمہ کوئی اور نہیں دیکھا۔ جب میں خیبر سے قیدی بنا کر لائی گئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ اونٹنی پر سوار تھے۔ مجھے اونگھ آ رہی تھی جس کی وجہ سے میں بار بار کجاوے کے ساتھ ٹکرا رہی تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بار بار مجھے سنبھالتے تاکہ میں گر نہ جاؤں اور فرماتے!

''اے بنت حیی! تھوڑی دیر انتظار کرو۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے گئے یہاں تک کہ صہبا آ گیا۔

(مسند ابویعلی، حدیث نمبر 7084) (مجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 252)

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ سیدہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کو کسی صورت بھی برداشت نہ کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ کسی وجہ سے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی

اللہ عنہا سے ناراض ہو گئے تو سیدہ رضی اللہ عنہا کیلئے یہ وقت گزارنا بہت دشوار ہو گیا۔ آپ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور ان سے جا کر کہا!

”آپ جانتی ہیں کہ میں اپنی باری کسی بھی قیمت پر کسی دوسری زوجہ کو دینے کیلئے تیار نہیں لیکن اگر آپ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ پر راضی کروا دیں تو میں اپنی باری آپ کو دینے کیلئے تیار ہوں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس کام کیلئے تیار ہو گئیں۔ آپ نے زعفران میں رنگی ہوئی ایک اوڑھنی لے کر اس پر پانی چھڑکا تا کہ اس کی خوشبو بڑھ جائے۔ پھر آپ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

”اے عائشہ! آج تمہاری باری کا دن تو نہیں ہے۔“

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ پھر تمام واقعہ سنایا جس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے راضی ہو گئے۔

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم بھی سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بڑی محبت کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر موقع پر ان کی دل جوئی فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف کیلئے مسجد میں تھے کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کیلئے آئیں۔ تھوڑی دیر گفتگو کرنے کے بعد جب آپ رضی اللہ عنہا جانے لگیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں چھوڑنے کیلئے مسجد کے دروازے تک آئے۔ اسی دوران دو انصاری مسجد میں داخل ہوئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

”ٹھہرو اور دیکھ لو کہ یہ میری بیوی صفیہ بنت حیی ہے۔ کہیں تم یہ نہ سمجھ لینا کہ میرے ساتھ رات کی تاریکی میں نہ جانے کون ہے۔“

انصاری صحابیوں نے عرض کیا!

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم ایسا کیونکر سوچیں گے؟“

اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"شیطان انسان کے اندر خون کی طرح دوڑتا ہے۔ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ تمہارے دل کے اندر کوئی ایسی بات نہ ڈال دے۔"

(الصحیح البخاری، حدیث نمبر 2035)(الصحیح المسلم، حدیث نمبر 2175)

(سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 2470)(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 237)

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ محبت کا پتہ اس بات سے بھی چلتا ہے کہ آپ اور دیگر ازواج مطہرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں شریک تھیں۔ اتفاق سے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہو گیا اور چلنے کے قابل نہ رہا۔ آپ رضی اللہ عنہا رونے لگیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ان کی دل جوئی فرمائی۔ حضرت سیدہ زینب بن جحش رضی اللہ عنہا کے پاس ضرورت سے زیادہ اونٹ تھے اس لیے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا!

"زینب! ایک اونٹ صفیہ کو دے دو۔"

اس پر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے کہا!

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس یہودین کو اپنا اونٹ دے دوں؟"

یہ جملہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا ناگوار گزرا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافی عرصہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے بات نہ کی۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

"حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی نے مجھے قریب قریب ناامید کر دیا تھا۔ میں نے عہد کر لیا کہ آئندہ کبھی بھی ایسی بات نہ کہوں گی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سفارش پر بڑی مشکل سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا قصور معاف فرمایا۔"

(سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 4602)(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 261- 337-338 -131)(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 126)(المجمع الزوائد، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 321)(الاصابہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 126)(تہذیب التہذیب، جلد نمبر 12، صفحہ نمبر 455)(الکاشف الذہبی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 473)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو پتہ چلا کہ سیدہ

حفصہ رضی اللہ عنہا نے انہیں یہودی کی بیٹی کہا ہے تو آپ رضی اللہ عنہا رو پڑیں۔ اتنے میں آپ رضی اللہ عنہا کے ہاں مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے اور آپ کو روتا دیکھ کر فرمایا!

''مَا يُبْكِيْكِ''

'' آپ کیوں رو رہی ہیں؟''

سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

'' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حفصہ نے مجھے یہودی کی بیٹی کہا ہے۔ اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''وَإِنَّكِ لَابْنَةِ نَبِيٍّ وَّإِنَّ عَمَّكَ لَنَبِيٍّ وَّإِنَّكَ لَتَحْتَ نَبِيٍّ فَفِيْهِمْ تَفْخَرُ عَلَيْكِ''

'' تم نبی کی بیٹی ہو، تمہارا چچا بھی نبی تھا اور تو ایک نبی کی بیوی ہو۔ وہ کس بات میں تم پر فخر کر سکتی ہے؟''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا!

''اِتَّقِی اللّٰہَ یَاحَفْصَةُ''

'' اے حفصہ! اللہ سے ڈرو۔''

(السنن الترمذی، حدیث نمبر 3891) (النسائی فی عشرۃ النساء، حدیث نمبر 33) (مسند امام احمد، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 135) (صحیح ابن حبان، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 170)

ایک مرتبہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو آپ رو رہی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے کی وجہ پوچھی تو آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

'' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عائشہ اور حفصہ مجھے چھیڑتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں زیادہ مکرم اور محترم ہیں کیونکہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چچا کی بیٹیاں بھی ہیں۔''

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''تو نے یہ کیوں نہ کہہ دیا!''

"كَيْفَ تَكُنْ خَيْرًا مِّنِّيْ اَبِيْ هَارُوْنَ وَعَمِّيْ مُوْسٰى وَزَوْجِيْ مُحَمَّدٌ"

"تم مجھ سے کیسے بہتر ہو سکتی ہو کہ میرے باپ ہارون علیہ السلام، میرے چچا موسیٰ علیہ السلام اور میرے شوہر محمد ہیں۔"

(السنن الترمذی، حدیث نمبر 1890) (مستدرک للحاکم، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 29) (زرقانی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 259) (عیون الاثر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 401) (الاصابہ، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 347)

ایک مرتبہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے قد و قامت کے بارے میں کوئی جملہ کہا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعی طور پر پسند نہ فرمایا، اپنی ناراضگی کا اظہار کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا!

"عائشہ! تو نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر سمندر میں چھوڑ دی جائے تو اس میں مل جائے (یعنی یہ بات بہت ناپسندیدہ ہے)۔"

(سنن ابی داؤد، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 193)

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

"حج کا سفر تھا میرے علاوہ دیگر ازواج مطہرات بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ راستے میں میرا اونٹ بیٹھ گیا اور میں سب سے پیچھے رہ گئی اس لئے میں نے رونا شروع کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو مجھے روتے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں اور اپنی رداء مبارک سے میرے آنسو پونچھنے لگے۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم میرے آنسو پونچھتے جاتے اور میں بے اختیار روتی جاتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار مجھے رونے سے روکتے لیکن آنسو بے اختیار میری آنکھوں سے چھلکتے جاتے۔ جب بار بار روکنے سے بھی میرے آنسو نہ تھمے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا سختی کے ساتھ منع فرمایا۔

(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 337) (زرقانی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 296) (اسد الغابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 170)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''ایام حج میں سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو حیض آ گیا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں یہ مسئلہ پیش کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''کیا وہی ہمیں روکے رکھے گی؟''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ طواف زیارت کر چکی ہیں۔''

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''اب رکنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

(الصحیح البخاری، حدیث نمبر 1757) (الصحیح المسلم، حدیث نمبر 1211) (السنن الترمذی، حدیث نمبر 943) (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 2003) (السنن النسائی، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 194) (موطا امام مالک، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 412) (مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 38)

صفات جمیلہ، علم وفضل:

دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرح ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا گھر بھی علم وعرفان کا مرکز تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اکثر خواتین آپ رضی اللہ عنہا سے مسائل دریافت کرنے کیلئے آیا کرتی تھیں۔

روایات کے مطابق عراق کی رہنے والی صہیرہ بنت جیفر حج کرنے کے بعد سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آئیں تو انہوں نے آپ کے پاس بہت سی خواتین کو مسائل پوچھتے دیکھا۔ صہیرہ نے بھی اپنے مسائل دریافت کرنے کیلئے دیگر خواتین سے مختلف سوالات کروائے اور خود اپنے آپ کو ظاہر نہ کیا۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے تمام سوالات کے مفصل جوابات دیئے۔ ان میں سے ایک مسئلہ نبیذ کے بارے میں بھی تھا۔ جب اس مسئلے کی باری آئی تو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے پس پردہ رہنے والی صہیرہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا!

''اہل عراق اس مسئلے کو اکثر پوچھتے ہیں۔''

(مسند امام احمد، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 337)

روایت حدیث:

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے دس احادیث مروی ہیں جن میں سے ایک بخاری شریف میں اور باقی دیگر کتب احادیث میں موجود ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے جن اصحاب نے روایت کی ہے ان کے نام درجہ ذیل ہیں!

حضرت سیدنا امام زین العابدین، اسحاق بن عبداللہ، یزید بن معصب، مسلم بن صفوان اور کنانہ رضوان اللہ علیہم۔

صبروتحمل:

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا میں صبروتحمل، کشادہ دلی اور سیر چشمی نمایاں اوصاف تھے۔ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے کے بعد اکثر آپ کو یہودی ہونے کا طعنہ سننا پڑتا مگر آپ صبروتحمل سے سب برداشت کرتیں اور کسی کو بھی سخت جواب نہ دیتیں۔ غزوۂ خیبر سے واپسی پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا اور ان کی ایک بہن کو یہودیوں کے لاشوں کے پاس سے لے کر گزرے تو ان کی بہن اپنے عزیز وا قارب کی لاشوں کو دیکھ کر چیخیں مار کر رونے اور سینہ کوبی کرنے لگی مگر ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا جب اپنے شوہر، باپ اور بھائی کی لاشوں کے پاس سے گزریں تو آپ کی جبینِ تحمل پر کسی قسم کا شکن بھی نہیں آیا۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہا امیر المومنین بنے تو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی ایک کنیز نے جا کر آپ کو شکایت کی کہ ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا میں ابھی تک یہودیت کی بو پائی جاتی ہے کیونکہ اب بھی وہ یوم السبت (ہفتہ کے دن) کو اچھا تصور کرتی ہیں اور یہودیوں سے دلی لگاؤ رکھتی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تحقیق کیلئے خود آپ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں پوچھا تو ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا!

''جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہفتہ کے بدلے جمعہ کا دن عطا فرمایا تو ہفتے کے دن کو محبوب رکھنے کی کوئی ضرورت نہ رہی۔ البتہ یہودیوں سے میں ضرور لگاؤ رکھتی ہوں کیونکہ ان میں میرے عزیز وا قارب ہیں اور مجھے صلہ رحمی کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ کی حق گوئی سے بہت متاثر ہوئے اور واپس چلے

گئے۔ اس کے بعد سیدہ صفیہ سلام اللہ علیہا نے اس لونڈی کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ تجھے امیر المومنین کے سامنے میری شکایت کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا تو اس نے جواب دیا!

"شیطان نے۔"

اس پر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

"جا! میں نے تجھے آزاد کیا۔"

(عیون الاثر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 402) (الاستیعاب، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 1871)
(الاصابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 74) (سیر اعلام النبلاء، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 222)

نرم دل:

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بہت نرم دل، سیر چشم، حلیم الطبع، عاقلہ اور فاضلہ تھیں۔ چنانچہ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں!

"کَانَتْ صَفِیَّةُ عَاقِلَةٌ حَلِیْمَةٌ وَّفَاضِلَةٌ"

"سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا عاقلہ، فاضلہ اور حلیم الطبع تھیں۔"

(زرقانی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 296)

عیون الاثر اور اسد الغابہ میں ہے!

"کَانَتْ عَاقِلَةٌ مِّنْ عُقَلَاءِ النِّسَاءِ"

"وہ خواتین میں نہایت عقل مند تھیں۔"

(عیون الاثر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 402) (الاستیعاب، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 1871)

جب سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا دلہن بن کر مدینہ طیبہ آئیں تو حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اپنی سہیلیوں کے ساتھ انہیں دیکھنے کے لیے آئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنے کانوں کے طلائی جھمکے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دے دیئے اور آپ کی ساتھی لڑکیوں کو بھی کچھ نہ کچھ زیور دیا۔

آپ رضی اللہ عنہا کی سخاوت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک مکان تھا جو آپ نے فروخت کر کے اس کی رقم صدقہ و خیرات کر

دی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ایام محاصرہ میں سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے ان کی بڑی مدد کی۔ جب 35 ہجری میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا گیا اور ضرورت زندگی کی چیزیں بھی ان تک پہنچنے نہ دیں تو سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا خچر پر سوار ہو کر اپنے ایک غلام کے ساتھ آپ کی مدد کیلئے روانہ ہوئیں۔ مالک اشتر نے جب آپ کو آتے دیکھا تو آپ کے خچر کے منہ پر مارنے لگا جس سے خچر بدک گیا۔ سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا وہاں سے واپس گھر آئیں اور حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس کھانا دینے کیلئے بھیجا۔ آپ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے کھانا وغیرہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچاتے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے مکان اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کے درمیان ایک لکڑی رکھ دی جس پر سے گزر کر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کھانا پانی وغیرہ پہنچایا جاتا تھا۔

فضائل ومناقب:

1: سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نہایت حلیم الطبع، صابرہ و شاکرہ، کشادہ دل، سیر چشم عاقلہ و فاضلہ اور سخی تھیں۔

2: دوسروں کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا جس کی ایک مثال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے محاصرے کے دوران آپ کی خدمات ہیں جو آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کیلئے کیں۔

3: مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کو بے انتہا محبت تھی۔ جس کی ایک مثال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام مرض میں سیدہ صفیہ کا یہ فرمانا ہے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی بیماری مجھے لگ جائے ہے۔ اس کی تصدیق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی فرمائی کہ یہ اوپر اوپر سے ہی ایسا نہیں کہہ رہی بلکہ یہ سچے دل سے کہہ رہی ہے۔

4: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے بہت محبت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ہمیشہ دل جوئی فرمایا کرتے تھے۔ جب بھی کوئی انہیں یہودین ہونے کا طعنہ

دیتا تو یہ رو پڑتیں اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ لیتے تو ان کے آنسو پونچھتے اور ان کی دل جوئی فرماتے۔

5: دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا ولیمہ ایک دن ہوا لیکن سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے ولیمہ کی دعوت تین دن ہوئی۔

6: سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بڑی علم وفضل والی تھیں۔ خواتین اکثر آپ رضی اللہ عنہا سے مسائل پوچھا کرتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے دس احادیث بھی مروی ہیں۔

7: حسن و جمال سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا امتیازی وصف تھا۔ جب آپ رضی اللہ عنہا مدینہ طیبہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلہن بن کر آئیں تو مدینہ کی خواتین آپ کے حسن کا چرچہ سن کر آپ کو دیکھنے کیلئے آئیں۔

8: سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا ایک وصف یہ بھی ہے جو آپ کو دیگر ازواج سے ممتاز کرتا ہے کہ آپ کھانا بہت لذیذ پکاتی تھیں اور اکثر اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کرتی۔ چاہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی بھی زوجہ کے ہاں تشریف فرما ہوتے۔

9: سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے خواتین کیلئے ایک مشکل آسان ہوگئی کہ جب خواتین حج میں طواف زیارت کر لیں اور ان کو حیض ونفاس شروع ہو جائے تو انہیں رکنے کی ضرورت نہیں ہے۔

10: مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کی بڑی تکریم فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ دوران اعتکاف آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آئیں جب رخصت ہونے لگیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود انہیں دروازے تک چھوڑنے آئے۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 128) (الاصابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 742)

وصال:

ام المومنین سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا وصال 50 ہجری میں ساٹھ سال کی عمر میں مدینہ طیبہ میں ہوا۔ یہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کا دور خلافت تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا جنت البقیع شریف میں اسودۂ خاک ہوئیں۔

(فتح الباری شرح حدیث نمبر ۲۰۳۵، طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۱۲۸، نووی فی التہذیب جلد ۲ صفحہ ۳۴۹ صفۃ الصفوۃ جلد ۲ صحہ ۵۲، انساب الاشراف جلد ا صفحہ ۴۴۴)

آپ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک مکان تھا جس کو آپ نے اپنی زندگی میں ہی خیرات کر دیا تھا۔ البتہ آپ نے ایک لاکھ درہم جو کہ ایک قطعہ زمین کی قیمت کے تھے ترکہ چھوڑا آپ نے وصیت کی کہ ان میں سے ایک تہائی میرے بھانجے کو دیا جائے۔ چونکہ آپ کا بھانجہ یہودی تھا اس لئے لوگوں نے آپ کی وصیت پوری کرنے میں تامل کیا۔ جب اس بات کا پتہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو لگا تو آپ نے لوگوں کو پیغام بھیجا کہ اللہ سے ڈرو اور صفیہ کی وصیت پوری کرو۔ چنانچہ مال کا ایک تہائی آپ بھانجے کو دے دیا گیا اور باقی صدقہ وخیرات کر دیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہا کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 128) (زرقانی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 296)
(عیون الاثر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 401)

* * *

(10)

اُمُّ المومنین سیّدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا

تعارف:

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ازواج مطہرات میں دسواں نمبر ہے۔ آپ بڑی نیک سیرت، نیک صورت اور بڑی راسخ العقیدہ خاتون تھیں۔ آپ عالی نسب، عالی ہمت، سخی طبیعت اور پاکیزہ صفات کی مالکہ تھیں۔ آپ کو قدیم الاسلام ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔ حالانکہ آپ کے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ فتح مکہ تک مسلمانوں کے خلاف مشرکین کی قیادت کرتے رہے تھے۔

نام ونسب:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام "رملہ" یا "ہند" اور کنیت "اُم حبیبہ" ہے۔ والد کی طرف سے سلسلہ نسب یوں ہے!

رملہ بنت ابوسفیان (ان کے اصل نام صخر تھا) بن حرب بن امیہ بن عبدالشمس بن عبد مناف۔

آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام صفیہ بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس ہے۔ ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔

ولادت:

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت سے 17 سال قبل مکہ میں مکہ کے رئیس حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر پیدا ہوئیں۔

(الاصابہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 84) (المستدرک للحاکم، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 20)

(الانساب الاشراف، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 438) (التھذیب فی نووی، جلد نمبر 2، صفحہ 359)

ابتدائی حالات اور عقد اول:

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا چونکہ رئیس قریش ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں اس لیے انہوں نے بڑے ناز و نعم کے ساتھ پرورش پائی۔ جب جوان ہوئیں تو اپنی قوم کے حلیف عبید اللہ بن جحش سے ان کا نکاح ہوا۔ عبید اللہ اور سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ابتدائی زمانہ اسلام میں ہی اسلام قبول کرلیا۔ جب کفار مکہ اور سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی اذیتیں حد سے تجاوز کر گئیں تو ان دونوں میاں بیوی نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ حبشہ میں ہی ان کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام حبیبہ رکھا گیا۔ ام المومنین سیدہ رضی اللہ عنہا اسی وجہ سے ام حبیبہ کے نام سے مشہور ہوئی اور ان کا اصل نام کنیت کے نیچے دب گیا۔

ہجرت حبشہ کے تھوڑے عرصہ بعد ہی سیدہ رضی اللہ عنہا کا خاوند عبید اللہ بن جحش مرتد ہو گیا اور اس نے عیسائیت کو قبول کرلیا۔ ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

"جس دن عبید اللہ مرتد ہوا اس سے پہلی رات میں نے اسے نہایت بری شکل اور بھیانک صورت میں دیکھا۔ میں اس خواب سے بہت گھبرائی۔ جب صبح بیدار ہوئی تو وہ اسلام سے منحرف ہو کر عیسائیت اختیار کر چکا تھا۔ میں نے اس امید پر اسے اسلام کی دعوت دی کہ شاید وہ متنبہ ہو جائے اور اسلام کے دامن رحمت میں دوبارہ آ جائے مگر وہ شراب و کباب میں ڈوبا رہا اور میرے کسی کہے میں نہ آیا۔"

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 97،) (المستدرک للحاکم، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 20)
(زرقانی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 242) (سیر اعلام النبلاء، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 221)

عبید اللہ نے ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا پر بھی عیسائیت اختیار کرنے کیلئے دباؤ ڈالا مگر آپ رضی اللہ عنہا اسلام پر سختی سے قائم رہیں۔ مذہب کے اختلاف کی وجہ سے دونوں میاں بیوی میں علیحدگی ہو گئی۔

اللہ رب العزت کی شان دیکھیے کہ عبید اللہ نے جس بادشاہ نجاشی رضی اللہ عنہ سے متاثر ہو کر عیسائیت اختیار کی اللہ تعالیٰ نے اس بادشاہ نجاشی رضی اللہ عنہ کو ہی اسلام کی دولت سے مالا

مال کر دیا۔ ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''عبید اللہ شراب و شباب میں ڈوبا رہا۔ یہاں تک کہ کثرتِ شراب کی وجہ سے حالت کفر میں ہی مر گیا۔

حرم نبوی میں داخلہ:

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اس جماعت میں شامل ہیں جنہوں نے ابتدائی زمانہ میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا اور کفار مشرکین کی اذیتیں برداشت کی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اسلام کی خاطر اپنے والدین، بہن، بھائی، عزیز و اقارب اور وطن تک کو چھوڑ دیا تھا اور حبشہ میں آپ کا خاوند عبید اللہ آپ کا سہارا تھا لیکن وہ بھی مرتد ہو کر مر گیا۔

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر یہ واقعہ بڑا شاق گزرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تالیفِ قلب کیلئے ان سے نکاح فرمانے کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی عدت ختم ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن امیہ فہری رضی اللہ عنہ کو اپنا وکیل بنا کر حضرت نجاشی رضی اللہ عنہا کے دربار میں بھیجا اور فرمایا!

''اگر ام حبیبہ اس پر راضی ہوں تو میرا نکاح خود میرے وکیل بن کر ان سے کر دینا۔''

جب حضور شفیع عالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اپنی خاص ابرہہ نامی کنیز کو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام نکاح دینے کیلئے بھیجا اور کہا!

''اگر ام حبیبہ کو منظور ہوا تو اپنی طرف سے نکاح کیلئے کوئی وکیل مقرر کر دیں۔''

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو جب حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیغام نکاح ملا تو آپ رضی اللہ عنہا اتنی خوش ہوئیں کہ پیغامِ نکاح لانے والی لونڈی ابرہہ کو اپنے ہاتھوں کے دونوں کنگن، پیروں کی پازیب اور انگلیوں کے چھلے جو سب سونے کے تھے دے دیئے اور اپنے ماموں زاد حضرت خالد بن سعید بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو اپنا وکیل مقرر کیا۔

جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے رضامندی ہو گئی اور ان کی طرف سے

نکاح کا وکیل مقرر کر دیا گیا تو حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ نے تمام مہاجر مسلمانوں جن کے سردار حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ تھے کو اپنے دربار میں بلایا اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے وکیل ہونے کے سبب سے خطبۂ نکاح پڑھا۔ اس خطبہ کو تفاسیر میں یوں بیان کیا گیا ہے!

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ السَّلَامِ الْمُؤْمِنِ الْمُهَيْمِنِ الْعَزِيْزِ
الْجَبَّارِ الْمُتَكَبِّرِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا
رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَنَّهُ الَّذِىْ بَشَّرَ بِهٖ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اَمَّا بَعْدُ
فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَتَبَ اِلَىَّ اَنْ اُزَوِّجَهٗ اُمَّ حَبِيْبَةَ بِنْتِ اَبِىْ
سُفْيَانَ فَاَجَبْتُ اِلٰى مَادَعَا اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَدْ اَصْدَقْتُهَا
اَرْبَعَ مِائَةِ دِيْنَارٍ"

"سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جو مالک ہے، پاک ہے، سلامتی دینے والا ہے، امن عطا کرنیوالا ہے، نگہبان ہے، سب پر غالب ہے، ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے والا اور متکبر ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ آپ وہ ہیں جن کی بشارت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے دی تھی۔ اما بعد! بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف لکھا ہے کہ میں آپ کی طرف سے آپ کا نکاح ام حبیبہ بنت ابی سفیان سے کردوں، پس میں نے اسے پسند کیا جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور چار سو دینار میں نے اپنی طرف سے ام حبیبہ کے حق مہر کے ادا کیے۔"

اس کے ساتھ ہی حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ نے چار سو دینار اپنی قوم کے سامنے رکھ دیئے۔ اس کے بعد حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے وکیل حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے خطبہ نکاح پڑھا!

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَاسْتَعِيْنُهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا للّٰهُ وَاَنَّ
مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ

عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ اَجَبْتُ مَادَعَا اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَزَوَّجْتُهٗ اُمَّ حَبِيْبَةَ بِنْتِ اَبِيْ سُفْيَانَ فَبَارَكَ اللّٰهُ رَسُوْلَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامِ"

"سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، میں اس کی تعریف کرتا ہوں، اس کی جناب میں استعانت کی درخواست کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب بندے اور رسول ہیں۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کردے اگرچہ یہ مشرکوں کو ناپسند ہے۔ امابعد! بیشک میں پسند کرتا ہوں اس چیز کو جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا ہے۔ لہٰذا میں نے ام حبیبہ بنت ابی سفیان کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا۔ پس اللہ رب العزت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر برکتیں نازل فرمائے۔"

جب نکاح کی تقریب مکمل ہوئی، لوگوں نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ نے ان سب کو بٹھالیا اور فرمایا!

"حضرات انبیاء علیہم السلام کی یہ سنت ہے کہ نکاح کے بعد ولیمہ بھی ہوتا ہے چنانچہ سب احباب ولیمہ کی دعوت کھا کر جائیں۔"

چنانچہ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ نے نہایت شاندار ضیافت کا اہتمام کیا۔ سب احباب دعوت ولیمہ سے فارغ ہو کر رخصت ہو گئے۔

جب سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر 36 یا 37 سال تھی۔ یہ نکاح 6 ہجری کے آخری ایام میں ہوا۔

(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 742) (تہذیب فی النووی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 309)
(دلائل النبوۃ، للبیہقی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 962)

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکاح ہو جانے کے بعد حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ نے مہر کی رقم آپ رضی اللہ عنہا کے وکیل خالد بن سعید

رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی۔ جب مہر کی رقم سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا تک پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہا نے پیغام نکاح لانے والی کنیز ابرہہ کو بلایا اور اسے اس رقم میں سے پچاس دینار دینے چاہے مگر اس نے یہ دینار اور پہلے لیا ہوا تمام زیور آپ کو واپس کر دیا۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے جب وجہ پوچھی تو اس نے کہا!

"ایک تو بادشاہ نے مجھے تاکید کی ہے دوسرا یہ کہ میں مسلمان ہو گئی ہوں اور یہ کہ بادشاہ نے اپنی تمام بیگمات کو حکم دیا ہے خوشبوئیں اور عطر آپ کے پاس تحفہ بھیجیں۔"

چنانچہ دوسرے دن ابرہہ بہت سا عود اور عنبر وغیرہ ان بیگمات کی طرف سے تحفہ لے کر آئیں جو آپ نے رکھ لیا۔ تحائف دینے کے بعد ابرہہ نامی کنیز نے آپ رضی اللہ عنہا سے کہا!

"سیدہ! میری ایک درخواست ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں میرا اسلام عرض کرنا اور یہ بھی بتانا کہ میں آپ کے دین کی پیرو ہو چکی ہوں۔"

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

"ابرہہ کا یہ حال تھا کہ جب بھی وہ میرے پاس آتی تو مجھے کہتی دیکھو میری درخواست کو بھول نہ جانا اور میرا اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک ضرور پہنچانا۔ چنانچہ جب میں مدینہ پہنچی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام حالات و واقعات بتائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سن کر مسکراتے رہے اور جب میں نے ابراہہ کا سلام پہنچایا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں عَلَيْهَا السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ فرمایا۔"

(زرقانی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 243) (صفحہ الصفوۃ، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 22)

حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ نے ام المومنین رضی اللہ عنہا کو شرجیل بن حسنہ کے ساتھ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ بھیج دیا۔ رخصتی کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کو بہت سا جہیز بھی اپنی طرف سے دیا۔

(السنن ابی داؤد، کتاب النکاح) (تاریخ طبری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 353)

جب نکاح کی تمام رسومات ادا ہو چکیں تو حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام المومنین رضی اللہ عنہا کو بحری جہاز میں مدینہ طیبہ کی طرف روانہ کیا اور ساتھ بہت سی خوشبوئیں اور دیگر تحائف بھی دیئے۔ ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جب مدینہ پہنچیں تو اسی دن حضور

رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر سے فتح یاب ہو کر مدینہ تشریف لائے۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے ساتھ آنے والوں میں حضور نبی کریم کے چچازاد اور آپ کے ہم شکل حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وفد کی آمد کی اطلاع ملی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے، حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھے، انہیں گلے سے لگایا اور فرمایا!

”تم صورت اور سیرت میں میرے مشابہ ہو میں نہیں جانتا کہ میرے لیے زیادہ خوشی کی بات کون سی ہے فتحِ خیبر یا آمدِ جعفر۔“

یہ اوائل 7 ہجری کا واقعہ ہے۔ مدینہ واپسی کے بعد ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حرم نبوی میں داخل ہوئیں اور دیگر ازواج کی طرح مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لگ گئیں۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

”حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے سے پہلے میں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص مجھے ام المومنین کہہ رہا ہے۔ میں اس پر بڑی متعجب ہوئی اس خواب کی تعبیر میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شادی کی صورت میں ظاہر ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں!

”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ہوا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی!

”عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً“

”عنقریب اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کے دشمنوں میں دوستی کردے گا۔“

پھر ہوا بھی اس آیت کے مطابق۔ جب حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو ان کے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ (جو کہ ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے بلکہ کفار مکہ کے سردار تھے اور اسلام دشمنی میں سب سے آگے آگے تھے) ٹھنڈے پڑ گئے۔ جب اس شادی کی خبر حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انہوں نے اپنی شکست کو تسلیم کرتے ہوئے کہا!

”فَذَاكَ الْفَصْلُ لَا يُقْدِ هُ اَنْفُهٗ“

''آپ جوان مرد ہیں۔ آپ کی ناک نہیں کاٹی جاسکتی۔''

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 99) (الاستیعاب، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 1844)

فضائل ومناقب:

1: ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو ''السابقون الاولون'' ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ یعنی آپ رضی اللہ عنہا ابتدائی زمانے میں ہی اسلام کے دائرۂ رحمت میں شامل ہو گئیں تھیں۔

2: ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو اسلام کے ساتھ شدید محبت تھی۔ اس کا اندازہ اس طرح سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے اپنا گھربار، والدین اور وطن فقط اسلام کی خاطر چھوڑا۔ حبشہ میں اپنے خاوند کو عیسائی ہونے پر چھوڑ دیا مگر اسلام پر ثابت قدم رہیں۔
سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنے والد کو بھی اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر نہ بٹھایا کہ وہ مشرک اس وقت مشرک تھے۔

3: قرآن مجید کی یہ آیت ''عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً'' سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے حق میں ہی نازل ہوئی۔

4: ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی شدت سے عمل کرتی تھیں۔ اپنے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے وصال کے تین دن بعد خوشبو لگانا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق دن اور رات میں بارہ نفل پڑھنا اس کی روشن مثال ہے۔

5: ام المومنین رضی اللہ عنہا نہ صرف خود حدیث پر شدت سے عمل کرتی تھیں بلکہ دوسروں کو بھی تاکید کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ کے بھانجے ابوسفیان بن سعید بن المعیزہ نے ستو کھا کر کلی کی تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!
''تم کو وضو کرنا چاہیے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شے کو آگ لگا دے اس کے استعمال سے وضو لازم ہوتا ہے۔''
یہ مسئلہ علمائے شافعیہ وغیرہ کی تائید میں ہے۔ حنفی مسلک اس کے خلاف ہے اور ہمارے حنفی

علماء کے پاس احادیث وغیرہ سے بے شمار دلائل موجود ہیں۔

6: حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نہایت نیک فطرت تھیں۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بہن کے ساتھ نکاح کرنے کی درخواست کی تھی۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک دن آپ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ میری بہن عزہ سے شادی کرلیں۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''کیا تم اسے پسند کرتی ہو؟''

آپ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

''میں اکیلی تو آپ کی بیوی نہیں ہوں۔ میں تو صرف یہ چاہتی ہوں کہ میری بہن بھی اس خیر وفضیلت میں شریک ہوجائے۔''

اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

(شریعت اسلامیہ میں ایک وقت میں دو بہنوں کے ساتھ نکاح نہیں کیا جاسکتا اس لیے)

''وہ میرے لیے حلال نہیں!''

(الصحیح البخاری، حدیث نمبر 5107) (الصحیح المسلم، حدیث نمبر 1449) (شرح صحیح مسلم، جلد نمبر 16، صفحہ نمبر 63) (جلاء الافہام، صفحہ نمبر 187) (الفصول، صفحہ نمبر 248)

7: آپ رضی اللہ عنہا کی شرافت کا اندازہ وفات کے وقت ام المومنین سیدہ عائشہ اور ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے معافی کی درخواست سے بھی کیا جاسکتا ہے۔

چنانچہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

''سیدہ ام حبیبہ نے وفات کے وقت مجھے بلایا اور کہا کہ مجھ میں اور تم میں وہ تعلقات تھے جو باہم سوکنوں میں ہوتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں کو معاف فرمائے اور تم سے درگزر فرمائے۔ اس پر میں نے جواب دیا کہ تم نے مجھے خوش کیا ہے، خدا تعالیٰ تمہیں خوش رکھے۔ اسی طرح سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھی بلا کر کہا۔

(طبقات ابن سعد، جلد 8، صفحہ نمبر 100) (المستدرک للحاکم، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 22) (صفۃ الصفوۃ، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 42)

8: ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بہت بڑی عالم حدیث بھی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے 65 احادیث مروی ہیں جنہیں جلیل القدر صحابہ و تابعین نے آپ سے روایت کیا ہے۔

9: ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا صورت اور سیرت میں خوبصورت تھیں اور آپ کے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ آپ کے حسن پر فخر کیا کرتے تھے۔

چنانچہ ایک حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا!

"عِنْدِیْ اَحْسَنُ الْعَرَبِ وَاَجْمَلُہٗ اُمُّ حَبِیْبَۃَ"

''میرے نزدیک عرب کی حسین تر اور جمیل تر عورت ام حبیبہ ہے۔''

حسین ظاہری رنگ و صورت، نین نقش اور خدوخال کے متوازن ہونے کا نام ہے اور جمال سیرت و کردار، گفتار و افعال، عقل و فہم کی زیادتی کا نام ہے۔ یہ دونوں وصف حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا میں موجود تھے۔ اس لیے آپ حسین بھی تھیں اور جمیل بھی۔

10: یہ بھی حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ان کے والدین کے گھر کو ''دارالامن'' قرار دے دیا۔ جبکہ ابھی تک ان کے والدین ایمان نہیں لائے تھے۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور آپ کی زوجہ رضی اللہ عنہا نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا۔ لہٰذا اب ان شخصیات کے خلاف زبان درازی بہت بڑا گناہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کے والدین صحابیت کے رتبے سے مشرف تھے اور آپ رضی اللہ عنہا کے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے خلفائے راشدین کے دور میں کئی اٹھنے والے فتنوں کے خلاف محاذ آرائی کی اور مسلمانوں کو کئی خطرناک حملوں سے بچایا۔ آپ رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین کے دور میں بطور جرنیل رہے، یہ آپ رضی اللہ عنہ کی عظمت جاننے کے لیے کافی ہے۔

اولاد:

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آپ کے پہلے شوہر عبید اللہ بن جحش سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ لڑکے کا نام عبد اللہ تھا اور لڑکی کا نام حبیبہ تھا۔ حضرت حبیبہ رضی اللہ عنہا نے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش میں پرورش و تربیت پائی اور قبیلہ ثقیف کے رئیس کے بیٹے عروہ بن مسعود ثقفی کے ساتھ منسوب ہوئیں۔ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ رضی اللہ عنہا کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔

فیضانِ عشق ومحبت، روایات:

دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرح ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بھی علم و فضل کا خزینہ تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا چونکہ شارحِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ تھیں اس لیے آپ رضی اللہ عنہا نے بہت قریب سے مصطفیٰ کریم علیہ السلام کے قول و فعل کا مشاہدہ کیا، اسے یاد رکھا اور پھر امت مسلمہ تک پہنچایا۔

موجودہ کتبِ احادیث میں آپ سے 65 احادیث مروی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے جن جلیل القدر احباب نے روایت کی ہیں ان میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں!

آپ کے بھائی حضرت عتبہ، حضرت معاویہ بن سفیان، آپ کی بیٹی حضرت حبیبہ، عبد اللہ بن عتبہ، ابوسفیان بن سعید ثقفی، سالم بن سوار، ابوالجراح، صفیہ بنت شیبہ، زینب بنت ابوسلمہ، عروہ بن زبیر، شہر بن حوشب اور ابوصالح السمان، رضوان اللہ علیہم۔

نبی ﷺ سے محبت:

1: ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی محبت کرتی تھیں۔ اس کا روشن ثبوت یہ روایت ہے کہ جب فتح مکہ سے قبل آپ کے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہ (جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) تجدیدِ صلح کے لئے مکہ سے مدینہ روانہ ہوئے۔ مدینہ پہنچتے ہی آپ رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ جب ابوسفیان رضی اللہ عنہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنے لگے تو ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فوراً بستر اٹھا دیا۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ

نے برہم ہو کر کہا!

"بیٹی! تو نے بستر کیوں لپیٹ دیا۔ کیا تو نے بستر کو میرے قابل نہ سمجھا یا مجھے بستر کے؟"

اس پر ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا!

"یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اس لیے اس پر مشرک نہیں بیٹھ سکتا۔"

اس پر حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے غصہ سے کہا!

"میرے بعد تو برائی میں مبتلا ہو گئی ہے۔"

ام المومنین رضی اللہ عنہا نے جواب دیا!

"میں برائی میں نہیں بلکہ کفر کی ظلمت سے نکل کر اسلام کے نور میں داخل ہو گئی ہوں۔"

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 99) (زرقانی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 293)

(صفۃ الصفوۃ، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 46) (تاریخ طبری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 388)

2: مصطفیٰ کریم علیہ السلام بھی ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت فرماتے تھے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی تھی کہ فتح مکہ کے دن آپ علیہ السلام نے ان کے والد حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے گھر کو دارالامان فرمایا اور اعلان فرما دیا کہ جو کوئی ابو سفیان کے گھر میں پناہ لے لے گا اسے امان ہے۔

3: ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا اندازہ اس طرح بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی سختی سے پابندی کیا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"جو کوئی دن اور رات میں بارہ رکعات نفل ادا کرلے اس کیلئے اللہ تعالیٰ جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔"

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

"اس دن کے بعد سے میں نے کبھی بھی یہ نفل ترک نہیں کیے۔"

(الصحیح المسلم، حدیث نمبر 728)

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کی اتنی پابند تھیں کہ جب ان کے والد ابو سفیان رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو تین دن بعد آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے

کپڑوں اور جسم پر خوشبو ملی۔ پھر فرمایا!

"مجھے اس خوشبو کی کوئی حاجت نہ تھی لیکن میں نے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کسی عورت کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی فوتگی پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے البتہ! بیوی کو اپنے شوہر کے فوت ہونے پر چار ماہ اور دس دن سوگ کرنا چاہیے۔"

(الصحیح البخاری، حدیث نمبر 1280) (الصحیح المسلم، حدیث نمبر 1486)

(جامع الاصول، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 149)

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بڑے پختہ ایمان والی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اس وقت اسلام قبول کیا جب گنتی کے ہی چند افراد ہی دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اسلام کی خاطر سب رشتے چھوڑ دیے حتیٰ کہ بھائی بہن، ماں باپ اور شوہر کو بھی چھوڑ دیا مگر اسلام کو نہیں۔ یہ آپ رضی اللہ عنہا جیسی بہادر اور مضبوط دل والی خاتون کا ہی طرۂ امتیاز تھا۔

وصال:

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے 73 سال کی عمر میں اپنے بھائی کاتب وحی حضرت امیر معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں 44 ہجری کو مدینہ طیبہ میں وصال فرمایا۔

(استیعاب، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 1845) (اسد الغابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 116) (الانساب الاشراف، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 440) (عیون الاثر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 401) (صفۃ الصفوۃ، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 46) (الاصابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 654) (التہذیب فی النووی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 359) (المستدرک للحاکم، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 20) (اسد الغابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 316)

قبر انور:

حضرت سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے مکان کا ایک گوشہ کھدوایا تو وہاں سے ایک کتبہ برآمد ہوا جس پر لکھا تھا!

"هٰذَا قَبْرُ رَمْلَةِ بِنْتِ صَخْرٍ"

"یہ رملہ (ام حبیبہ) بنت صخر (ابو سفیان) کی قبر ہے۔"

چنانچہ میں نے وہ کتبہ وہیں پر رکھ دیا۔

(الاستیعاب، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 750)

اس روایت سے یہ ظاہر ہوا کہ ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی قبر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مکان میں تھی۔

* * *

(11)

اُمُّ المومنین سیّدہ ریحانہ بنت شمعون رضی اللہ عنہا

نام ونسب:

آپ رضی اللہ عنہا کا نام ''ریحانہ'' اور تعلق یہود کے مشہور قبیلے بنونضیر کے خاندان بنو قریضہ سے تھا۔ آپ کے والد کا نام شمعون بن زید بن حنانہ رضی اللہ عنہ تھا۔ ان کو صحابیت، سماع اور روایت کا شرف بھی حاصل ہے۔ بعض اہل تاریخ کے نزدیک سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام زید بن عمرو بن ضبافہ بن شمعون بن زید تھا۔ لیکن پہلے نام پر اکثر مؤرخین کا اتفاق ہے۔

بنوقریضہ:

جب بنوقریظہ نے اپنے عہد سے روگردانی کی اور مسلمانوں کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف سازشیں شروع کیں تو اللہ رب العزت نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے خلاف جنگ کا حکم دیا۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ خندق سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اپنے ہتھیار کھول دیے۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے ہتھیار کھول دیئے ہیں جبکہ فرشتے ابھی تک مسلح ہیں۔ اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ بنوقریضہ کے خلاف نکلیں۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت زرہ منگوا کر پہنی اور مسلمانوں کو بنوقریظہ کے خلاف خروج کا حکم دیا اور فرمایا!

''تمام مسلمان بنوقریظہ جا کر عصر کی نماز ادا کریں۔''

حضرت جبرائیل علیہ السلام مسلمانوں سے پہلے بنو قریظہ میں مسلمانوں کا خوف پیدا کرنے کے لئے پہنچ گئے۔ جب مصطفیٰ کریم علیہ السلام بنی غنم کے پاس سے گزرے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا!

"کوئی یہاں آیا تھا؟"

انہوں نے جواب دیا!

"ہاں دحیہ کلبی یہاں آئے تھے۔"

دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی وضع قطع میں حضرت جبرئیل امین علیہ السلام انسانی صورت میں آیا کرتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"وہ جبریل تھے!"

بنی قریظہ پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کے کھیتوں کو سیراب کرنے والے کنویں "انا" نامی کے پاس پڑاؤ کیا۔ مسلمان نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق عصر کی نماز ابھی تک نہیں پڑھی تھی اور عشاء کے بعد انہوں نے بنو قریظہ پہنچ کر عصر کی نماز پڑھی۔

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کا ایک ماہ یا پچیس دن تک محاصرہ کیے رکھا جب بنو قریظہ محاصرہ سے تنگ آ گئے تو صلح کیلئے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیج دیا۔ یہود نے ان سے مشورہ کیا تو انہوں نے اپنی گردن پر ہاتھ پھیر کر اشارہ کیا کہ اگر صلح کرو گے تو سب مارے جاؤ گے۔ اسی عرصہ میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو انہوں نے اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستون کے ساتھ باندھ لیا۔ (اس واقعہ کی مکمل تفصیل حضرت ام سلمہ رضی اللہ نے ذیل میں موجود ہے) المختصر! بنو قریظہ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا فیصلہ کرنے کیلئے مقرر کیا تو انہوں نے فیصلہ دیا کہ بنو قریظہ میں جو بھی لڑنے کے قابل مرد ہے اسے قتل کر دیا جائے،

ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا جائے اور ان کا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ سن کر فرمایا!

"سعد! تو نے اللہ اور اس کے رسول کی منشاء کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔"

چنانچہ بنو قریظہ کی بدعہدی کے جرم کی سزا کے طور پر ان کے سات سے آٹھ سو مردوں کو قتل کیا گیا، بچوں اور عورتوں کو لونڈیاں اور غلام بنالیا گیا اور ان کی املاق کو تقسیم کر دیا گیا۔ حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا بنو قریظہ کی قیدی عورتوں میں سے تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے لئے مخصوص فرمایا۔

(تاریخ طبری، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 302)

شرف ایمان:

حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لئے مخصوص کیا تو ان کو حضرت ام المنذر بنت قیس رضی اللہ عنہا کے گھر ٹھہرایا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ان سے فرمایا!

"اگر چاہو تو اسلام قبول کر لو اور اگر چاہو تو اپنے مذہب یہودیت پر قائم رہو۔"

حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا نے اپنے مذہب یہودیت کو اختیار کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پھر فرمایا!

"اگر تم اسلام قبول کر لو تو ہم تمہیں اپنے لئے مخصوص کر لیں گے۔"

مگر پھر بھی انہوں نے یہودیت کو ہی اختیار کیا۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا مگر آپ علیہ السلام کو ان کے انکار اور رویہ پر بہت رنج ہوا۔

ایک دن مصطفیٰ کریم علیہ السلام اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی کے آنے کی آواز آئی۔ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا اور غیب دان

نبی علیہ السلام نے فرمایا!

''یہ ثعلبہ بن شعبہ ہیں جو ریحانہ رضی اللہ عنہا کے قبول اسلام کی خوشخبری لے کر آئے ہیں۔''

جب ثعلبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچے تو انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں کچھ کہا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے فرمایا!

''یہ ریحانہ کے قبول اسلام کی خبر دے رہے ہیں۔''

دوسری روایت کے مطابق جب سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا قیدی ہو کر آئیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے لئے مخصوص فرمایا۔ آپ علیہ السلام حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور فرمایا!

''اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کر لو تو میں تمہیں اپنے لئے خاص کر لوں گا۔''

انہوں نے عرض کیا!

''میں اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرتی ہوں۔''

یہ پانچ ہجری کے آخر کا واقعہ ہے۔

(تزکار صحابیات، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 112)

نکاح:

سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی ان کے چچازاد عبدالحکیم سے ہوئی تھی جو غزوہ بنو قریظہ میں مارا گیا تھا۔ ام المومنین سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا کی دوسری شادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی۔

جب آپ رضی اللہ عنہا قیدی بن کر آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی جو انہوں نے قبول کر لی پھر مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے انہیں آزاد فرمایا اور ان

سے نکاح فرمالیا۔

حق مہر:

آپ رضی اللہ عنہا کا حق مہر بارہ اوقیہ سونا مقرر فرمایا گیا یا پھر بارہ اوقیہ چاندی اور عمدہ قسم کی خوشبوئیں بطور مہر دی گئی۔ رخصتی کے بعد حضرت ام المنذر بنت قیس رضی اللہ عنہ کے گھر میں ٹھہرائی گئیں۔ دوسری ازواج مطہرات سلام اللہ علیہم اجمعین کی طرح ان کا بھی باری کا دن مقرر فرمایا اور ان کو بھی پردہ کروایا۔

رہائش:

آپ رضی اللہ عنہا کی مستقل رہائش دار قیس بن فہد میں صدقے کی کھجوروں کے درختوں کے پاس تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گاہے بگاہے وہاں پر قیلولہ (دوپہر کے وقت آرام) فرمانے کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔

پاکیزہ اخلاق:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت فرماتے تھے اور ان کی ہر فرمائش پوری کیا کرتے تھے۔ ام المومنین سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا حسنِ صورت کے ساتھ ساتھ نہایت پاکیزہ اخلاق کی مالکہ تھیں۔ ان کو بھی مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت تھی۔ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ بڑے پیار اور خندہ پیشانی سے استقبال کرتیں۔

وصال:

ام المومنین سیدہ ریحانہ رضی اللہ عنہا نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے دس ماہ قبل مدینہ منورہ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔

* * *

(12)

اُمّ المومنین سیّدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

صلح حدیبیہ کی واپسی پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل عرب سے جنگ کا خطرہ نہ رہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے ملکوں کے بادشاہوں کے پاس وفد اور خطوط بھیجے اور ان کو اسلام کی دعوت دی۔ انہیں وفود میں سے ایک وفد ذیعقد 6 ہجری میں حضرت حاطب بن ابی بلتہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں قبطیوں کے سردار اور اسکندریہ کے حاکم ’’جریج بن مینا (جس کا لقب ’’مقوقیس تھا) کے پاس بھیجا حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط بھی دیا۔ مقوقس کو ارسال شدہ خط کی اصل دریافت ہو چکی ہے جو اس وقت ترکی کے ’’توپ کاپی میوزیم میں موجود ہے جو ترکی کے بادشاہ سلطان عبدالمجید نے تین سو اشرفیوں کے عوض خرید کر اپنے محل میں محفوظ کر لیا تھا۔ اس خط کا متن یہ ہے!

’’بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلٰى
مُقُوقِسٍ عَظِيْمِ الْقِبْطِ سَلَامٌ عَلٰى مَنْ تَبِعَ الْهُدٰى اَمَّا بَعْدُ! فَاِنِّىْ
اُدْعُوْكَ بِدْعَايَةِ الْاِسْلَامِ فَاَسْلِمْ تَسْلِمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ
فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ اِثْمُ الْقِبْطِ ہ يٰاَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ
سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا
يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوْا اشْهَدُوْ
ابانَّا مُسْلِمُوْنَ ہ‘‘

(مواہب اللدنیہ، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 247)(سول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی، صفحہ نمبر 150)(نقوش، رسول نمبر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 235)

”اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے مقوقس عظیم قبط کے نام۔ سلام ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اما بعد! میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لے آؤ سلامت رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں دوگنا اجر دے گا اور اگر روگردانی کرو گے تو قبطیوں کا عذاب تمہاری گردن پر ہوگا۔ اے اہل کتاب! اس کلمہ کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور نہ اس کا کسی کو شریک ٹھہرائیں گے اور نہ ہم میں سے کچھ لوگ کچھ لوگوں کو اللہ کے برابر بنائیں گے۔ اگر وہ روگردانی کریں تو تم گواہی دو کہ ہم مسلمان ہیں۔“

حضرت حاطب بن ابی بلتہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

”جب ہم موقس کے پاس گئے تو اس نے ہماری خوب خاطر مدارت کی اور اس سے ملاقات کے لئے ہمیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ جب ہم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گرامی نامہ اسے پہنچایا تو اس نے اس کا بہت احترام کیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بہت اچھے الفاظ کہے۔ اس نے اس خط کو پڑھا اور کہا کہ میں نے اس پر غور کیا ہے مزید غور وفکر کی مہلت چاہتا ہوں۔ پھر اس نے ایک ہاتھی کے دانت کی ڈبیہ میں اس خط کو رکھ کر سر بمہر کیا اور اپنی ایک خاص لونڈی کو دے دیا اور پھر اپنے کاتب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام جواب لکھوایا جو اس طرح ہے!

”قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ نَبِیًّا قَدْ بَقِیَ وَکُنْتُ اَظُنُّ اَنَّهٗ یَخْرُجُ بِالشَّامِ وَقَدْ اَکْرَمْتُ رَسُوْلَكَ وَبَعَثْتُ اِلَیْكَ بِجَارِیَتَیْنِ لَهُمَا مَکَانٌ فِی الْقِبْطِ عَظِیْمٌ وَقَدْ اُهْدِیْتُ لَكَ کِسْوَةً وَّبَغْلَةً تَرْکَبُهَا“

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 260) (نقوش، رسول نمبر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 224)

> ”میں جانتا تھا کہ ایک کی نبی آمد ابھی باقی ہے مگر میں سمجھتا تھا کہ وہ شام میں ظہور کرے گا۔ میں نے آپ کے قاصد کا اکرام کیا ہے اور اس کے ہمراہ آپ کے لئے دو ایسی باندیاں بھیج رہا ہوں جنہیں قبطیوں میں ممتاز مقام حاصل ہے۔ میں نے آپ کے لئے لباس اور ایک خچر بھی بطور ہدیہ بھیجا ہے جس پر آپ سواری فرمائیں۔“

حضرت حاطب ابن ابی بلتہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم مقوقس کے پاس پانچ راتیں رہے اس دوران اس نے ہماری بہت خاطر مدارت کی لیکن اسلام قبول نہ کیا۔ جب ہم اس سے رخصت ہونے لگے تو اس نے ایک خط، دوتر کی باندیاں جن میں سے ایک حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اور دوسری ان کی بہن سیرین رضی اللہ عنہا تھیں، ان کی خدمت کیلئے ایک خصی غلام، ایک خواجہ سرا، سواری کے لئے خاص گدھا جس کا نام عفیر یعفور تھا، ایک سفید خچر جس کا نام دلدل تھا پورے عرب میں اس وقت تک ایسا سفید خچر نہ تھا، ایک نیزہ، بیس لباس کا کپڑا اور ایک ہزار مثقال سونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تحفہ بھیجا اور مجھے ایک سو مثقال سونا اور پانچ کپڑے تحفے میں دیے۔

ایک روایت کے مطابق راستے میں ہی حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے حضرت ماریہ اور حضرت سیرین رضی اللہ عنہما مسلمان ہو گئیں۔ دوسری روایت کے مطابق جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو ان دونوں بہنوں نے اسے قبول کیا اور مسلمان ہو گئیں۔ جب حضرت حاطب رضی اللہ عنہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ علیہ السلام نے فرمایا!

> ”خبیث موقس نے اپنی بادشاہت کی وجہ سے بخیلی کی حالانکہ اس کی بادشاہت باقی نہ رہے گی۔“

مقوقس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں وفات پائی۔

مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے مقوقس کے تحائف کو قبول فرمایا۔ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا جو سرخ وسفید رنگ اور گھنگھریالے بالوں والی خوبصورت خاتون تھیں کو اپنے لئے مخصوص فرمایا اور ان سے ملک یمین کے طور پر تصرف فرمایا۔ ان سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ ان کی بہن حضرت سیرین رضی اللہ عنہا کو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بخش دیا جن سے ان کے ہاں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ دراز گوش پر حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی سواری فرماتے۔ اس گدھے یعفور نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں ایک کنویں میں ڈوب کر جان دے دی۔ خچر دلدل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری کیلئے خاص کر لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اس پر سواری فرمایا کرتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اس پر سواری فرمایا کرتے۔ شیر خدا رضی اللہ عنہ کے بعد اس پر حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے سواری کی۔ یہاں تک کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہ فوت ہو گیا۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 260) (کتاب الوفاء، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 717)
(مدارج النبوۃ، اردو، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 389)

سیدہ ماریہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو بالا خانے میں ٹھہرایا جس کا نام بعد میں ”مشربہ ام ابراہیم“ پڑ گیا۔ کیونکہ یہاں پر ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے۔ مصطفیٰ کریم علیہ السلام سیدہ ماریہ سلام اللہ علیہا کے ساتھ ازواج مطہرات جیسا سلوک کرتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہا کو بھی پردہ کا حکم تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے!

”قبطیوں (مصر کے عیسائیوں) کے ساتھ حسن سلوک کرو کیونکہ ان سے عہد اور نسب دونوں کا تعلق ہے۔ عہد کا تعلق تو یہ ہے کہ ان سے معاہدہ ہو چکا ہے اور نسب کا تعلق یہ ہے کہ

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ اور میرے فرزند ابراہیم رضی اللہ کی والدہ ماریہ رضی اللہ عنہا اسی قوم سے ہیں۔"

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

"جتنا رشک مجھے ماریہ پر آتا تھا اتنا مجھے کسی اور پر نہ آتا تھا۔ سیدہ ماریہ کو اللہ نے حسن صورت اور حسن سیرت دونوں سے نوازا تھا۔"

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ سیدہ ماریہ نہایت پاکباز اور نیک سیرت تھیں۔

مصطفیٰ کریم علیہ السلام سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کے پاس اکثر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ حضور نبی کریم نے ان کی خدمت کیلئے وہ خصی غلام جوان کے ساتھ قبط سے آیا تھا معمور فرمایا تھا۔ وہ آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہی رہتا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک روز سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اپنے والد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے گھر گئی ہوئی تھیں کہ حضرت سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے سید حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے صحبت فرمائی، چونکہ یہ دن حضرت سید حفصہ رضی اللہ عنہا کی باری کا تھا اس لئے جب انہیں اس بات کا پتہ چلا تو انہوں نے بہت غیرت کھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا!

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے آپ سے ایسی بات حاصل ہوئی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج میں سے کسی دوسری زوجہ کو نہیں دی۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سید حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا!

"اچھا تو اس پر راضی نہیں کہ میں اسے اپنے اوپر حرام کرلوں؟"

سید حفصہ رضی اللہ عنہ نے کہا!

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں کیوں نہ راضی ہوں گی؟''

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اوپر حرام کر لیا اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا!

''اس بات کا ذکر کسی اور سے نہ کرنا''

مگر اس بات کا ذکر سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کر دیا جس سے اللہ رب العزت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرما دیا اور یہ آیت نازل فرمائی!

"يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ"

''اے نبی! آپ اس چیز کو کیوں اپنے اوپر حرام کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے۔ آپ ایسا اس لیے کرتے ہیں تا کہ آپ کی ازواج خوش ہو جائیں؟''

اس آیت کے نزول کے بعد مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا سے مقاربت فرمائی اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا۔

(تفسیر طبری، جلد نمبر 28، صفحہ نمبر 167) (تفسیر ابن کثیر، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 412) (فتح الباری، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 525) (الدر المنثور، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 214)

فضائل و مناقب:

1: ام المومنین سیدہ ماریہ قبطیہ سلام اللہ علیہا کے فضائل میں سب سے روشن باب یہ ہے کہ آپ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ ہیں۔ حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیوی ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے تھی۔

2: لونڈی ہونے کے باوجود مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ازواج

مطہرات جیسا سلوک کرتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہا کو وہی عزت ووقار حاصل تھا جو دیگر ازواج کا تھا۔

3: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لئے حرام کرلیا تو اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی!

"یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِکَ"

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مقاربت فرمائی اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا۔

4: ام المومنین رضی اللہ عنہا حسنِ صورت کے ساتھ ساتھ حسن سیرت سے بھی مالا مال تھیں۔ اس لئے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں!

"جتنا رشک مجھے ماریہ پر آتا ہے کسی اور پر نہیں آتا۔"

5: حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ "حضرت سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا نہایت پاکباز اور نیک سیرت خاتون تھیں۔"

6: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق آپ کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وجہ سے حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا ملک یمین سے نکل گئیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وجہ سے آزاد ہوگئی تھیں۔

7: ام المومنین کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"قبطیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو کیونکہ ان سے ہمارا دوہرا تعلق ہے۔ ایک تو عہد کا اور دوسرا نسب کا۔ کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ اور میرے فرزند ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ کا تعلق اسی قوم سے ہے۔"

8: مقوقس نے حضرت سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سیرین رضی اللہ عنہا کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تحفہ بھیجتے وقت خط میں لکھا تھا کہ دونوں لڑکیاں اہل قبط میں بہت عزت ووقار والی ہیں اور بڑا مرتبہ رکھتی ہیں۔

9: روایات کے مطابق سیدہ ماریہ صابریہ، شاکرہ اور پاکباز خاتون تھیں۔

اولاد:

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد سوائے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے حضرت سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھی۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ حضرت سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے۔ حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ ذی الحجہ 8 ہجری میں مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی دائیہ کے فرائض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آزاد کردہ لونڈی حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے ادا کیے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔ جب حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تو حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند حضرت ابو رافع کو اس کی خبر دی۔ وہ خوشی خوشی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرزند کی پیدائش کی خوشخبری دی تو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اتنے خوش ہوئے کہ انہیں انعام میں ایک غلام عطا کیا۔ دوسری روایت کے مطابق ان کو آزاد فرما دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے اور اپنے فرزند ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور ان سے پیار کیا۔

ابا ابراہیم:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو حضرت جبریل امین علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آپ کو "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَبَا اِبْرَاهِیْمَ" کہہ کر سلام کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت اپنے حرم سے باہر تشریف لائے اور فرمایا!

''آج رات میرے لڑکا پیدا ہوا ہے اور میں نے اپنے باپ کے نام پر اس کا نام ابراہیم رکھا ہے۔''

(طبقات ابن سعد، اردو، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 192) (مدارج النبوۃ، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 773)

ام ولد:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا سے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''ابراہیم نے اپنی ماں کو آزاد کروادیا ہے۔''

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر۔

رشک:

جب حضرت سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کے ہاں مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت ابرہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو دیگر ازواج ان پر رشک کرنے لگیں اور ان کو یہ بات گراں گزری۔ حضرت ابوجعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دن حضرت سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف نہ لے گئے کیونکہ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر ازواج پر گراں گزرتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں اس پر رشک کھاتی تھیں لیکن ان میں حضرت سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ سلام اللہ علیہا کو سب سے زیادہ رشک تھا۔

(طبقات ابن سعد، اردو، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 192)

عقیقہ وحلق:

ساتویں دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا عقیقہ کیا، سر کے بال اتروائے، ان کے ہم وزن چاندی غرباء اور مساکین میں تقسیم کی اور ان بالوں کو زمین میں دفن کروایا۔

حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو انصار کی عورتوں میں یہ مقابلہ پیدا ہو گیا کہ کون حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دودھ پلائے گی کیونکہ ہر کوئی اس سعادت کو اپنے دامن میں سمیٹ لینا چاہتی تھی۔ لیکن یہ خوش بختی حضرت ام بردہ بنت المنذر بن زید بن لبید بن خواش بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار رضی اللہ عنہا کے حصے میں آئی۔ حضرت ام بردہ رضی اللہ عنہا حضرت براء رضی اللہ عنہ بن اوس بن خالد بن الخبور بن عوف بن منذول بن عمرو غنم بن عدی بن نجار کی بیوی تھیں۔ یہ ایک لوہار تھے اور ان کا لقب ہی قین یعنی لوہار مشہور تھا۔ ان کا گھر مدینہ منورہ سے تقریباً ایک میل دور تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان کے ہاں حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دیکھنے جایا کرتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام بردہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ہی دوپہر کے وقت قیلولہ فرماتے اور سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ سے پیار فرماتے۔

روایات کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی دایہ کو ایک قطعہ نخلستان عطا فرمایا تھا جس کی آمدن سے ان کا بہت اچھا گزارہ ہوتا تھا۔

بیٹے سے محبت:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

”مَارَاَیْتُ اَحَدًا کَانَ اَرْحَمُ بِالْعَیَالِ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ“

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو بھی اپنے عیال پر مہربان نہیں پایا۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شریف لے چلے اور میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو گیا۔ یہاں تک کہ ہم ابوسیف کے گھر پہنچ گئے، وہ اس وقت اپنی دھونکنی دھونک رہے تھے اور تمام گھر دھوئیں سے بھر گیا تھا۔ میں

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ابوسیف کے پاس پہنچا اور ان سے کہا!

"ابوسیف! روک دے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے ہیں۔"

ابوسیف رک گئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور سینے سے لایا اور جو خدا نے چاہا فرمایا۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 193)

سیدنا ابراہیم کا وصال:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر اس نخلستان کی طرف چلے جہاں پر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہا اپنی دایہ کے ساتھ رہتے تھے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہا کا آخری وقت تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی آغوش میں لیا اور انہیں پیار کیا پھر مجھے دے دیا۔ جب سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آبدیدہ ہو گئے تو میں نے عرض کیا!

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ گریاں ہیں؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گریہ د بکا سے منع نہیں فرمایا۔"

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"میں نے نوحے کی ممانعت کی تھی، دو احمقانہ اور فاجرانہ آوازوں کی ممانعت کی تھی، ایک آواز وہ کہ عیش و نعمت کے وقت بلند ہو تو وہ لہو لعب و مزامیر شیطان ہے اور دوسری وہ آواز کہ مصیبت کے وقت نکلے جس کے ساتھ چہروں کو خراشنا، جیب اور دامن پھاڑنا ہوتا ہے وہ شیطان کی جھنکار ہے۔

پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"اے ابراہیم! اگر یہ موت کا معاملہ امر حق نہ ہوتا، اگر یہ وعدہ صادق نہ ہوتا، اگر یہ ایسا راستہ نہ ہوتا جس پر سب ہی کو چلنا ہے اور ہم میں جو پیچھے رہ گئے ہیں وہ بھی اگلوں کے ساتھ

عنقریب شامل ہو جانے والے ہیں تو ہم تجھ پر اس سے کہیں زیادہ سخت رنج کیے ہوتے اور حقیقت میں ہم تیرے واسطے رنجیدہ ہیں۔ آنکھ میں آنسو بھرے ہیں، دل رنج سے لبریز ہے، اس پر بھی ہم ایسی بات نہیں کہتے جو پروردگار عزوجل کو ناخوش کردے۔"

مکحول رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روتے ہوئے دیکھا تو عرض کیا!

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ بھی روتے ہیں؟ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روکا ہے۔"

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"یہ تو فقط رحم کی بات ہے اور جو خود رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند حضرت ابراہیم علیہ السلام کی موت کا بہت زیادہ غم کیا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو گرے۔ اس پر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے چیخ کر رونا اور آہ وزاری شروع کردی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روک دیا۔ اسامہ رضی اللہ عنہما نے عرض کیا!

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے تو آپ کو روتے دیکھا اس لئے میں بھی نالہ کرنے لگا؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"رونا رحمت ہے اور چیخنا شیطان سے ہے۔"

(طبقات ابن سعد، اردو، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 95-96)

(مدارج النبوت، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 775)

سورج گرہن:

جس دن حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا، اس دن سورج کو گرہن لگا۔ زمانہ

جاہلیت میں عربوں کا یہ خیال تھا کہ چاند اور سورج کو گرہن کسی بڑے آدمی کی موت یا کسی بڑے حادثے کی وجہ سے لگتا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی یہ کہنا شروع کر دیا کہ سورج کو گرہن ابراہیم رضی اللہ عنہ کے وصال کی وجہ سے لگا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر جلوہ افروز ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور پھر فرمایا!

> ''اَمَّا بَعْدُ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ لَا يَكْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلَا لِحَيَاتِهٖ فَاِذَا رَاَيْتُمْ ذٰلِكَ فَافْزِعُوْا اِلَى الْمَسَاجِدِ''

> ''اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد! اے لوگو! واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں آفتاب و ماہتاب بھی ہیں۔ یہ نہ کسی کی موت سے گہناتے ہیں اور نہ کسی کی حیات سے لہٰذا جب تک تم یہ کیفیت دیکھو تو بھاگتے ہوئے مسجدوں کی جانب رجوع کرو۔''

یعنی جب تک گرہن نہ جائے تب تک اللہ رب العزت کی جناب میں دست دُعا ہو جاؤ۔ یہ کہتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ لوگوں نے عرض کیا!

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو خدا کے پیغمبر ہیں اس کے باوجود بھی روتے ہیں؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''آنکھ میں آنسو بھرے ہیں، دل میں خشوع ہے، اس کے باوجود میں ایسی بات نہیں کہتا جو پروردگار کو ناراض کر دے۔ خدا کی قسم اے ابراہیم! حقیقت میں ہم تیرے لئے رنجیدہ ہیں۔''

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 200)

سائب بن مالک رضی اللہ عنہ، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور محمود بن لبید سے بھی حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے وصال کے دن سورج گرہن کی روایات ہیں۔

(الصحیح البخاری، جلد اول، باب الکسوف)

بوقتِ وفات عمر مبارک:

حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے سولہ مہینے کی عمر میں وفات پائی۔

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے سترہ اور اٹھارہ ماہ کی بھی روایات موجود ہیں۔ حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ بیس ربیع الاول بروز منگل سن دس ہجری بمطابق جنوری 632 کو فوت ہوئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ بَنِيْهٖ وَاِنَّهٗ مَاتَ فِي الثُّدٰی وَاِنَّ لَهٗ لَظِئْرَيْنِ لِكَمَّلَانِ رَضَاعِهٖ فِي الْجَنَّةِ

(مشکوٰۃ شریف، باب فی اخلاقہ وشمائلہ، الفصل الثالث)

''میرا بیٹا ابراہیم شیر خوارگی میں وفات پا گیا اور اس کے لئے دو دائیاں مقرر ہیں جو اس کی شیر خوارگی جنت میں پوری کریں گی۔''

نماز جنازہ:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پر نماز پڑھی جو حضرت ماریہ قبطیہ سلام اللہ علیہا کے بطن سے تھے۔ وفات کے وقت ان کی عمر سولہ ماہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"اس کیلئے ایک انا ہے جو بہشت میں اس کی شیر خوارگی کی مدت پوری کر رہی ہے اور وہ (ابراہیم رضی اللہ عنہ) صدیق ہے۔"

(طبقات ابن سعد، اردو، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 198)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ابراہیم رضی اللہ عنہ کو ان کی دایہ حضرت ام بردہ رضی اللہ عنہ نے غسل دیا۔ دوسرے قول کے مطابق حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں غسل دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے پانی ڈالا۔ اس وقت مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پاس موجود تھے۔ اس کے بعد کفن پہنا کر ان کو ایک چھوٹے تخت پر اٹھایا گیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس میں چار تکبیریں پڑھیں۔"

حضرت عابد رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی روایت کیا ہے۔ محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بقیع میں سب سے پہلے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ دفن ہوئے پھر فرزند رسول حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ دفن ہوئے۔ جب مٹی برابر ہو چکی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا اور قبر پر چھڑکا۔ روایات کے مطابق یہ پہلی قبر ہے جس پر پانی چھڑکا گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑا ڈھیلا لے کر قبر پر نشان لگایا۔ اس سے پہلے صرف حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر پر ہی نشان لگایا گیا تھا۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ دوسری ہستی تھے جن کی قبر پر نشان لگایا گیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنی والدہ حضرت سیرین رضی اللہ عنہا (جو کہ حضرت ام المومنین حضرت سیدہ ماریہ قبطیہ سلام اللہ علیہا کی بہن ہیں) سے روایت کرتے ہیں کہ ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت میں موجود تھی۔ میں نے دیکھا کہ جب جب

میں اور میری بہن ماریہ چیختی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو اس وقت نہ روکتے تھے۔ ابراہیم رضی اللہ عنہ انتقال کر گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نالہ وفریاد سے منع فرمادیا۔ فضل بن عباس نے غسل دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عباس رضی اللہ عنہ پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کے بعد جنازہ اٹھایا گیا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے کنارے تھے اور عباس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے۔ قبر میں فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور اسامہ بن زید اترے۔ میں قبر کے پاس آرہی تھی مگر مجھے کوئی منع نہ کرتا تھا۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 201)

جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا!

"اگر ابراہیم زندہ ہوتا تو اس کا کوئی ماموں غلام نہ ہوتا۔" (یعنی قبطی قوم کے تمام لوگ ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وجہ سے آزاد ہو جاتے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"اگر ابراہیم رضی اللہ عنہ زندہ رہتے تو میں ہر قبطی سے جزیہ ساقط کر دیتا۔"

سیدہ ماریہ کا وصال:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے بڑا پیار فرماتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا کے اعزاز اور اکرام کو برقرار رکھا۔ روایت کے مطابق سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں محرم الحرام کے مہینے میں 16 ہجری کو وصال فرمایا۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تمام اہل مدینہ کو جمع فرمایا اور خود نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں سپرد خاک کیا۔

✿ ✿ ✿

(13)

اُمُّ المومنین سیّدہ میمونہ رضی اللہ عنہا

ولادت:

ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں آخری نمبر ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی شادی نہیں فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہا نہایت متقی، پرہیزگار، شکر اور صلہ رحمی کرنے والی خاتون تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا اعلانِ نبوت سے سترہ (17) سال قبل مدینہ منورہ میں پیدا ہوئیں۔

نام:

آپ رضی اللہ عنہا کا اصل نام برہ تھا۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر میمونہ رکھا۔ میمونہ یمن سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں برکت۔ اسی طرح سے میمون اور میمونہ کے معنی ہوئے مبارک۔

خاندانی امتیاز:

ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا والد کی طرف سے جناب مضر پر مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے جاملتی ہیں۔ آپ کو الہلالیہ بھی کہتے ہیں۔ آپ کا تعلق قبیلہ جمیر سے تھا۔ ام المومنین کی آٹھ بہنیں تھیں چار سگی اور چار ماں کی طرف سے۔ ان کے نام یہ ہیں!

ام الفضل لبابۃ الکبریٰ، لبابۃ صغریٰ، عصماء بنت الحارث اور عزہ بنت الحارث۔ یہ خواتین حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی سگی بہنیں تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی چار بہنیں صرف ماں کی طرف سے بھی تھیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔

اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا، سلمیٰ بن عمیس، زینت بنت خذیمہ رضی اللہ عنہا اور سلامہ بنت عمیس۔ اب ان آٹھوں خواتین کا مختصر تعارف تحریر کیا جاتا ہے۔

1: ام الفضل لبابۃ الکبریٰ سیدنا عبد اللہ بن عباس، فضل بن عباس وغیرہم رضوان اللہ علیہم کی والدہ تھیں اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما کی اہلیہ محترمہ تھیں۔

2: لبابۃ صغریٰ ولید بن مغیرہ کی بیوی اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔

3: عصماء بنت الحارث کا نکاح ابن بن خلف سے ہوا تھا۔

4: عزہ بنت الحارث سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی چوتھی سگی بہن تھیں۔ ان کا نکاح عبد اللہ بن مالک الہلالی سے ہوا تھا۔

5: اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ ان سے ان کے ہاں تین بچے، محمد، عون اور عبد اللہ رضوان اللہ علیہم پیدا ہوئے۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ جنگ موتہ میں شہید ہو گئے تو ان کا نکاح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہو گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد یہ حضرت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عقد میں آئیں اور آپ رضی اللہ عنہا سے ان کے ہاں یحییٰ اور عون پیدا ہوئے۔

6: سلمیٰ بن عمیس آپ کا پہلا نکاح حضرت سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما سے ہوا جن سے ان کے ہاں ایک بیٹی امامہ بنت حمزہ پیدا ہوئیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس بچی سے بہت محبت فرمایا کرتے تھے۔ مورخین نے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کے کئی نام بتائے ہیں۔ آپ کو عمارہ، امۃ اللہ اور فاطمہ کے ناموں سے بھی پکارا جاتا تھا۔ جب جنگ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو شداد بن اسامہ بن الہاد کے عقد میں آئیں اور ان سے آپ کے ہاں دو لڑکے عبد الرحمٰن اور عبد اللہ پیدا ہوئے۔

7: زینب بنت خذیمہ رضی اللہ عنہا ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی ماں شریک بہن تھیں۔ ان کو بھی ام المومنین ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہا سے ہوا، ان کی شہادت کے بعد طفیل بن حارث کے نکاح میں آئیں۔ طفیل نے آپ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی تو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ بنیں۔

8: سلامہ بنت عمیس عبداللہ بن کعب بن منبہ کے نکاح میں تھیں۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 279) (انساب الاشراف، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 448) (ابن اثیر، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 15) (الاستیعاب، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 1861) (الاصابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 500) (مغازی للواقدی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 738)

خوش قسمت:

ابن قتیبہ نے بیان کیا ہے کہ ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ہند بنت عوف سے زیادہ اس روئے زمین پر کوئی عورت اپنے دامادوں کی وجہ سے خوش قسمت نہیں کیونکہ ان کے دامادوں میں درج ذیل شخصیات شامل ہیں۔

1: مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے داماد تھے۔ بلکہ طبقات ابن سعد کی روایت کے مطابق ان کی دو بیٹیاں حضرت سیدہ زینب بنت خذیمہ اور حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے بعد دیگرے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔

2: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے داماد تھے۔

3: حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب بھی ان کے داماد تھے۔

4: حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ بھی ان کے داماد تھے۔

5: حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم بھی ان کے داماد تھے۔

6: حضرت سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما بھی ان کے داماد تھے۔

7: شداد بن الہاد بھی ان کے داماد تھے۔

(المعارف، صفحہ نمبر 138)

درج ذیل تعارف سے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا خاندانی وقار ظاہر ہوتا ہے۔

سلسلۂ نسب:

ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام حارث تھا جو کہ قبیلہ قیس بن عیلان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا نسب نامہ یوں ہے!

1: میمونہ بنت حارث بن بجیر بن ہزم بن رویبہ بن عبداللہ بن ہلال بن عابذ بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان۔

ہلال بن عامر پر جا کر ان کا نسب حضرت سیدہ زینب بنت خذیمہ رضی اللہ عنہا سے جا کر مل جاتا ہے اس لیے آپ رضی اللہ عنہا کو بھی الہلالیہ کہا جاتا ہے۔

2: آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ ہند بنت عوف اپنے دامادوں کی وجہ سے پوری روئے زمین میں ممتاز تھیں۔ ان کا سلسلہ نسب تواریخ میں کچھ اس طرح سے ہے!

ہند بنت عوف بن زہیر بن الحارث بن حماطہ بن جمیر۔

(عیون الاثر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 402) (التہذیب فی النووی، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 356)

نکاح:

ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پہلے عقدوں میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک آپ کا پہلا نکاح مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی سے ہوا لیکن باہمی نااتفاقی کی وجہ سے جلد ہی طلاق ہو گئی۔ پھر ان کا نکاح ابورہم بن عبدالعزیٰ سے ہو گیا۔ بعض نے پہلا نکاح عمیر بن عمرو ثقفی سے لکھا ہے اور دوسرا ابوزہیر بن عبدالعزیٰ سے۔ بعض نے پہلا نکاح خویطب بن عبدالعزیٰ سے اور دوسرا ابورہم بن عبدالعزیٰ سے لکھا ہے۔ لیکن اس بات میں اکثریت متفق ہے کہ مصطفیٰ کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آنے سے قبل آپ رضی اللہ عنہا ابورہم بن عبدالعزیٰ بن ابی قیس بن عبدود بن نصر بن مالک کے نکاح میں تھیں۔ ابورہم کا سات ہجری میں انتقال ہو گیا اور حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر بیس سال تھی۔

(زرقانی، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 388) (عیون الاثر، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 402) (الاستیعاب، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 1916) (انساب الاشراف، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 444) (المعارف، صفحہ نمبر 137) (اسد الغابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 272) (الاصابہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 126)

حرمِ نبوی میں:

ذیقعدہ 7 ہجری میں مصطفیٰ کریم علیہ السلام عمرۃ القضاء کی نیت سے مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے تو مکہ سے دس میل کے فاصلے پر مقام سرف میں قیام کیا۔ حضرت سیدہ میمونہ سلام اللہ علیہا یہیں پر مقیم تھیں۔ سیدہ کے چچازاد اور بہنوئی حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما جو کہ سیدہ کے بیوہ ہو جانے پر بڑے متفکر تھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا!

”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میمونہ بیوہ اور بے سہارا ہو چکی ہے اس لئے اس کے سہارا کے لئے اس سے عقد فرمالیں۔“

مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی دل جوئی کیلئے اسے قبول فرمایا۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو پیغام نکاح دے کر سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا جسے انہوں نے اسی وقت قبول کر لیا۔

جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نکاح کا پیغام لے کر سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو وہ اونٹ پر سواری تھیں۔ انہوں نے جواب دیا!

”اَلْبَعِيْرُ وَمَا عَلَيْهِ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ“

''اونٹ اور جو کچھ اونٹ پر ہے وہ سب اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔''

(تفسیر روح المعانی، جلد نمبر 22، صفحہ نمبر 59)

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آپ کو مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہبہ کر دیا تھا۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

''جب ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہبہ کر دیا تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی!

''وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 22، سورۃ احزاب، آیت نمبر 50)

''اور وہ مومن عورت جو اپنی جان نبی کو نذر کر دے، اگر نبی اس سے نکاح کرنا چاہیں تو انہیں اجازت ہے۔''

حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنا وکیل نامزد کیا جنہوں نے آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح مصطفیٰ کریم علیہ السلام کے ساتھ کر دیا۔

حق مہر:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا حق مہر پانچ سو درہم مقرر فرمایا۔ خطبۂ نکاح حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھا۔ نکاح کے بعد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مناسب سمجھا کہ رخصتی عمرہ کی ادائیگی کے بعد ہو۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ عمرہ ادا کرنے مکہ مکرمہ چلے گئے۔

اس میں اختلاف ہے کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے

نکاح حالتِ احرام میں کیا یا غیر احرام میں۔ اس بارے میں دونوں طرح کی روایات موجود ہیں۔

1: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے تب نکاح فرمایا جب آپ عمرۃ القضاء کے موقع پر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ علیہ السلام نے احرم باندھا ہوا تھا کہ سیدہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آپ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کر دیا پھر سیدہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مدینہ طیبہ چلی گئیں۔

(السیرۃ النبویہ، لابن ھشام، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 646) (اسد الغابہ، جلد نمبر 7، صفحہ نمبر 274) (الاصابہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 127) (الاستیعاب، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 1917)

2: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے حالتِ احرام میں نکاح کیا۔

(الصحیح البخاری، حدیث نمبر 1837-4259) (الصحیح المسلم، حدیث نمبر 1410) (السنن ابی داؤد، حدیث نمبر 1844) (السنن الترمذی، حدیث نمبر 842) (السنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 1965) (السنن النسائی، جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 191) (مسند امام احمد بن حنبل، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 245-252)

اب وہ روایات بیان کی جاتی ہیں جن کی رو سے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہ سے غیر احرام میں نکاح فرمایا۔

1: حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح عمرۃ القضاء میں کیا۔ تفصیل اس کی یوں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کیلئے مکہ مکرمہ میں تین یوم قریش کے معاہدے کے مطابق ٹھہرے، جب تیسرا روز ہوا تو خویطب بن عبدالعزیٰ قریش کے چند آدمیوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا!

"آپ کی مدتِ قیام ختم ہو چکی ہے اس لئے آپ مکہ سے چلے جائیں۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

"اگر تم مجھے تھوڑا سا وقت اور دے دو تو میں تمہارے سامنے شادی کر لوں، تمہیں ویسے کا کھانا بھی کھلاؤں اور تم بھی اس شادی میں شریک ہو جاؤ؟"

خویطب اور اس نے ساتھیوں نے جواب دیتے ہوئے کہا!

"ہمیں آپ کے کھانے کی ضرورت نہیں لہٰذا آپ مکہ چھوڑ جائیں۔"

چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ اور سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ مکہ سے نکل آئے اور مقام سرف پر آپ علیہ السلام نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

(دلائل النبوہ، للبیہقی، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 133) (سیرۃ النبویہ، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 372)

2: ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں!

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے مقامِ سرف میں نکاح فرمایا۔ اس وقت ہم دونوں حلال تھے یعنی احرام کھول چکے تھے۔"

(السنن الترمذی، حدیث نمبر 845) (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر 1843)

(سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 1964) (الصحیح المسلم، صفحہ نمبر 1411)

3: حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا اس حالت میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم احرام اتار چکے تھے۔ میں اس وقت ان دونوں کے درمیان سفیر کا فریضہ ادا کر رہا تھا۔

(السنن الترمذی، حدیث نمبر 841) (التمہید، لابن عبدالبر، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 152)

(تحفۃ الاشراف، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 200)

ان دونوں طرح کی روایات میں تطبیق علماء کرام نے یوں فرمائی ہے کہ حضرت عباس

رضی اللہ عنہ کی عرض پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۃ القضاء پر جاتے ہوئے مقام سرف میں حالتِ احرام میں سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیلئے رضامندی ظاہر فرمائی اور عمرہ سے واپسی پر اسی مقام سرف میں احرام کھول کر آپ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمالیا۔

شادی کے وقت ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی عمر 35 یا 37 سال تھی۔ آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زوجہ محترمہ تھیں یعنی آپ رضی اللہ عنہا کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی اور نکاح نہیں فرمایا۔ واقدی نے لکھا ہے کہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ زوجہ محترمہ ہیں جنہوں نے تمام ازواج مطہرات میں سب سے آخر میں وصال فرمایا۔

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 132) (تفسیر القرطبی، جلد نمبر 14، صفحہ نمبر 167)
(دارالمعاد، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 113) (الواقدی کمافی طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ، 140)
(الانساب الاشراف، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 446)

رسول اللہ ﷺ سے محبت:

دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرح سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو بھی مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بڑی محبت تھی۔ اگر آپ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان دیکھتیں تو خود پریشان اور غم زدہ ہو جاتیں۔ ایک دن مصطفیٰ کریم علیہ السلام جب بیدار ہوئے تو خاموش خاموش اور پریشان تھے۔

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا!

”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا وجہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح سے پریشان پریشان لگ رہے ہیں؟“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

”آج رات جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے ملنے کا وعدہ کیا تھا مگر وہ نہیں آئے۔ نہ

جانے کیا بات ہے۔ خدا کی قسم! انہوں نے کبھی بھی وعدہ خلافی نہیں کی۔"

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتے کے بچے کا خیال آیا جو رات کو پلنگ کے نیچے آ کر بیٹھ گیا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فوراً باہر نکلوا دیا تو اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہو گئے اور عرض کیا!

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اس گھر میں نہیں جاتے جس گھر میں کتا یا تصویر ہو۔"

فضائل ومناقب:

1: مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا، سیدہ ام الفضل رضی اللہ عنہا، سیدہ سلمٰی رضی اللہ عنہا اور سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کو مومن بہنیں فرمایا ہے۔

2: علم وحدیث وفقہ میں آپکا مقام بہت بلند ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا سے چھہتر احادیث مروی ہیں جس سے آپ رضی اللہ عنہا کے علمی مقام اور فقاہت دانی کا پتہ چلتا ہے۔

3: سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو غلام آزاد کرنے کا بہت شوق تھا۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہا نے ایک لونڈی کو آزاد کیا۔ جب مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا پتہ چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور بڑے اجر وثواب کی نوید سنائی۔

4: ام المومنین رضی اللہ عنہا بے حد سخی اور فیاض تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی فیاضی کی وجہ سے اکثر قرض لینے کی نوبت بھی آجاتی مگر سائل کو در سے خالی نہ جانے دیتیں۔

5: سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو مسواک سے خاص شغف تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا مسواک کا خاص اہتمام کرتی تھیں۔

6: امر ونواہی اور دین کے معاملے میں آپ رضی اللہ عنہا بہت سخت تھیں۔ جب بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی دیکھتیں تو بلا لحاظ اسے جھاڑ دیتیں اور سخت سرزنش فرماتیں۔

7: ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے حق میں یہ آیت کریمہ "وامراۃ مومنۃ ان وھبت نفسا للنبی نازل ہوئی۔

8: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا!

"میمونہ ہم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والی اور صلح رحمی کرنے والی ہیں۔"

9: خاندانی شرافت کے لحاظ سے سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا ایک ممتاز مقام ہے۔

10: ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آپ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہبہ کر دیا مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی ان کا حق مہر مقرر فرمایا۔ حق مہر پانچ سو درہم تھا جو کہ اکثر ازواج کے مہر کے برابر تھا۔

11: ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے آخری زوجہ محترمہ تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور کوئی نکاح نہیں فرمایا۔

12: ام المومنین رضی اللہ عنہا کی مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شادی بھی مقام سرف (جو کہ مکہ سے دس میل کے فاصلے پر ہے) میں ہوئی، آپ رضی اللہ عنہا کا وصال بھی اسی جگہ پر ہوا اور آپ رضی اللہ عنہا وہیں مدفون ہیں۔

ایثار، علم اور تقویٰ، فیاضی:

دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرح ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بھی بہت فیاض تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی فیاضی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے در پر آیا ہوا سائل کبھی بھی خالی ہاتھ نہیں جاتا تھا، چاہے اس کا سوال پورا کرنے کیلئے قرض ہی کیوں نہ لینا پڑے۔ اس لئے آپ رضی اللہ عنہا اکثر قرض لیا کرتی تھیں جو کہ جلد ہی واپس کر دیتیں۔ ایک مرتبہ کچھ زیادہ ہی رقم قرض لے لیا تو کسی نے پوچھا!

''آپ اس کو کس طرح ادا کریں گی؟''

تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو بندہ قرض ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا قرض ادا کرنے کے اسباب مہیا فرما دیتا ہے۔''

(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 332)

ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہا نے ایک لونڈی آزاد کیا تو مصطفیٰ کریم علیہ السلام نے انہیں بڑے اجر و ثواب کی نوید سنائی۔

مسائل کا ادراک:

1: ام المومنین سیدہ میمونہ سلام اللہ علیہا کو مسائل کو بہت ادراک تھا۔ آپ ہر مسئلے کی تہہ تک پہنچ کر اسے بیان فرماتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی فہم و فراست کا اندازہ اس طرح سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ سفر حج میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو نویں ذوالحجہ میں شک ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ سے ہیں یا نہیں۔ جب اس کا پتہ ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو چلا تو آپ رضی اللہ عنہا نے ایک پیالہ دودھ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دودھ کو پی لیا اس طرح لوگوں کو اس سوال کا جواب مل گیا۔

2: ایک مرتبہ حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے اور شاگرد حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس حالت میں ان کے پاس آئے کہ آپ کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے ان سے پوچھا!

''بیٹا! کیا بات ہے۔ تمہارے بال کیوں پراگندہ ہیں؟''

اس پر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا!

''میری بیوی ایام کی حالت میں ہے۔ وہ ہی میرے سر میں کنگھا کیا کرتی ہے۔ میں نے یہ

مناسب نہیں سمجھا کہ اس حالت میں اب سے یہ کام لوں۔"

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

بیٹا! کبھی ہاتھ بھی ناپاک ہوتے ہیں۔؟ ہم اسی حالت میں ہوتی تھیں اور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری گود میں سر رکھ کر لیٹ جاتے تھے اور قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے اور ہم اسی (حیض کی) حالت میں (اپنے ہاتھوں سے) مصلیٰ اٹھا کر نماز پڑھنے کی جگہ رکھ آتیں تھیں (اگر ہاتھ پلید ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ضرور منع فرماتے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہ فرمایا۔)

(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 331)

3: ایک مرتبہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کی کنیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے گھر گئی تو دیکھا کہ دونوں میاں بیوی کے بستر دور دور بچھے ہوئے ہیں۔ بدیہ نامی کنیز نے سوچا کہ شاید کوئی رنجش ہو گئی ہے جس کی وجہ سے یہ معاملہ ہے۔ جب اس نے وجہ دریافت کی تو پتہ چلا کہ رنجش تو کوئی نہیں البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما امراض نسوانی (حیض و نفاس) میں اپنا بستر الگ کر لیتے ہیں۔ بدیہ نے واپس آ کر سارا معاملہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو بتایا تو آپ نے فرمایا!

"اسے جا کر کہو کہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے اس قدر اعراض کیوں ہے؟ جب ہم اس حالت میں ہوتیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ ہمارے بستروں میں آرام فرما ہوتے۔"

(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 332)

4: ایک مرتبہ ایک عورت بیمار ہوئی تو اس نے منت مانی کہ اگر وہ صحت یاب ہو جائے تو بیت المقدس جا کر نماز پڑھے گی۔ کچھ دنوں کے بعد وہ صحت یاب ہو گئی تو اپنی منت کے مطابق بیت المقدس جانے کی تیاریاں کرنے لگی۔ جب رخصت ہونے کے لئے سیدہ میمونہ رضی

اللہ عنہا کے پاس آئی تو آپ رضی اللہ عنہا نے اس سے فرمایا!

”مسجد نبوی میں نماز پڑھ لو کیونکہ اس مسجد میں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری جگہ سے ہزار گنا زیادہ ہے۔ تم یہیں نماز پڑھو کیونکہ یہ مقدس مسجد اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہے۔ اس طرح تمہاری منت بھی پوری ہو جائے گی اور ثواب بھی زیادہ ملے گا۔“

(مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ 333)

5: ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا حرمِ نبوی میں داخلے کے ساتھ ہی علم دین کے حصول میں مشغول ہو گئیں۔ آپ رضی اللہ عنہا تین سال کے قریب مصطفیٰ کریم علیہ السلام کی رفاقت میں رہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات وافعال، سفر وقیام، کھانا پینا اور دیگر امور کا بغور مشاہدہ کرتی رہیں اور دیگر ازواج مطہرات کی طرح امت کی معلمہ بن کر ان تمام واقعات ومسائل کو امت تک پہنچایا۔ آپ رضی اللہ عنہا سے چھہتر احادیث مروی ہیں۔ ان احادیث سے آپ رضی اللہ عنہا فقاہت اور علم وفضل کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا سے احادیث روایت کرنیوالوں میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن شداد بن الہاد، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن السائب، حضرت یزید بن اصم (یہ چاروں سیدہ کے بھانجے ہیں) عطا بن یسار، سلیمان بن یسار (یہ دونوں غلام تھے) ندبہ (یہ آپ کی کنیز تھیں)، عبیداللہ ابن خولانی (یہ آپ کے ربیب تھے) ابراہیم بن عبداللہ، کریب (ابن عباس کے غلام) عبیدہ بن سباق، عبیداللہ بن عتبہ اور عالیہ بنت سبیع وغیرہم رضوان اللہ علیہم شامل ہیں

تقویٰ:

1: ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا دین اور امر ونواہی کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہا کا ایک قریبی رشتہ دار آپ سے ملنے کیلئے آیا تو اس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اسے بہت ڈانٹا اور آئندہ اپنے گھر میں اس کا داخلہ بند

کر دیا۔

2: آپ رضی اللہ عنہا کے تقویٰ کے متعلق ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

> ''میمونہ ہم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والی اور صلہ رحمی کرنے والی تھیں۔''

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 138) (المستدرک للحاکم، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 32)

(الاصابہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 128)

3: حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

> ''سیدہ میمونہ، ام الفضل (حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ)، سلمٰی (حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ) اور اسماء بنت عمیس (سیدہ میمونہ کی ماں شریک بہن) مومن بہنیں ہیں۔''

(طبقات ابن سعد، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 137) (السنن النسائی، فضائل صحابہ، حدیث نمبر 281) (المستدرک للحاکم، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 32) (المعجم الکبیر، جلد نمبر 11، صفحہ نمبر 414) (الاصابہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 128) (المجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 260)

4: ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو نماز سے خاص رغبت تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا گھر کے کام کاج سے فارغ ہو کر نماز میں مشغول ہو جاتیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کثرت کے ساتھ مسواک کیا کرتی تھیں۔

وصال:

ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں مقیم تھیں کہ بیمار ہو گئیں۔ جب بیماری کچھ زیادہ ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

> '' مجھے مکہ سے لے چلو کیونکہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا کہ تجھے مکہ میں موت نہیں آئے گی۔''

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا کو مکہ سے باہر مقام سرف پر لایا گیا جہاں پر آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے 51 ہجری کو اس جگہ وصال فرمایا جس جگہ رخصتی کے وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ لگایا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ پڑھائی جب تدفین کے لئے جنازہ کو اٹھایا گیا تو لوگ ذرا تیزی سے چلنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا!

"جنازے کو جھٹکے کے ساتھ مت اٹھاؤ، آہستہ آہستہ چلو اور ادب واحترام کا خیال رکھو کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں۔"

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کو مقام سرف کی اسی جگہ پر دفن کیا گیا جس جگہ آپ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔

آپ رضی اللہ عنہا کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور عبداللہ خولانی رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا۔ وصال کے وقت آپ کی عمر 81 سال تھی۔

جس طرح ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سب سے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج میں سب سے آخر میں آپ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا۔

(طبقات ابن سعد جلد 8، صفحہ نمبر 140) (الصحیح البخاری، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 211) (مسند امام احمد، جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 333) (المجمع الزوائد، جلد نمبر 9، صفحہ نمبر 249) (المعجم الکبیر، جلد نمبر 23، صفحہ نمبر 442) (الاصابہ، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 128) (تاریخ خلیفہ بن خیاط، صفحہ نمبر 218) (التمھید، لابن عبد البر، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 151) (التھذیب للنووی، جلد نمبر 2، صفحہ 356) (الانساب الاشراف، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 446) (بسوی، جلد نمبر 8، صفحہ نمبر 415)

☆ ☆ ☆

فیضانِ صوفیاء

ترتیب و تحقیق
علامہ مفتی محمد وسیم اکرم القادری

ترجمہ
فاضلہ مصباح اکرم

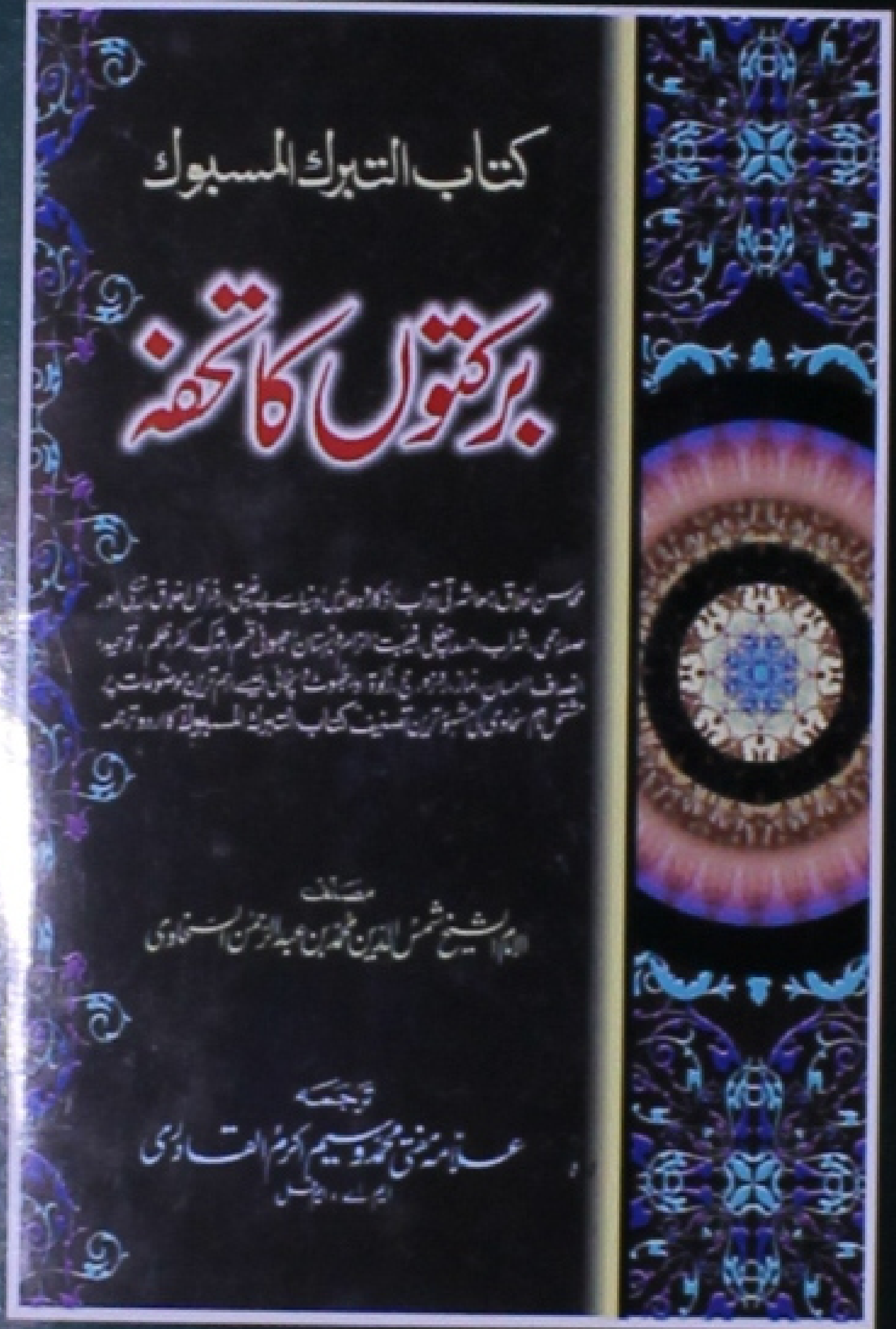

کتاب التبرک المسبوک

برکتوں کا تحفہ

مصنف
الامام الشیخ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السخاوی

ترجمہ
علامہ مفتی محمد وسیم اکرم القادری

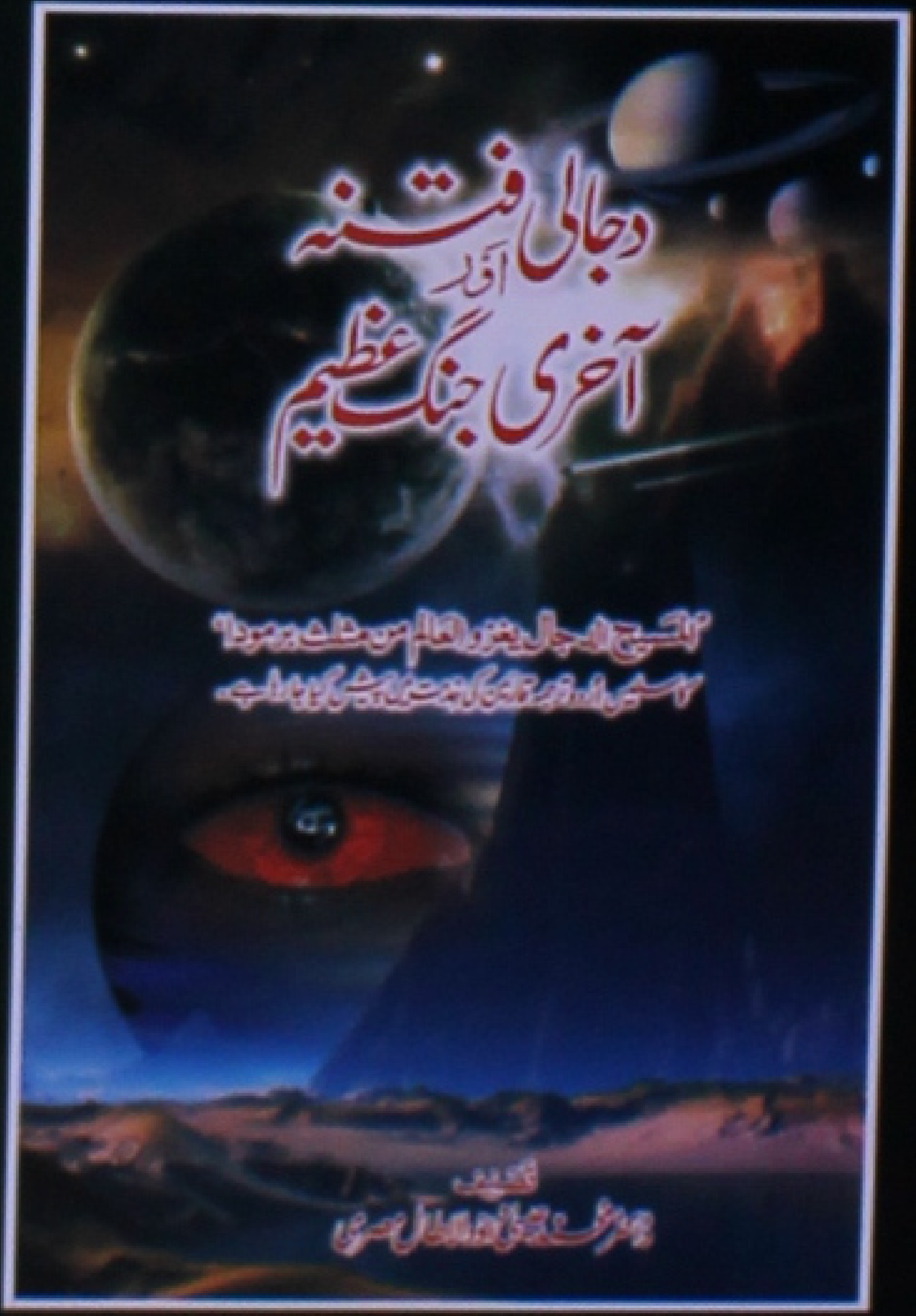

دجالی فتنہ اور آخری جنگ عظیم

"المسیح الدجال یغزو العالم من مثلث برمودا"
کا سلیس اردو ترجمہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

تصنیف

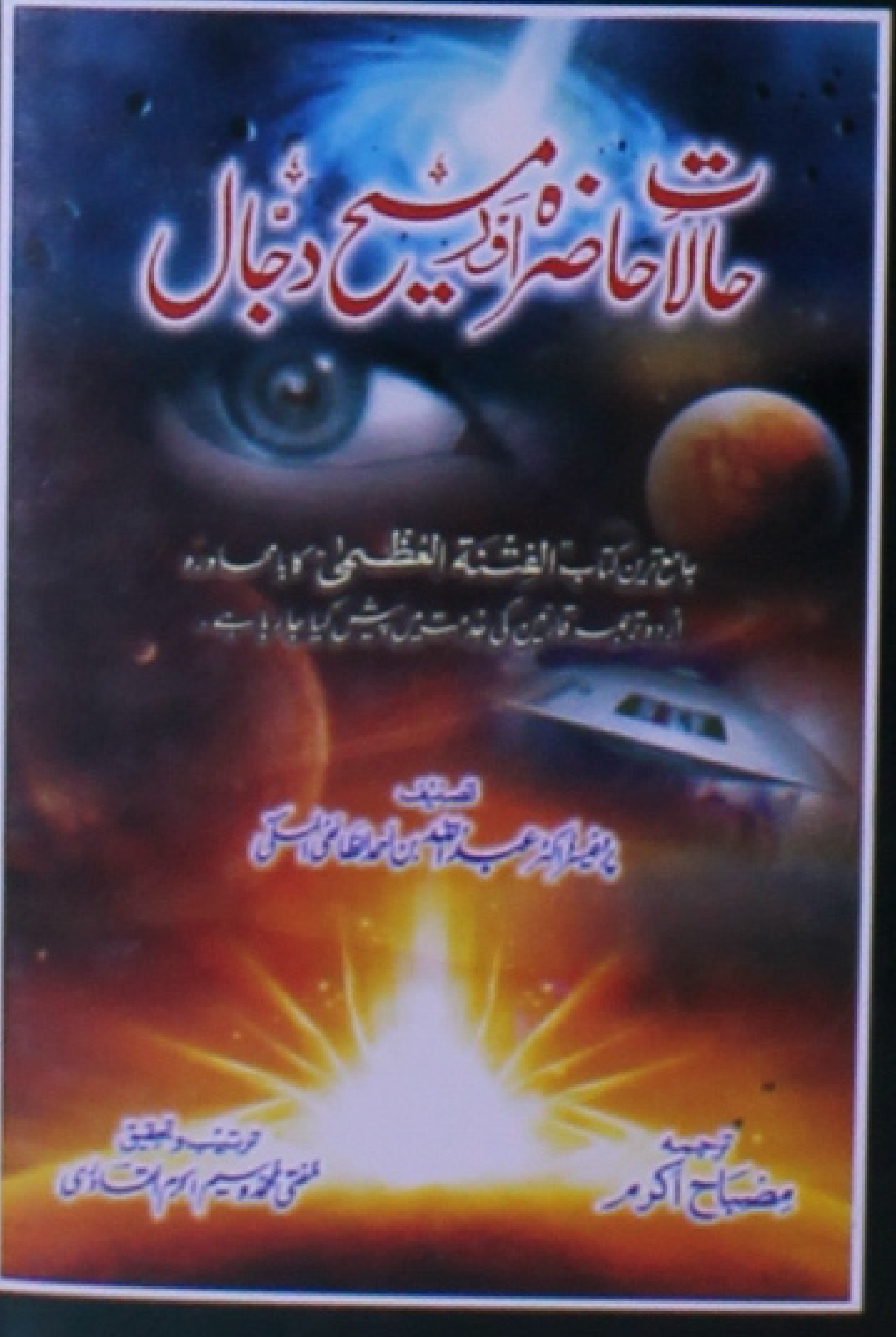

حالاتِ حاضرہ اور مسیحِ دجال

جامع ترین کتاب "الفتنة العظمیٰ" کا بامحاورہ
اردو ترجمہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

تصنیف

ترجمہ
مصباح اکرم

ترتیب و تحقیق
مفتی محمد وسیم اکرم القادری

مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور